جو نہایت مشہور و معروف افسانہ ہے

مؤلفہ

پروفیسر احمد صدیق مجنوں ایم اے (گولڈ مڈلسٹ)

باہتمام

کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شائع ہوا

فہرست مضامین سنگھاسن بتیسی

پیش لفظ

"سنگھاسن بتیسی" ہمارے ملک کے بہت پرانے اور مقبول عام اخلاقی قصوں میں سے ہے۔ اب سے تین چالیس سال پہلے وکرماجیت کے یہ کارنامے ہندوستان کے ہر گھر میں پڑھے اور سنے جاتے تھے اور ان سے معاشرت و اخلاق کے سبق لئے جاتے تھے۔

صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اوّل اوّل کس کے دماغ نے ان قصوں کو مرتب کیا۔ انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں یہ کتابی قصے نہیں تھے۔ ان کی نوعیت ان روایتوں اور حکایتوں کی سی ہے جو زبانی مرتب ہو کر سینہ بسینہ چلتی ہیں۔ اور جن میں ہر دور میں کچھ نہ کچھ اضافہ یا ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ تحقیق سے بہرحال اتنا پتہ چلتا ہے کہ ہندی زبان کے وجود میں آنے سے بہت پہلے یہ قصے مرتب ہو کر کتابی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔

سب سے پہلے جس نے "سنگھاسن بتیسی" کو برج بھاشا کا جامہ پہنایا وہ "سندر سنگار" کا مصنف سندر ہے جس کو شاہجہاں کے دربار سے کوی راج کا خطاب ملا تھا۔ اس کے بعد جب فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں اردو اور ہندی کے

ادارے قائم ہوئے تو جہاں قدما کے اور کارناموں کو ازسرِ نو زندہ کیا گیا وہاں "سنگھاسن بتیسی" نے بھی نئی زندگی پائی۔

شری للوجی لال اور کاظم علی جوان نے مل کر اس کو پرانی برج بھاشا سے ایک ایسی زبان میں منتقل کیا جو اردو اور بھاشا سے مخلوط تھی اور اسی کو اردو اور ناگری دونوں خطوں میں شائع کیا گیا۔ جس "سنگھاسن بتیسی" کی کہانیاں اب سے تینتیس چالیس سال پہلے گھر گھر مشہور تھیں وہ للوجی لال اور کاظم علی جوان کی ہی متفقہ کوشش ہے۔ اس میں بھاشا کا عنصر اس قدر غالب ہے کہ اس وقت کا اردو پڑھنے والا اکثر مقامات پر سمجھنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ مجھے اس کا احساس ہوا اور میرے دل میں یہ خلش پیدا ہوگئی کہ اگر ان قصّوں کو آج کل کی رائج اور مانوس زبان میں پھر سے نہ لکھا گیا تو ایک طبقہ کے لئے ہمارے آبا و اجداد کی یہ جمع کی ہوئی دولت ہمیشہ کے لئے کھو جائے گی۔ اسی احساس اور اسی خلش کے ماتحت میں نے ان قصّوں کو ایسی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے جو ہمارے زمانہ کے معیار سے عام فہم ہو اور جس کو مدرسوں میں ادنیٰ جماعتوں کے طلبا سمجھ سکیں۔ میری اس حقیر کوشش کا ایک خاص مقصد یقیناً یہ ہے کہ یہ قصے ابتدائی جماعتوں کے نصاب کے قابل ثابت ہوں تاکہ نئی نسل کا مذاق قدما کے روایات و حکایات سے بھی آشنا رہے۔ خاص خاص الفاظ اور اصطلاحات کو جوں کا توں رہنے دیا گیا ہے اور کتاب کے آخر میں ان کی ایک فرہنگ دیدی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں مجھے جناب سراج احمد صاحب علوی ایم، اے کا

شکریہ ادا کرنا ہے جو میاں صاحب چارج اسلامیہ انٹرمیڈیٹ کالج گورکھپور
میں اردو کے پروفیسر ہیں ۔ سراج صاحب نصابی معیار کا مجھ سے بہتر اندازہ
رکھتے ہیں ۔ انھوں نے جس مستعدی اور خلوص کے ساتھ ان قصّوں کو ابتدائی
جماعتوں کے قابل بنانے میں میری مدد کی ہے اس کو میں بھول نہیں سکتا ۔

سینٹ اینڈریوز کالج
گورکھپور

مجنوں گورکھپوری

"سنگھاسن بتیسی" کو پھر سے لکھنے کا خیال پہلے پہل میرے ذہن میں
اس لئے آیا کہ میں چاہتا تھا کہ میرا سب سے بڑا بچہ ظفر عالم عرف ماسٹر
جس کی عمر دس سال کی ہے ان قصوں کو پڑھے۔ جس زبان میں اب تک
"سنگھاسن بتیسی" ملتی ہے وہ اس کی سمجھ سے بہت دور ہے۔
ماسٹر ہی نے میرے دل میں ان قصوں کو از سر نو لکھنے کا خیال پیدا کیا
اس لئے ماسٹر ہی کے نام میں اپنی اس کوشش کو معنون کرتا ہوں۔

مجنوں

سنگھاسن بتیسی ۳۲

آغاز داستان

ہزاروں برس گذرے کہ ہندوستان کے مشہور ملک مالوہ میں ایک بہت بڑا شاندار اور ہمقدر بادشاہ راج کرتا تھا۔ جو بہادری اور طاقت میں رستم، عدل و انصاف میں نوشیرواں، اور خیرات اور دان پن میں اپنے زمانے کا حاتم تھا۔ دینداری اور پرہیزگاری میں بھی کوئی اس کا جوڑ نہیں تھا۔ اپنے دھرم کی حفاظت کرنا وہ اپنا سب سے پہلا فرض سمجھتا تھا۔ اس کے راج میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے اس کی دریائے سخاوت سے فائدہ نہ پہونچا ہو۔ اس بادشاہ کا نام راجہ بھوج تھا۔ اس کی راجدھانی اجین تھی۔ جہاں جہاں اس کا راج تھا لوگ امن اور چین کی بنسی بجایا کرتے تھے۔ راجہ خوش، رعیت آباد، دوست خرم اور دشمن برباد تھے۔ اس کے عدل اور

انصاف کا یہ حال تھا کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ جنگل میں سونا اچھالتے چلے جائیے مگر کیا مجال کہ کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ خدا کا پیارا اور بیکسوں کا سہارا تھا۔ صورت، شکل بھی خدا نے ایسی دی تھی کہ یوسف کو چھپائیے اور اس کو دیکھئے۔ عقل و فراست اور حکمت و دانش میں دور دور کوئی اس کی ٹکّر کا نہ تھا۔ کون سا علم یا فن تھا جو اس کے ناخنوں میں نہ پڑا ہو۔ دنیا بھر کی اچھائیاں خدا نے اس میں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں۔ اس کی راجدھانی اس قدر گنجان تھی کہ آبادی کی کثرت سے تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ تمام گلی کوچے آباد، اور چھوٹے بڑے خوش اور مگن تھے۔ ہر طرف عظیم الشان عمارتیں آسمان سے بات کرتی تھیں۔ جگہ جگہ گلاب باڑیاں جنت کے باغوں کو مات کرتی تھیں۔ چوپڑ کے بازار اور ہر چوراہے پر موتی اُچھالتے ہوئے فوارے، جا بجا نہریں جاری، ہر طرف دکانیں لکھو کھا روپیہ کے مال اور اسباب سے بھری ہوئی۔ ہر دکاندار، صراف، بزاز، کاریگر، سُنار، سادہ کار، لوہار، بڑھئی، کسیرا، پٹوا، کناری باف، کوفتہ گر، جلا کار، آئینہ ساز اپنے اپنے کام میں مصروف۔ جوہری بازار سے نکل جائیے تو دکان میں لعل، الماس، موتی، مونگے، یاقوت، زمرد، نیلم، پکھراج کشتیوں میں قرینہ سے لگے ہوئے تھے۔ گاہکوں اور بیوپاریوں سے بازار بھرا رہتا ہے پھل والوں کی منڈی خوشرنگ اور خوش ذائقہ میووں سے اس طرح سجی ہوئی کہ دیکھ کر منہ میں پانی بھر آئے۔ جدھر دیکھو سیب، بہی، ناشپاتی، انگور،

انار سوکھے میووں کے ڈھیر اور تازہ پھلوں کے انبار لگے تھے۔ ایک طرف
پری جمال سندر مالنیں پان کی گلوریاں منہ میں دبائے، سولہوں سنگار
بتیسوں ابرن کئے صدائیں لگا رہی تھیں کہ "کیا موتیا ہے"، "کیا
چنبیلی ہے"۔ تنبولیوں کی دکانیں بیڑوں سے سجی ہوئی حسین اور البیلی
تنبولنیں حسن کا بازار چمکائے ہوئے شوقین خریداروں کے منہ لال کر رہی
تھیں۔ ایک طرف گندھیوں کی دکانوں پر عطر، پھلیل کے کنٹر قاعدے
سے لگے ہوئے۔ اگر کوئی اس راہ سے گذر جائے تو دماغ خوشبو سے بس جائے
ہر چورا ہے پر چہل پہل چوک بنا ہوا۔ مینا بازار لگا ہوا۔ شام کے وقت نخاس
میں گدڑی لگی ہوئی۔ نیا اور پرانا ہر قسم کا سامان کوڑیوں کے مول۔
ہر طرف چھیل چھبیلے بھشتی کیوڑے میں بسا ہوا ٹھنڈا پانی مشکوں میں
بھرے گشت لگا رہے تھے اور کیوڑے سے چھڑکاؤ کر رہے تھے۔ کہیں
قصہ خوانی، کہیں ناچ رنگ، بالاخانوں پر نظر ڈالئے معلوم ہو گویا
جنت سے حوریں اتر کر کرسیوں اور تختوں پر آ بیٹھی ہیں۔ یہاں کے
پھول اور باغوں نے کبھی خزاں کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ چڑیاں جال اور
چڑیمار کے نام سے ناواقف تھیں۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے
میووں کے درخت اس طرح جھومتے تھے جیسے متوالے۔ تھوڑے تھوڑے
فاصلے پر پھلواریاں لگی ہوئی، جگہ جگہ خوشنما حوض اور تالاب بنے ہوئے جن میں
کنول اور نیلوفر کھلے ہوئے۔ کنوؤں اور نالیوں میں پانی کی سیر، پنگھٹ پہ
حسینوں کے جمگھٹ۔ گلستانوں میں پریوں کے جھرمٹ۔ مہاراجہ کے

چوراسی محل عجیب عجیب وضع و قطع کے بنے ہوئے تھے جن کو فن عمارت کا شاہکار کہئے۔ ہر محل میں دالان کے اندر دالان۔ بارہ دریاں، بالاخانے، چو محلے، پنج محلے، کہیں رنگ محل، کہیں شیش محل، ہر طرف عیش محل، اٹاریاں، بنگلے سجے سجائے، چلمنیں اور پردے دروازوں پر پڑے ہوئے۔ زمین پر رنگ برنگ کے فرش، سوزنی، چاندنیاں، شطرنجیاں اور قالینیں بچھی ہوئی۔ جا بجا مسندیں اور تکیے لگے ہوئے، شہ نشینوں میں گنگا جمنی جڑاؤ کرسیاں بچھی ہوئی۔ طاقوں میں گلاب، کیوڑہ، بید مشک کے قرابے سلیقہ سے دھرے ہوئے۔ تاش بادلہ کے سائبان کھنچے ہوئے۔ موتیوں کے جھالردار سائبان تنے ہوئے۔ صحن میں کیاریاں بنی ہوئیں۔ چو پڑ کی نہریں پانی سے بھری ہوئی لہریں لے رہی ہیں۔ حوض گلاب و بید مشک سے لبالب بھرے ہوئے۔ بیچ میں فوارے چھوٹ رہے تھے۔ چاروں طرف نہریں جاری تھیں۔ سرو شمشاد ہاتھ باندھے کھڑے۔ روشیں اور ٹٹیاں سب درست۔ کیاریوں میں ہزاروں رنگ کے پھول کھل رہے تھے۔ ہر شاہی محل میں ایک نہ ایک رانی مزے سے زندگی گذار رہی تھی اور ناز نخرے کا وہ بازار گرم کئے ہوئے تھی کہ کیا مجال راجہ کا دل ہاتھ سے جانے پائے۔ رات دن ناچ رنگ سے کام تھا۔ راجہ خود بھی جلسے کے قاعدے قانون کا ایسا ماہر کہ اگر رانیوں کے منہ سے پھول جھڑتے تھے تو وہ بات بات میں موتی پروتا تھا۔ راجہ کے دربار میں نو انمول موتی ایسے موجود تھے جو زمانے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ ہر فن میں طاق، ہر ہنر میں مشاق تھے

اور "نورتن" کے نام سے مشہور تھے۔

راجہ اندر اس کے دربار کی شان و شوکت دیکھ کر شرماتا تھا اور اس کی سبھا کا رنگ دیکھ کر مارے خفت کے منہ چھپاتا تھا۔ مرد اور عورت اس کے حسن کے پروانے اور اس کے رعب و داب کے دیوانے تھے۔ جس کسی نے ایک نظر دیکھا لٹو ہو گیا۔ اور جس کسی نے اس کے حسن و جمال کا چرچا سُنا بن دیکھے اس کا دلدادہ بن گیا۔ راجہ جوانی کی مدھ میں سرشار، منموہن کا اوتار، نوجوان تیز اور چالاک اور صاحب تدبیر تھا۔ اس کے سیر و تفریح کے لئے باغبانوں نے کوسوں تک کیاریاں بنائی تھیں اور رنگا رنگ کے پھولوں کی بہاریں دکھائی تھیں۔ انھیں باغوں کے برابر کسی کسان نے ایک کھیت میں کھیرے بوئے تھے۔ جب بیج پھوٹے، پودے اُگے، بیلیں پھیلیں اور تمام کھیت سرسبز و شاداب ہو گیا تو اس میں زرد زرد پھولوں نے اور ہی گُل کھلائے۔ جب وہ کھیت پھلا پھولا اور تیاری پر آیا تو کسان کھیت کی رکھوالی کے لئے کوئی جگہ ڈھونڈنے لگا۔ اس کھیت کے وسط میں زمین کا ایک چوکور قطعہ بالکل خالی رہ گیا تھا اور وہاں کوئی چیز نہیں اُگی تھی۔ کسان نے اسی خالی جگہ میں کھمبے گاڑ کر ایک مچان باندھ لی۔ جب وہ اس مچان پر چڑھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا تو اس کی عجیب حالت ہوئی۔ اس کا دماغ پھر گیا اور چلّا کر کہنے لگا کہ "کوئی ہے جو اسی وقت جائے اور راجہ بھوج کو اس کے قلعہ سے پکڑ کر ہتھکڑی، بیڑی ڈال کر ہمارے سامنے حاضر کرے اور اس کی سزا کو پہونچائے"۔ اتفاق کی بات راجہ کے

نوکروں میں سے ایک شخص نے اس کاشتکار کی یہ گستاخی کی باتیں سُن لیں۔ فوراً اس کی ٹانگ پکڑ کر اُسے مچان سے نیچے گرادیا اور اس کے منہ پر اتنے تھپڑ مارے کہ تمام منہ سوج گیا اور کان پکڑ کر اس قدر اٹھایا بٹھایا کہ اس کا تمام نشہ ہرن ہوگیا۔ کسان روتا ہوا اس کے پاؤں پر گر پڑا اور گڑگڑا کر کہنے لگا کہ "میں نے ایسا کیا قصور کیا جو اس سزا کو پہونچا"۔ یہ واقعہ دیکھ کر راہگیروں کا ٹھٹھ لگ گیا۔ ان سب نے ڈانٹا کہ "کہاں راجہ بھوج اور کہاں بھوجوا تیلی" کمبخت تو نے ایسی گستاخی کی ہے کہ اگر راجہ سُنے تو تجھے زندہ گاڑ دے"۔ یہ سُن کر کسان کے ہوش اڑ گئے۔ عاجزی کے ساتھ معافی مانگی۔ الغرض لوگوں نے ڈانٹ ڈپٹ کر کے چھوڑ دیا۔ راجہ کا سپاہی بھی آیندہ کے لئے تنبیہ کر کے چلا گیا۔ مگر اس کے بعد بھی جب کبھی وہ کسان مچان پر چڑھتا تو اسی قسم کی بکواس کرنے لگتا۔ ایک دن وہ کسان حسب معمول مچان پر چڑھا اور وہی بڑبڑ شروع کی کہ "کہاں ہیں وزیر اور راج درباری آئیں اور اس جگہ نفیس سے نفیس محل اور قلعے بنوائیں اور اس قلعے میں ہر قسم کا سامان جنگ جمع کریں۔ کیونکہ ہم راجہ بھوج سے لڑ کر اس کو قتل کریں گے وہ دغاباز ہے اور ہماری سات پشت کا راج دبائے بیٹھا ہے"۔ عین اسی وقت چار شاہی ہرکارے کسی کام سے اس طرف سے گزر رہے تھے۔ انھوں نے جب اس کسان کے منہ سے اس قسم کی واہی تباہی باتیں سنیں تو وہ بھلا سنجلے ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص کو بہت غصہ آیا اور وہ بولا کہ "یہ ڈھیٹ کسان تو اس قابل ہے کہ اس کی گردن مار دی جائے"

دوسرے نے جو کسی قدر نرم دل تھا کہا کہ "گنوار اور جاہل آدمی ہے۔ دماغ ٹل گیا ہے۔ گوشمالی اور تنبیہ کرکے چھوڑ دیا جائے۔ یا اس کی مُنڈیاں کس کر دربار میں حاضر کیا جائے"۔ تیسرے نے کہا کہ "معلوم ہوتا ہے نشہ باز آدمی ہے۔ شراب کے نشہ میں چور ہو رہا ہے اسی لئے جو منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے"۔ چوتھے نے کہا کہ "اس وقت کام میں دیر ہوتی ہے۔ جانے دو پھر سمجھ لیا جائے گا"۔

الغرض وہ ہرکارے آپس میں اسی قسم کی باتیں کرتے ہوئے راجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مجرا بندگی کرکے جس کام کے لئے ان کو بھیجا گیا تھا اس کے متعلق اپنی کارگذاری بیان کی۔ راجہ نے تمام حال سُن کر دریافت کیا کہ ظاہر میں تو ہماری سلطنت میں تمام رعایا خوش اور بے فکر نظر آتی ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ لوگ اپنے گھروں میں ہماری نسبت کن کن خیالوں کا اظہار کیا کرتے ہیں؟ ہرکاروں نے ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور کے اقبال سے تمام ملک اور ساری رعیت شاد اور آباد ہے۔ لیکن فلاں علاقہ میں ایک کھیت ہے جو ایک ٹیلہ پر واقع ہے۔ اس کھیت کا مالک کسان جب مچان پر چڑھتا ہے تو اس پر نہ معلوم کیا اثر ہو جاتا ہے کہ وہ فوراً واہی تباہی بکنے لگتا ہے اور مہاراج کی شان میں بھی گستاخ اور بیہودہ باتیں بکنے لگتا ہے۔ لیکن جب وہ مچان پر سے اترتا ہے تو وہ اثر پھر ختم ہو جاتا ہے اور وہ اپنی اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ راجہ نے فرمایا کہ ہم یہ تماشہ کیفیت اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہم کو اس جگہ لے چلو۔ اور اس کسان اور مچان کی حالت دکھاؤ۔ ہرکارے خوشی خوشی راجہ کو اس مقام پر لے گئے اور مچان کے قریب ہی ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کسان آیا اور مچان پر چڑھا۔ مچان پر قدم رکھتے ہی اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور وہ دیوانوں کی طرح چلّا کر کہنے لگا کہ "کہاں ہیں ہمارے نمک حلال، جاں نثار اور بہادر سپاہی! اسی وقت جائیں اور راجہ بھوج کو اس کے قلعہ سے گرفتار کر کے لے آئیں اسے پھانسی دیدیں اور ہمارا راج اس سے واپس لیں۔ اس سے ان کو دین اور دنیا دونوں کا فائدہ حاصل ہوگا۔"

یہ حال دیکھ راجہ اپنے دل میں ڈرا اور وہاں سے فوراً اپنے قلعہ میں واپس آیا۔ رات بھر مارے فکر اور ڈر کے نیند نہیں آئی۔ جوں توں کر کے رات کاٹی۔ صبح کو اشنان کیا۔ درباری لباس پہنا اور دربار لگایا۔ پنڈتوں اور جوتشیوں کو بلا کر ان سے رات کا تمام ماجرا بیان کیا۔ جوتشیوں نے سوچ بچار کر کہا کہ:۔

"مہاراج ہمارے بچار میں وہاں لکچھمی کا لچھمن نظر آتا ہے۔" تمام پنڈتوں نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا کہ اس مقام پر بہت بڑا خزانہ ہے۔" یہ سُن کر راجہ نے بیشمار بیلدار اور مزدور بلائے اور ان کو حکم دیا کہ اس جگہ جائیں اور وہاں کی ساری زمین کھود ڈالیں۔ حکم کی دیر تھی سیکڑوں مزدور مل کر زمین کھودنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد خود راجہ بھی اپنے مصاحبوں اور درباریوں کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ جب بیلدار اس مقام کی

بہت سی مٹی کھود چکے تو وہاں تخت کا ایک پایہ نظر آیا۔ راجہ نے حکم دیا کہ بڑی احتیاط کے ساتھ زمین کھودی جائے تاکہ تخت کو کوئی صدمہ نہ پہونچنے پائے۔ جب کھودتے کھودتے تخت کے چاروں گوشے نظر آنے لگے تو راجہ نے حکم دیا کہ تخت کو احتیاط کے ساتھ سنبھال کر باہر نکالا جائے۔ سب زور لگاتے لگاتے تھک گئے مگر وہ تخت ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس وقت ایک پنڈت نے عرض کیا کہ "مہاراج یہ سنگھاسن دیوؤں یا دیوتاؤں کا بنایا ہوا ہے۔ یہ جب تک بلیدان نہ لے گا اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہلے گا۔ جب اس کو بل دے چکیں گے تو وہ بغیر زور آپ سے آپ باہر نکل آئیگا۔" راجہ نے فوراً بے شمار بکروں اور بھینسوں کی وہیں قربانی چڑھائی۔ چاروں طرف باجے بجنے لگے اور جے جے کار ہونے لگی۔ اس قدر بھینٹ لینے کے بعد وہ تخت ہاتھ لگاتے ہی خود بخود اُٹھ آیا۔ تخت کو گرد اور مٹی سے اچھی طرح صاف ستھرا کر کے ایک ہموار جگہ رکھا گیا۔ راجہ تخت کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ صاف ستھرا ہونے کے بعد وہ تخت جواہر نگار اس طرح چمکنے لگا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔ صناعوں نے اس سنگھاسن کو اس سلیقہ اور ہنرمندی سے بنایا تھا کہ کسی نے نہ ایسا دیکھا تھا نہ سنا۔ تخت کے ہر طرف آٹھ آٹھ پتلیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہر پتلی کے ہاتھ میں کنول کا ایک پھول تھا۔ اگر سریامنی بھی اسے دیکھتے تو حیران رہ جاتے۔

راجہ نے کاریگروں کو طلب کر کے حکم دیا کہ جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو وہ خزانۂ شاہی سے لے لیا جائے اور جس جس جگہ سے جواہرات گر گئے ہیں اصل کے مطابق پھر جڑ دئے جائیں مگر کام میں بہت جلدی کی جائے۔

یہ حکم دے کر راجہ محل میں داخل ہوا۔ سنگھاسن کی مرمت ہونے لگی۔ پانچ مہینے میں بالکل تیار ہو گیا اور سب پتلیاں بن کر ایسی نظر آنے لگیں کہ بس اب بولنے لگیں گی۔ ہر پتلی کی آنکھیں ہرن کی سی، کمر چیتے کی سی، پاؤں کا یہ انداز گویا ہنس کی چال دیکھنے میں آئے گی جس کسی نے ان پتلیوں کو دیکھا اپنی آنکھوں کی پتلیوں میں جگہ دی۔ سنگھاسن کو دیکھ کر پنڈتوں نے اس کا حال راجہ سے اس طرح بیان کرنا شروع کیا:۔

"مہاراج سنیئے! مرنا جینا بھگوان کی مرضی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ جیتے جی سب جیون کا سکھ کر لے۔" یہ سن کر راجہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ "شاید یہ پتلیاں قدرت نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہیں۔ یا راجہ اندر کے یہاں کی اپسرائیں ہیں۔ اے پنڈتو! تم نیک ساعت، اچھی لگن بچارو۔ تاکہ میں اس ساعت میں اس سنگھاسن پر بیٹھوں۔" پنڈتوں نے بچار کر کے کاتک کے مہینے میں ایک دن شبھ لگن ٹھہرایا جس کی تمام ساعتیں مبارک تھیں اور وہی دن تخت نشینی کے لئے مقرر کیا گیا۔ الغرض تخت نشینی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اس راج میں جتنے باجگذار راجہ تھے جتنے صاحب علم و فضل پنڈت تھے اور جتنے دور نزدیک اپنے دوست، احباب اور قرابت دار تھے۔ سب کے نام دعوت نامے بھیجے گئے۔ جشن تخت نشینی کے دن پنڈت لوگ وید پڑھنے لگے۔ گویئے فن موسیقی میں اپنے اپنے کمال دکھانے لگے۔ بھاٹوں نے تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔ ہر طرف شادیانے بجنے لگے۔ ناچ رنگ کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ تمام مہمانوں کی پرتکلف

کے ساتھ ضیافت کی گئی۔ برہمنوں کو معافی میں گاؤں دئے گئے۔ بھوکوں کو کھانا
کھلایا گیا۔ رعایا کو روپیہ پیسہ سے مالامال کر دیا گیا۔ فقیروں کو امیر بنا دیا گیا۔
فوج کو وردیاں بانٹی گئیں اور ترقی سے سرفراز کیا گیا۔ ہمنشینوں، مصاحبوں
اور جلیسوں پر طرح طرح کی نوازشیں ہوئیں۔ دربار عام منعقد ہوا۔ وسط میں
وہ سنگھاسن رکھا گیا۔ تمام اہل دربار خوشیاں منانے لگے۔ راجہ خوشی خوشی
خدا کا نام لیتا ہوا "سری گنیش آئیمہ" مناتا ہوا سنگھاسن کے پاس جا کر
کھڑا ہوا۔ اور تخت پر بیٹھنے کے لئے داہنا پاؤں بڑھایا کہ سنگھاسن کی تمام
پتلیاں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ راجہ کو تمام دربار کے سامنے جھینپنا پڑا۔ دل پر
کچھ ڈر بھی طاری ہوا۔ حیرت یہ تھی کہ یہ بیجان پتلیاں جاندار کیونکر ہو گئیں۔
طیش میں آ کر پاؤں کھینچ لیا اور پتلیوں سے دریافت کیا کہ "تم کس بات پر
ہنسیں۔ تم نے کیا دیکھا۔ بیان کرو۔ کیا میں راجہ کا بیٹا نہیں ہوں؟ یا
شہزادہ نہیں ہوں یا قوم کا چھتری نہیں ہوں، یا دریا دل نہیں ہوں، کیا میں
نامرد ہوں، بیرحم ہوں، کیا دوسرے راجہ میرے ماتحت نہیں ہیں، کیا میں
پنڈت یعنی صاحب علم و فضل نہیں ہوں؟ کیا میری رانیوں میں کوئی پدمنی
نہیں ہے؟ یا میں تدبیر و سیاست کے اصول سے ناواقف ہوں؟ کیا میں کسی کی
مجلس میں دب کر بیٹھا ہوں؟ پھر مجھ میں کون سی ایسی بات تم نے دیکھی
جو تم ایک ان سے بے اختیار ہنس پڑیں؟ بتاؤ کیا بات ہے؟" یہ بات سن کر
ان پتلیوں میں سے پہلی پتلی جس کا نام "رتن منجری" تھا بولی۔

۱- رتن منجری
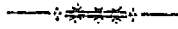
مہاراج! میری عرض کان لگا کر سنئے۔ آپ جوہر شناس اور قدردان ہیں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ سب درست اور سب بجا۔ یہ مان لیا کہ آپ بزرگی اور دبدبہ میں سورج کو بھی مات کرتے ہیں پھر بھی آدمی کو گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے۔ میں ایک پرانا قصہ سناتی ہوں۔ کائنات کی کوئی انتہا نہیں۔ خدا کی دنیا بہت وسیع ہے۔ ہر قدم پر دولت کا خزانہ موجود ہے۔ جگہ جگہ آبِ حیات کا چشمہ جاری ہے۔ مگر بدقسمت ہیں وہ لوگ، جو دیکھتے تو ہیں مگر دیکھتے نہیں مہاراج! آپ کیا سمجھتے ہیں۔ دنیا میں آپ جیسے کروڑوں بھرے پڑے ہیں۔ آپ بس اسی قدر دولت اور مرتبہ میں اپنے کو بھول گئے۔ سنئے مہاراج! جس راجہ کا یہ سنگھاسن ہے اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ ملازم آپ کی ٹکر کا تھا۔

پتلی کی اس بیباکی پر راجہ غصہ میں آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ "میں اس منحوس سنگھاسن کو ابھی توڑے ڈالتا ہوں" یہ حال دیکھ کر راجہ کے پروہت برروچی نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ "خداوند نعمت! یہ بات انصاف سے دور ہے۔ پہلے پتلی کی پوری بات سن لیجئے پھر جو دل میں آئے کیجئے" یہ سنکر راجہ پتلی کی طرف مخاطب ہوا اور حکم دیا کہ وہ اپنا قصہ بیان کرے۔

پتلی بولی "میں کیا بیان کروں۔ آپ تو اتنی ہی سی بات سن کر

آپے سے باہر ہو گئے۔ جب اس راجہ کی تمام حقیقت سنیں گے تو تمام حاضرین دربار کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ ہماری زبان نہ کھلوایئے۔ ہم تو اسی روز مر چکے تھے اور یہ سنگھاسن اسی روز ٹوٹ چکا تھا جس روز ہم راجہ بکرماجیت سے جدا ہوئے تھے اب ہمیں کس کا ڈر ہے۔"

پتلی کی یہ بات سن کر راجہ کے وزیر نے کہا کہ "ناک بھوں کیوں چڑھاتی ہے؟ اپنے راجہ کا حال بیان کیوں نہیں کرتی؟ بھید کیوں چھپاتی ہے؟"

پتلی نے کہا "سنئے مہاراج! راجہ شاکھے بندھ ایک نہایت طاقتور فرمانروا گذرا ہے جس کا پایۂ تخت شہر امباوتی تھا۔ یہ راجہ بڑی شان و شوکت والا تھا اور بڑا دیندار تھا۔ ہمیشہ دیوتاؤں کی پوجا پاٹ اور خیر خیرات میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے بعد شیام سومیر اس شہر کا راجہ ہوا۔ یہ اگرچہ قوم کا برہمن تھا مگر اپنے وقت کا بہت زبردست راجہ تھا۔ اس کے بعد اس ملک کا راجہ گندھرپ سین ہوا۔ اس راجہ کے جاہ و جلال کا ڈنکا ساری دنیا میں بجنے لگا۔ اس کے رنواس (محلسرائے شاہی) میں چاروں ورن کی رانیاں تھیں یعنی ایک برہمنی تھی۔ دوسری چھتری نی۔ تیسری ویشیانی اور چوتھی شودرنی۔ ان رانیوں میں جو برہمنی تھی وہ نہایت خوبصورت اور نازک اندام تھی۔ اس کے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام براہمنیت رکھا گیا۔ علم و کمال میں اس شہزادے کا یہ عالم تھا کہ کوئی اس کی برابری کا دعوےٰ نہیں کر سکتا تھا۔ دنیا کا کوئی علم ایسا نہ تھا جس پر اس کو عبور حاصل نہ ہو۔ اس کی پیشینگوئی کبھی غلط نہیں ہوتی تھی۔ موت تک کا حال معلوم کر لیتا تھا۔

دوسری رانی یعنی چھتراانی کے پیٹ سے تین بیٹے پیدا ہوئے جنھوں نے چھتریوں
کی معاشرت اختیار کی۔ یہ تینوں شہزادے ایک سے ایک جری اور شہزور
ہوئے اور دنیا میں ان کا نام ہوا۔ بڑے شہزادے کا نام سنگھ منجھلے کا نام
بکرم اور سب سے چھوٹے کا نام بھرتری تھا۔ لوگ ان تینوں شہزادوں کو
کلپ برکھ کہتے تھے۔ ویشیانی سے جو بیٹا پیدا ہوا اس کا نام چندر رکھا
پڑا۔ یہ شہزادہ نہایت کریم النفس اور سخی تھا۔ شودرنی کے پیٹ سے جو لڑکا پیدا
ہوا اس کا نام دھنونتری تھا۔ یہ شہزادہ بیدوں میں سب سے بڑا بید گذرا ہے۔
غرضکہ راجہ کے چھ بیٹے پیدا ہوئے جن میں ایک سے ایک لائق و
فائق تھا۔ جو لڑکا برہمنی کے پیٹ سے تھا وہ راجہ کا وزیر اعظم تھا۔ ایک دن
اس شہزادہ سے کوئی خطا ہوئی جس کی وجہ سے اس کو معزول کر دیا گیا۔
وہ لڑکا وہاں سے نکل گیا اور شہر دھارا پور میں پہونچا۔ مہاراج یہ آپ کے
باپ دادوں کا شہر تھا۔ ان سب نے اس نووارد شہزادے کی خوب خاطر
مدارات کی۔ وہاں کے راجہ آپ کے پتا تھے۔ کچھ عرصہ بعد اس شہزادے
نے دغا کی اور راجہ کو قتل کر ڈالا اور اس جگہ خود راجہ بن بیٹھا۔ اس کے بعد
اجین میں آیا۔ مگر یہاں آکر مر گیا۔ اس کے بعد سنگھ جو راجہ کا بڑا بیٹا تھا
اور چھترانی کے پیٹ سے تھا یہاں آکر حکومت کرنے لگا۔ ایک دن پنڈتوں
نے آکر راجہ سنگھ سے عرض کیا کہ "مہاراج! آپ کا ایک دشمن دنیا میں
پیدا ہو گیا ہے"۔ یہ بات سن کر راجہ میں کچھ حیرانی اور ڈر پیدا ہوا۔ اور
اس کی مفصل کیفیت پوچھی۔ پنڈتوں نے بیان کیا کہ "ہم نے بچار کر کے

معلوم کیا ہے کہ سنگھ کو قتل کر کے بکرم راج کرے گا۔" یہ سن کر راجہ ہنسا اور کہنے لگا کہ "تم لوگ پاگل ہو گئے ہو۔ تم کو غیب کا حال کیونکر معلوم ہو سکتا ہے۔ تمھاری تمام کنڈلیاں جھوٹی ہیں۔" یہ سن کر سب پنڈت خاموش ہو گئے۔ اور اپنے اپنے گھر جا کر نجوم دیکھنے لگے۔ ایک پنڈت بولا "میرے خیال میں راجہ بکرم نزدیک ہی آ پہونچا ہے۔" دوسرا بولا کہ "یہیں کسی جنگل میں موجود ہے۔" تیسرے نے کہا کہ "اس جنگل میں ایک تالاب بھی ہے۔ اسی کے کنارے اس نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔" اس کے بعد ایک برہمن انھیں میں سے جنگل میں گیا اور دیکھا کہ ایک تالاب کے کنارے راجہ بکرم ریاضت (تپسیا) میں مشغول ہے۔ مٹی کا ایک مہادیو بنا کر اس کی پوجا کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ برہمن واپس آیا اور سب پنڈتوں کو ساتھ لے کر راجہ کے پاس گیا اور کہا کہ "مہاراج نے ہماری بات کو غلط سمجھا تھا مگر وہ سچ نکلی۔ ہم خود دیکھ آئے ہیں کہ راجہ بکرم آ پہونچا ہے اور فلاں جنگل میں اس کا پڑاؤ ہے۔ اس وقت تو راجہ سنگھ چپ رہا۔ لیکن دوسرے روز علی الصباح اس جنگل میں پہونچا اور چھپ کر دیکھنے لگا کہ راجہ بکرماجیت کیا کر رہا ہے بکرماجیت نے اپنی جگہ سے اٹھ کر تالاب میں غسل کیا اور پھر اپنے آسن پر آ بیٹھا اور مہادیو کی پوجا کرنے لگا۔ راجہ سنگھ بھی وہاں جا کر کھڑا ہو گیا جب بکرماجیت مہادیو کی پوجا کر چکا تو راجہ سنگھ نے اس کی مورت پر پیشاب کر دیا۔ راجہ کے تمام ہمراہی یہ دیکھ کر بہت گھبرائے اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ راجہ سنگھ کی عقل

ماری گئی ہے۔ وہ واقعی پاگل ہو گیا ہے۔ اس کے پوجے ہوئے دیوتا پر پیشاب کر دیا۔ جب برہمنوں نے راجہ کو اس ناشائستہ حرکت پر ملامت کی تو اس نے جواب دیا کہ "ہم ذات کے برہمن ہیں۔ ہم دیوتا کو پوجتے ہیں مٹی کو نہیں پوجتے۔" برہمنوں نے کہا کہ "مہاراج! ہمارے نزدیک یہ بات نامناسب ہوئی ہے۔ سچ ہے جب انسان کے دن قریب آتے ہیں تو اس کی عقل جاتی رہتی ہے۔" راجہ نے کہا کہ "تم خود پاگل ہو۔ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ قسمت کے لکھے کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔"

الغرض راجہ سنگھ نے راجہ بکرم کو قتل کرنے کی تدبیر سوچی۔ کوئلہ لے کر سات لکیریں جادو کی کھینچیں اور ان پر پھوس بچھا دیا اور ایک چھری پر منتر پڑھ کر ہاتھ میں لیا۔ ان سات لکیروں کی یہ تاثیر تھی کہ جس شخص کے پاؤں ان پر پڑ جائیں وہ پاگل ہو جائے۔ ایک کھیرا منگا کر اس پر بھی منتر پڑھا۔ اس چھری اور کھیرے میں یہ اثر تھا کہ اگر کوئی شخص اس کھیرے کو اس چھری سے کاٹے تو اس کا سر فوراً دھڑ سے الگ ہو جائے۔ پھر اس نے پنڈتوں سے کہا کہ "راجہ بکرم کو بلاؤ تاکہ ان لکیروں پر سے گذر کر آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھیرا کھائے۔" راجہ بکرم کو بلایا گیا۔ وہ خود جوگی تھا اور ایسے جادو منتر سے خوب واقف تھا۔ وہ آیا تو ساتوں لکیروں سے بچ کر آیا۔ اور راجہ کے پاس سنگھاسن کے قریب جا کھڑا ہوا۔ راجہ نے اس کے ہاتھ میں چھری اور کھیرا دیا۔ بکرم نے داہنے ہاتھ میں چھری اور بائیں ہاتھ میں کھیرا سنبھالا اور راجہ سنگھ کی آنکھ بچا کر اس کے سینہ میں چھری اتار دی

اور وہیں اس کا کام تمام کر دیا۔

اس قدر بیان کرکے رتن منجری نے کہا کہ "سنئے مہاراج! اگر خدا چاہے تو رائی کو پہاڑ کر دے اور اگر پھر چاہے تو پہاڑ کو پیس کر رائی بنا دے۔ شاستروں میں جو دیکھا ہے وہ جھوٹ نہیں ہوتا۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں آتا ہے تو چار باتیں اپنے ساتھ لاتا ہے۔ نفع، نقصان، دکھ، سکھ، اس کے بعد چاہے تین لوک اور چودہ طبق میں پھرے قسمت کا لکھا مٹتا نہیں۔

غرضکہ راجہ بکرم نے اپنے بھائی کو قتل کیا۔ اور اس کے خون کا قشقہ اپنے ماتھے پر لگایا اور سنگھاسن پر جا بیٹھا۔ راجہ سنگھ کی رانی اپنے شوہر کی لاش گود میں لے کر ستی ہو گئی۔ اس کے بعد راجہ بکرماجیت نہایت عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ تمام باجگذار راجاؤں نے اس کو اپنا مہاراج مانا اور اس کے دربار میں رہنے لگے۔

کچھ عرصہ بعد راجہ بکرماجیت ایک روز شکار کو روانہ ہوا۔ شکاری کتے، باز، بہری ساتھ لئے۔ تمام گل چلے اور تیر انداز ہمرکاب چلے۔ ایک جنگل میں ہرنوں کا ایک غول کلیلیں کر رہا تھا۔ راجہ نے ایک خوبصورت، سیاہ ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ تھوڑی دیر بعد راجہ اپنے ساتھیوں سے بہت دور چھوٹ گیا اور ایک بڑے گنجان جنگل میں جا نکلا۔ یہاں پہونچ کر وہ ہرن نظروں سے غائب ہو گیا۔ راجہ سخت پریشان ہوا۔ ادھر ادھر دیکھا تو ایک آسمان سے باتیں کرتے ہوئے درخت پر نگاہ پڑی۔ فوراً جڑ سے گھوڑا باندھ کر اس درخت کی چوٹی پر

چڑھ گیا اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر ہر طرف جنگل ہی جنگل نظر آیا۔
لیکن ایک طرف جو نگاہ پڑی تو ایک شہر نظر آیا جو بہت آباد معلوم ہوتا تھا
ہواہیں کبوتر اور چیل، کوے اڑ رہے تھے۔ بڑی عمارتوں اور اونچے
اونچے مندروں کے کلس چمک رہے تھے۔ یہ بستی دیکھ کر راجہ کو کسی قدر
اطمینان حاصل ہوا مگر ساتھ ہی لالچ کی رگ بھی حرکت میں آئی اور
جوش میں آکر باواز بلند کہنے لگا کہ "انشاء اللہ کل ہی یہ شہر چھین لوں گا۔
اتفاق کی بات اس شہر کے راجہ کا ایک وزیر جس کا نام لوت برن
تھا اور جو کوے کے روپ میں رہتا تھا اس طرف سے اڑا ہوا جا رہا تھا۔
اس نے جب راجہ بکرم کے منہ سے یہ بات سنی تو سخت غضبناک ہوا
اور اس نے راجہ کے منہ پر بیٹ کر دی۔ راجہ بیحد خفا ہوا مگر کیا کر سکتا
تھا۔ تھوڑی دیر بعد راجہ کے ساتھی بھی وہاں آپہونچے اور راجہ مع
ہمراہیوں کے اپنے شہر میں واپس آگیا اور فوراً اپنے وزیر کو حکم دیا کہ
جس قدر اور جہاں جہاں کوے ملیں وہ سب پکڑ کر لائے جائیں حکم شاہی
سنتے ہی بیشمار صیاد اور بہیلئے چاروں طرف پھیل گئے اور لاکھوں کوے
گرفتار ہو کر پنجروں میں آگئے۔ راجہ نے ان قیدی قفس کوؤں سے دریافت
کیا کہ "اے کمبختو! بتاؤ وہ کون سا کوا ہے جس نے ہماری شان میں گستاخی
کی۔ اگر سچ بتادو گے تو چھوڑ دیے جاؤ گے ورنہ سب کی گردن ماری جائیگی"
یہ سن کر تمام کوے یکزبان ہو کر بولے کہ "جہاں پناہ! کوئی کوا ایسا نہیں
جو گرفتار نہ ہو آیا ہو۔ مگر ہم سب قسمیہ عرض کرتے ہیں کہ جو جرم ہم پر

لگایا جاتا ہے اس کا ہم میں کوئی بھی مرتکب نہیں ہوا"۔ راجہ نے کہا کہ "کیا عجیب بات ہے کہ تم اپنے جرم سے انکار کرتے ہو"۔ تب ایک پرانے کوّے نے عرض کیا کہ "جہاں پناہ! باہوبل نامی ایک عظیم الشان راجہ ہے جس کا راج دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ اس راجہ کا وزیر لوت برن نہایت عقلمند اور بڑا عالم و فاضل ہے۔ وہ ہمیشہ کوّے کے بھیس میں رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ فعل اس سے سرزد ہوا ہو۔ کیونکہ کوّے کی صورت میں صرف وہی ہے جو گرفتار ہو کر یہاں نہیں آیا"۔ راجہ نے فرمایا کہ "اس کے یہاں آنے کی کیا تدبیر ہو۔ ہمارے خیال میں تمھیں اپنا کوئی قاصد روانہ کرو جو اس کو یہاں بلا لائے"۔ الغرض سب کوؤں نے اپنے دو نمائندے منتخب کرکے لوت برن کے پاس روانہ کئے۔ جب وہ وہاں پہونچے تو ان کی خوب خاطر مدارات ہوئی اور معزز میزبان نے ان کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ دونوں کوؤں نے تمام واقعہ بیان کرکے عرض کیا کہ اگر آپ راجہ بکرم کے پاس تشریف نہ لے چلیں گے تو ہم سب کی جانیں جائیں گی"۔ تب لوت برن نے ان کی دلجمعی کی اور اپنے راجہ سے اجازت حاصل کرکے ان کوؤں کے ساتھ راجہ بکرم کے پاس پہونچا۔ راجہ نے نہایت عزت و تکریم کے ساتھ لوت برن کو اپنے پاس بٹھایا اور خیر و عافیت دریافت کی اور جو کچھ حادثہ اس جنگل میں گذرا تھا وہ بھی بیان کیا۔ یہ سن کر لوت برن بولا کہ "مہاراج یہ حرکت میں نے کی تھی جب میں نے آپ کو اس قدر مغرور اور گھمنڈ میں چور دیکھا تو اس وقت مجھے سخت غصہ آیا اور

میں وہ حرکت کر بیٹھا۔" راجہ یہ بات سن کر ہنسا اور کہنے لگا کہ "مجھے غرور کیوں نہ ہو۔ راجہ میں ہوں، بہادر میں ہوں، دانا میں ہوں، عالم میں ہوں، پھر وہ کون سی بات ہے جو مجھ میں نہیں۔" لوت برن نے عرض کیا کہ "جو شہر آپ نے جنگل کے درخت پر چڑھ کر دیکھا ہے وہاں کا قدیم فرمانروا راجہ باہوبل ہے۔ اور وہ اتنا بڑا اور پرتابی بادشاہ ہے کہ آپ کے والد گندھرب سین بھی اس کے ایک وزیر تھے۔ جب باہوبل کو آپ کے والد کی طرف سے کچھ شک گذرا تو آپ کے باپ کو ہمارے راجہ نے برخاست کر دیا۔ وہ وہاں سے شہر امباوتی پہونچا اور وہاں کا راجہ بن گیا۔ اسی کے بیٹے آپ ہیں۔ جن سے تمام دنیا واقف ہے۔ اب جب تک راجہ باہوبل آپ کو راج تلک نہ دیں گے اس وقت تک آپ کا راج تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ جس وقت ہمارے راجہ کو آپ کی خبر پہونچے گی اور وہ چڑھ دوڑے گا تو آپ کی تمام سلطنت کو دم بھر میں جلا کر خاک سیاہ کر دے گا۔ اس لئے جو رائے میں آپ کو دوں آپ اس پر عمل کریں۔ اور وہ صلاح یہ ہے کہ آپ کسی طرح سے اس راجہ کے پاس پہونچ کر ان کو خوش کریں اور ان کے ہاتھ سے راج تلک لیں۔ اس وقت آپ کا راج صحیح ہوگا۔"

راجہ بکرم بہت سمجھدار شخص تھا وہ لوت برن کی باتیں سن کر قطعی نہیں بگڑا۔ اس کے بعد خود لوت برن نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میرے ساتھ چلیں۔ یہ بات طے ہوگئی۔ اور پنڈتوں سے ساعت نیک دریافت کا

کر کے صبح کے وقت دونوں وہاں سے روانہ ہو کر راجہ باہوبل کے شہر میں پہونچے۔ لوت برن نے راجہ بکرم کو تو ایک مکان میں ٹھہرایا اور خود قصر شاہی میں حاضر ہو کر زمین کو بوسہ دیا اور تمام واقعات رتی رتی بیان کئے۔ راجہ نے بکرم کی خبر سن کر فوراً شرف ملاقات بخشا۔ آدھے تخت پر جگہ دی اور خیریت مزاج دریافت کی۔ اس کے بعد اس کے قیام کے لئے ایک محل تجویز کر دیا۔ راجہ بکرم اس مکان میں رہنے لگا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد راجہ بکرم نے لوت برن سے رخصت کئے جانے کا تقاضا کیا۔ وزیر نے کہا کہ "ہمارے راجہ کی عادت نہیں کہ وہ اپنے کسی مہمان عزیز کو آپ رخصت کریں۔ اس لئے آپ خود رخصت کے طالب ہوں اور جس بات کی خواہش ہو وہ بلا کھٹکے راجہ سے طلب کر لیں وہ ہرگز انکار نہ کریں گے۔" راجہ بکرم نے کہا کہ "ہمارے پاس خدا کا دیا سب کچھ ہے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ صرف رخصت چاہیئے۔" اس وقت لوت برن نے کہا کہ "ہمارے راجہ کے خزانے میں ایک طلسمی تخت ہے۔ جو پہلے مہادیو نے راجہ اندر کو دیا تھا۔ اور بعد ازاں وہ تخت راجہ اندر نے ہمارے راجہ کو عطا کر دیا۔ اس سنگھاسن میں یہ خاصیت ہے کہ جو شخص اس پر بیٹھے اُسے تمام دنیا کی سلطنت حاصل ہو اور وہ بے فکری کے ساتھ راج کرے۔ اس تخت میں بے شمار جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ اس تخت کے چاروں طرف بتیس پتلیاں ایسی نصب ہیں جن کے خمیر میں امرت رس کا چھینٹا لگا ہوا ہے۔ مہاراج! آپ رخصت کے وقت ہمارے

راجہ سے وہی تخت طلب فرمالیں اور اس پر بیٹھ کر اطمینان سے راج کریں۔"
صبح کو جب راجہ بکرم راجہ باہوبل کے دربار میں رخصت کی اجازت لینے گیا تو راجہ نے ہنسی خوشی رخصت کرتے ہوئے دریافت کیا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو وہ لے لو۔ راجہ بکرماجیت نے عرض کیا کہ "اگر مجھ پر اس قدر نظرِ عنایت ہے تو وہی تخت جو اندر نے آپ کو دیا تھا مجھے بخش دیا جائے۔" راجہ باہوبل یہ سوال سن کر ہنسا اور کہنے لگا کہ "یہ راز آپ کو میرے وزیر نے بتایا ہے ورنہ آپ کو اس تختِ طلسمی کی کیا خبر ہوسکتی تھی"۔

بہرحال راجہ نے وہ سنگھاسن طلب کیا اور راجہ بکرم کو پان اور تلک دے کر اس تخت پر بٹھا دیا۔ اور فرمایا کہ "لو راجہ بکرم اب تم اجیت (جسے کوئی مغلوب نہ کرسکے) ہوئے"۔ اس طرح "راجہ بکرم اجیت" کو دعا دے کر رخصت کیا۔ اور وہ خوشی خوشی اپنے شہر میں واپس آیا۔ اس کے بعد سے تمام گرد و نواح کے راجہ اس کے باجگذار بن گئے۔ صدہا راجہ مطیع ہوگئے۔ جو راجہ سرکشی کرتا تھا وہ اس پر فوج کشی کرکے ملک چھین لیتا تھا۔ الغرض اس نے ایک وسیع سلطنت قائم کرلی۔ اور عدل و داد کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ اس کی داد و دہش اور انصاف شعاری کی دنیا بھر میں شہرت ہوگئی۔ اس کی سلطنت میں نیک چلنی، دینداری اور پرہیزگاری کا چرچا تھا۔ ہر طرف سے وید اور پران کی آواز آتی تھی۔

ایک روز راجہ بکرم نے دربار منعقد کیا اور ملک کے تمام عالم و فاضل، پنڈت مدعو کرکے اپنی خواہش ظاہر کی کہ دنیا میں اس کے نام کا سن جاری کیا جائے۔ اس لئے جو طریقہ شاستر کا ہو اسی کے مطابق یہ کام شروع کیا جائے۔ پنڈتوں نے عرض کیا کہ مہاراج! "اس وقت آپ کی چار دانگ عالم میں شہرت اور عزت ہے۔ اس لئے اپنے نام کا سن (سمبت) جاری کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ تمام ملکوں کے امیروں، رئیسوں اور عالموں کو طلب فرمائیں۔ ایک قومی جشن منعقد کریں۔ سوا لاکھ کنواری لڑکیوں کی اپنے خرچ سے شادیاں کردیجئے۔ سوا لاکھ گائیں بطور خیرات غربا کو دیجئے۔ سوا لاکھ برہمنوں کو جوڑے پہنا دیجئے۔ تمام برہمنوں کو کھانا کھلایئے اور مالی مدد دیجئے۔ سال بھر کی مالگذاری معاف کردیجئے۔

الغرض راجہ بکرم نے پنڈتوں کی ہدایت کے موافق تمام کام کئے۔ راجہ ایک سال تک اپنے محل میں بیٹھا ہوا پران سنتا رہا اور اس طرح اپنے نام کا سن و سال جاری کیا۔ بادشاہ کی فیاضی اور سخاوت کی تمام دنیا میں شہرت ہوگئی اور آج تک چلی آتی ہے۔

رتن منجری پتلی نے راجہ بکرم اجیت کی اس طرح قصیدہ خوانی کرنے کے بعد کہا کہ "اے راجہ بھوج! اگر آپ اس قابل ہیں تو اس سنگھاسن پر بیٹھیں۔ پتلی کی یہ بات سن کر راجہ خاموش ہوگیا اور خود بھی اپنے نام کا سمبت (سن) جاری کرنے کی ٹھان لی۔ دربار میں اپنے

امرا و وزرا سے صلاح و مشورہ کرتا رہا۔ الغرض تخت پر بیٹھنے کی اس دن کی ساعت یونہی ٹل گئی۔

دوسرے دن راجہ نے سنگھاسن پر بیٹھنے کی پھر تیاری کی۔ جوں ہی تخت کی طرف قدم بڑھایا کہ دوسری پتلی جس کا نام چترریکھا تھا یوں گویا ہوئی:-

۲۔ چترریکھا

"مہاراج! یہ سنگھاسن آپ کے قابل نہیں۔ ایسی بدتمیزی کوئی نہیں کرتا جس پر آپ کمربستہ نظر آتے ہیں۔ اس تخت پر تو وہی شخص بیٹھ سکتا ہے جو بکرم کے مانند ہو۔" راجہ نے دریافت کیا کہ "بکرم میں کیا خوبیاں تھیں؟" پتلی بولی "ایک دن راجہ بکرم کیلاش کو گئے۔ جہاں اس کی ایک جوگی فقیر سے ملاقات ہوئی۔ اس فقیر نے جوگ کے تمام طریقے راجہ کو بتائے۔ راجہ نے اپنے جی میں ارادہ کیا کہ جس طرح ہو سکے جوگ ودیا کو بھی حاصل کیا جائے۔ چنانچہ اپنے شہر میں واپس آکر بکرم نے اپنے چھوٹے بھائی بھرتری کو اپنا جانشین کیا اور کاروبار سلطنت سب چھوڑ کر گلے میں کنٹھا پہنا۔ جسم پر بھبوت ملی اور سنیاسی بن کر جنگل کو نکل گیا اور کوہستان ہمالیہ کے سنسان جنگلوں میں پہنچ کر جوگ سادھنے لگا۔

بکرم کے شہر کے قریب جو جنگل تھا اس میں ایک برہمن تپسیا (ریاضت و نفس کشی) کر رہا تھا۔ وہ ہوا پانی پی کر جیتا تھا۔ ہر طرح نفس کشی کرتا تھا۔ برہمن کا زہد و تقویٰ اور نفس کشی دیکھ کر دیوتا خوش ہوئے اور برہمن سے انھوں نے پوچھا کہ "مانگ کیا مانگتا ہے"۔ برہمن نے

کوئی چیز لینے سے انکار کردیا۔ تب اکاس بانی ہوئی کہ ہم امرت بھیجتے ہیں۔ وہ تو قبول کرے۔" الغرض ایک دیوتا آدمی کی صورت بن کر آیا اور برہمن کو ایک پھل دے کر کہا کہ "اے شخص یہ تیری سخت عبادت کا انعام ہے۔ جو شخص یہ پھل کھائے گا اسے حیات ابدی حاصل ہو جائے گی۔" برہمن وہ پھل لے کر بہت خوش ہوا اور فوراً اپنے گھر واپس آیا اور اپنی بیوی سے تمام ماجرا بیان کیا۔ برہمنی نے جب یہ حال سنا تو یہ حال سن کر رونے لگی۔ اور بولی کہ "مورکھ ہمیشہ زندہ رہنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم ہمیشہ بپت میں مبتلا رہیں اور قیامت تک بھیک مانگتے رہیں۔ طول عمر کے ساتھ جسم کی تمام قوتیں کمزور ہو جائیں گی۔ ہم دونوں ہڈی چمڑے کا ڈھانچہ رہ جائیں گے۔ ایسے جینے سے تو مرنا بہتر ہے۔ الغرض یہ پھل ہمارے لائق نہیں بہتر ہوگا کہ تم یہ پھل لے جا کر راجہ کو دو۔ اور اس کے بدلے میں کچھ دولت لو جس سے بقیہ زندگی عیش و آرام کے ساتھ بسر ہو۔" یہ سن کر برہمن اپنے دل میں کہنے لگا کہ "بیوی سچ کہتی ہے۔ ہمیشہ زندہ رہ کر ہمیشہ کی مصیبت میں کون پھنسے۔" الغرض بیوی کی صلاح سے برہمن وہ پھل لے کر راجہ کے پاس حاضر ہوا اور دعا و تعریف کے بعد وہ پھل راجہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ راجہ نے دریافت کیا کہ "اس پھل کی کیا تاثیر ہے؟" برہمن نے عرض کیا کہ "مہاراج! میں نے عرصہ دراز تک تپسیا کی تھی جس کا انعام دیوتا نے مجھے یہ امر پھل دیا ہے۔ میں ہمیشہ زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ بہتر ہے کہ یہ پھل راجہ نوش فرمائیں۔ سرکار کے دم سے لاکھوں کروڑوں آدمیوں کی

زندگی ہے۔" یہ سن کر راجہ خوش ہوا اور برہمن کو لاکھ روپیہ انعام دے کر وہ پھل لے لیا اور عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ اس کے بعد راجہ نے اپنے دل میں سوچا کہ "میں مرد ہوں۔ اس قدر جلد کمزور نہیں ہوں گا۔ رانی عورت ذات ہے جس کا حسن و جمال جلد ضائع ہو جائے گا۔ رانی مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اس لئے یہ پھل اسے دیا جائے تاکہ اس کی زندگی اور حسن و جمال ہمیشہ برقرار رہے اور میں خود بقیہ عمر اس کے ساتھ داد عیش دیتا ہوں۔" الغرض یہ بات دل میں ٹھان کر راجہ وہ پھل لئے ہوئے محل میں داخل ہوا اور رانی کی نذر کر دیا۔ رانی نے دریافت کیا کہ "یہ کیا چیز ہے۔ اس کی کچھ صفت تو بیان کیجئے۔" راجہ نے کہا کہ "یہ امر پھل ہے اگر آپ اسے کھائیں گی تو ہمیشہ زندہ رہیں گی حسن و جمال میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوگی۔" یہ بات سن کر رانی نے وہ پھل راجہ کے ہاتھ سے لے لیا اور خوش ہو کر کہا کہ "میں یہ پھل ضرور کھاؤں گی الغرض راجہ وہ پھل رانی کو دے کر باہر چلا آیا۔ ادھر دوسرا واقعہ گذرا یعنی رانی کی کوتوال شہر سے آشنائی تھی۔ جب وہ رانی کے پاس آیا تو رانی نے محبت کے جوش میں وہ پھل کوتوال کو دے کر کہا کہ "پیارے یہ امر پھل کھاؤ تاکہ تم ہمیشہ زندہ رہو اور میرے ساتھ عیش کرو۔" کوتوال نے خوش ہو کر وہ پھل لے لیا اور رخصت ہوا۔ ادھر کوتوال کی آشنائی ایک طوائف سے تھی۔ جب وہ اس رنڈی کی ملاقات کو گیا تو اس نے وہ پھل دے کر اس سے کہا کہ "لو میری جان یہ پھل کھاؤ یہ امر پھل ہے۔

اس کے کھانے سے تم ہمیشہ زندہ رہوگی اور جوبن ترقی کرے گا" رنڈی نے وہ پھل لے لیا۔ جب کوتوال چلا گیا تو طوائف نے اپنے دل میں سوچا کہ میں تو ایک خراب حال اور گنہگار کسبی ہوں جس قدر زیادہ زندہ رہوں گی اسی قدر گناہوں کی گٹھڑی زیادہ بھاری ہوگی۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ یہ پھل راجہ کو دیا جائے کیونکہ ایک راجہ کی زندگی سے لاکھوں کروڑوں پرجا کی پرورش ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ میری یہ نیکی خدا کو پسند آئے اور میرا سیاہ نامۂ اعمال کسی قدر دُھل جائے" یہ سوچ کر وہ رنڈی راجہ کے دربار میں حاضر ہوئی اور زمین ادب کو بوسہ دے کر وہ پھل راجہ کی نذر کیا اور اس کی خاصیت بیان کی۔ راجہ نے وہ پھل دیکھ کر شناخت کر لیا اور دل میں سوچنے لگا کہ "میں نے تو یہ پھل رانی کو دیا تھا۔ پھر یہ پھل رنڈی کے پاس کیونکر پہنچا" راجہ نے طوائف سے دریافت کیا کہ "یہ پھل تم نے کہاں سے پایا" رنڈی کو رانی اور کوتوال کا تمام راز معلوم تھا مگر اس نے صرف اس قدر عرض کیا کہ "مجھے یہ پھل کوتوال صاحب نے دیا تھا" بہرحال راجہ نے طوائف کو کچھ روپیہ دے کر رخصت کیا اور خود حیران ہو کر سوچنے لگا کہ "میں نے دل رانی کو دیا اور اس نے اپنا دل کوتوال کو اور کوتوال نے اپنا دل ایک رنڈی کو دیا۔ لعنت ہے اس راج پاٹ اور اس مکار و دغاباز دنیا پر جس میں اس قسم کا پاجی پن ہوتا ہے اور پھٹکار ہے اس عشق و محبت پر جس کے پردے میں اس قدر بدکاریاں ہوتی ہیں۔ خدا اس عشق سے بچائے جس نے تمام دنیا کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ یہ تن من دھن سب

جی کا جنجال ہے۔ دنیا فانی ہے۔ سب چیز یہاں کی آنی جانی ہے۔ جو پیدا ہوا وہ ایک دن ضرور ناپید ہو گا۔ ع

اجل لگائے ہوئے تاک ہر کسی پر ہے

جب انسان مرتا ہے تو خالی ہاتھ سفر کرتا ہے۔ ع

سکندر جب گیا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے

بنی کے سب یار ہیں بگڑی کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا۔ دنیا ایک سمندر ہے اور مایا اس کا پانی یا مچھلی ہے۔ ایسا شخص کوئی نہ دیکھا جو اس مچھلی کا شکار کرے"۔ الغرض اسی قسم کے خیالات دل میں لے کر راجہ وہ پھل ہاتھ میں لئے ہوئے محل میں گیا اور رانی سے دریافت کیا کہ "وہ پھل کہاں ہے؟" رانی بولی کہ "وہ پھل میں نے کھا لیا"، مگر جب راجہ نے وہ پھل رانی کو دکھایا تو اس کا منہ فق ہو گیا۔ مگر راجہ وہ پھل لئے ہوئے باہر نکل آیا اور وہ پھل دھو کر خود کھایا اور بعد ازاں سب راج پاٹ چھوڑ کر جنگل کو نکل گیا نہ کسی سے ذکر کیا نہ کسی کو ساتھ لیا۔ دنیا بھر میں چرچے ہونے لگے کہ راجہ بھرتری نے سنیاس لے لیا اور سلطنت کو لات مار کر جنگل کو نکل گیا شدہ شدہ یہ خبر راجہ اندر کو بھی معلوم ہوئی۔ ان کو بڑا افسوس ہوا کیونکہ راجہ کے بعد سلطنت کے تباہ اور رعایا کے برباد ہونے کا اندیشہ تھا۔ سب دیوتاؤں نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ملک کی حفاظت کے لئے راجہ بھرتری کے شہر پر بغرض نگہبانی ایک دیو تعینات کر دیا جائے تاکہ کوئی شخص رعیت پر ظلم نہ کر سکے۔ الغرض دیوتاؤں نے ایک دیو اس کام پر

فوراً تعینات کر دیا۔ ادھر جب راجہ بکرم کا جگ پورا ہوا تو اس نے سوچا کہ "میں چھوٹے بھائی بھرتری کو انتظام مملکت سپرد کر آیا ہوں نہ معلوم اس وقت وہاں کا کیا حال ہو گا چل کر دیکھنا چاہیے"۔ یہ سوچ کر راجہ بکرم منزلیں طے کرتا ہوا جب اپنی راجدھانی کے پاس پہونچا اور شہر میں داخل ہونے لگا تو اس دیو نے اسے ٹوکا۔ اور للکار کر پوچھا کہ "کون ہے جو اس وقت شہر میں جاتا ہے اپنا نام و نشان بتا ورنہ میں تجھے کھا جاؤں گا، کچا چبا جاؤں گا" راجہ نے کہا کہ "میں اس ملک کا مالک راجہ بکرم ہوں۔ تو کون ہے جو مجھے ٹوکتا ہے اور راستہ روکتا ہے" دیو نے جواب دیا کہ "میں دیو ہوں مجھے راجہ اندر کے دربار سے راجہ بھرتری کے ملک کی حفاظت کے لئے تعینات کیا گیا ہے" راجہ نے دریافت کیا "راجہ بھرتری کہاں گئے؟" دیو نے جواب دیا کہ "بھرتری کو یہاں سے کوئی بھگا کر لے گیا ہے" یہ بات سن کر بکرم ہنسا اور کہا کہ "وہ تو میرا چھوٹا بھائی ہے" دیو بولا "میں نہیں جانتا تم کون ہو اگر تم اس ملک کے راجہ بکرم ہو تو آؤ مجھ سے کشتی لڑو اور شہر میں جاؤ تو مجھے مار کر جاؤ۔ بغیر جنگ کئے میں کسی کو یہاں کے تخت پر نہ بیٹھنے دوں گا"۔ یہ سن کر راجہ نے کہا کہ "او دیوزاد کیا تو مجھے ڈراتا ہے سچ، اگر جنگ خواہی بندہ ام در ریغ، آ اور فوراً آ!" اس کے بعد دونوں لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ راجہ نے تھوڑی دیر بعد اس دیو کو پچھاڑ لیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ دیو بولا کہ "راجہ تو مجھ سے کچھ انعام طلب کر میں تیری جاں بخشی کرتا ہوں" یہ سنکر راجہ ہنسا اور بولا کہ "کیا خوب پچھاڑوں میں اور تو مغلوب ہو کر میری جاں بخشی کرے اگر سچا ہوں تو مجھے ام

مار ڈالوں تو میری کیا جان بخشی کرے گا" دیو بالا "راجہ تم مجھے چھوڑ دو میں تم سے تمام کیفیت یہاں کی بیان کرتا ہوں" راجہ دیو کے سینے پر سے اتر آیا۔ اس کے بعد دیو نے کہا کہ "مہاراج! تمہارے راج کی تمام دنیا میں دھوم ہے۔ اور تمام راجہ تم سے خوف کھاتے ہیں لیکن جو بات میں کہتا ہوں وہ غور سے سُن لو۔ اس وقت اس شہر کی حکومت کے تین شخص دعویدار ہیں۔ ایک تو تم ہو۔ دوسرا ایک تیلی ہے۔ اور تیسرا ایک کمہار ہے۔ یہ دونوں تمہارے قتل کرنے کی فکر میں ہیں تیلی تو اس وقت پاتال کا راج کرتا ہے اور وہ کمہار جوگی بنا ہوا جنگل میں تپسّیا کر رہا ہے۔ جوگی نے تیلی کو قتل کر کے اس کا بھوت اپنے قبضہ میں کر لیا ہے وہ بھوت سرس کے ایک درخت پر رہتا ہے۔ اب وہ جوگی یہ چاہتا ہے کہ تجھے بھی قتل کرے اور کھولتے ہوئے تیل کے کڑھاؤ میں ڈال کر دیبی کو بھینٹ دے اور تخت پر بیٹھ کر راج کرے۔ چنانچہ وہ جوگی اب تم کو دعوت دینے آئے گا اور تمہیں بہکا کر لے جائے گا۔ دیبی کے مندر میں لے جا کر تم سے کہے گا کہ دیبی کو ڈنڈوت (سجدہ) کرو۔ تم کہنا کہ میں چیلا ہوں اور آپ گرو ہیں۔ میں سجدہ کرنا نہیں جانتا۔ آپ مجھے سجدہ کرنا بتا دیں تو میں بھی سجدہ کروں۔ الغرض جب وہ جوگی دیبی کو سجدہ کرے تو تم فوراً شمشیر سے اس کا سر دھڑ سے جدا کر دینا۔ بعد ازاں تیلی کو سرس کے درخت سے اتار کر اور جوگی دونوں کو کھولتے ہوئے تیل کے کڑھاؤ میں ڈال کر دیبی کی بھینٹ چڑھا دینا" یہ نصیحت کر کے وہ

دیو غائب ہوگیا اور راجہ اپنے محل میں آیا۔ راجہ بکرم کے واپس آنے کی خبر سنتے ہی تمام شہر میں شادیانے بجنے لگے۔ دربار عام منعقد ہوا۔ سب امیروں وزیروں اور اہلکاروں نے نذریں پیش کیں۔

یہاں تو شادیانے بجتے تھے۔ وہاں ایک جوگی دربار میں حاضر ہوا اور راجہ کو دعا دے کر ایک پھل پیش کیا جو حقیقت میں لعل بے بہا تھا۔ جوگی نے عرض کیا کہ "مہاراج آج میرے یہاں جگیہ ہوتا ہے۔ لہذا میں آپ کو شرکت کی دعوت دیتا ہوں"۔ راجہ نے پھل لے کر فرمایا کہ "اچھا مہاراج! ہم آپ کی دعوت قبول کرتے ہیں اور آج آپ کے جگیہ میں ضرور حاضر ہوں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم آج شام کو ضرور پہنچیں گے" یہ سن کر جوگی نے تمام پتہ بتایا اور رخصت ہوا۔ بعد غروب آفتاب راجہ بھی ڈھال تلوار باندھ کر بتائے ہوئے مقام کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ اس نے اپنا ارادہ کسی سے ظاہر نہ کیا تھا اس لئے تن تنہا تھا۔ جوگی راجہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ "راجہ دیبی کے سامنے جا کر ڈنڈوت کرو تاکہ وہ تم سے پرسن (خوش و مہربان) ہو" یہ سن کر راجہ نے کہا کہ "جوگی جی میں چھتری بچہ ڈنڈوت کرنا کیا جانوں۔ آپ گرو ہیں میں چیلا اگر آپ مجھے ڈنڈوت کرنا سکھا دیں تو عین مہربانی ہو" راجہ کے تقاضے پر وہ جوگی چار و ناچار رضامند ہوا اور دیبی کے سامنے ڈنڈوت کرنے لگا۔ جوں ہی اس نے سر جھکایا راجہ نے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ جوگی کا سر دھڑ سے جا پڑا۔ اس کے بعد راجہ نے تیلی کی لاش سرسما کے درخت سے نیچے اتار دی اور دونوں لاشوں کو

جلتے ہوئے تیل کے کڑھاؤ میں ڈال کر دیبی کی پوجا کی۔ دیبی بہت خوش ہوئی اور بولی کہ "شاباش ہے بکرم تیری ہمت کو میں تجھ سے بہت خوش ہوئی۔ اب مانگ کیا مانگتا ہے۔ شاباش ہے تیرے ماں باپ اور بزرگوں کو جن کے گھرانے میں تو پیدا ہوا" جب دیبی یہ کہہ چکی تب دو بیر (موکل) آ کر حاضر ہوئے اور راجہ سے عرض کیا کہ ہم دو بیر آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوئے ہیں ایک کا نام آگیا اور دوسرے کا نام کو تیلہ ہے۔ جو حضور کا حکم ہو ہم اس کی تعمیل کرنے کو تیار ہیں چشم زدن میں تمام کام پورا کر دیں گے ہم میں وہ طاقت ہے کہ ہوا بن کر ہر جگہ فوراً پہونچ جاتے ہیں جس طرح ہنومان جی آناً فاناً لنکا پہونچے تھے اسی طرح ہم بھی ہر جگہ پہونچ سکتے ہیں" یہ سن کر راجہ بہت خوش ہوا اور بولا کہ "مجھے خود تو کوئی کام نہیں ہے اگر تم میرے حکم ماننے کا وعدہ کرو تو میں تمھیں دیبی جی سے طلب کر لوں" اس پر دونوں موکلوں نے قول ہارا اور راجہ نے انھیں دیبی سے مانگ لیا۔ بعد ازاں راجہ نے حکم دیا کہ "جہاں میں طلب کروں تم دونوں فوراً حاضر ہو جاؤ" دونوں بیروں نے حکم ماننے کا وعدہ کیا۔ بعد ازاں راجہ اپنے محل کو چلا گیا۔

اس قدر حال کہہ کر چترریکھا پتلی بولی کہ "مہاراج! یہ تھے کام راجہ بیر بکرم جیت کے۔ کیا آپ بھی ان کے مانند ہیں؟ کیا آپ ان کی جوتیوں کا بھی مقابلہ کر سکتے ہیں؟ مہاراج! آپ ناحق غرور کرتے ہیں۔ آپ جیسے دنیا میں کروڑوں گذر چکے ہیں"۔

پتلی کی اس قدر قصہ گوئی میں وہ نیک ساعت بھی گذر گئی جو راجہ کی تخت نشینی کے لئے مقرر ہوئی تھی۔ دوسرے روز راجہ نے پھر تخت پر بیٹھنے کی تیاری کی اور جوں ہی چاہا کہ سنگھاسن پر قدم رکھے اسی وقت رتی باما نامی تیسری پتلی بولی۔

۳۔ رتی باما

"مہاراج! آپ ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ اس سنگھاسن پر قدم رکھ سکیں۔ سنئے میں آپ سے ایک روز کا واقعہ بیان کرتی ہوں۔ ایک دن راجہ بیر بکرماجیت نے نہر کے کنارے ایک محل میں بزم عشرت منعقد کی۔ ناچ رنگ کا شغل ہو رہا تھا۔ حسین وجمیل کنیزیں بیٹھی ہوئی کھٹول کر رہی تھیں اور ہر حسینہ کی یہی خواہش تھی کہ کسی طرح راجہ کا دل بس میں کرلے لیکن راجہ کی طبیعت ایک خاص کنیز کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں راجہ نے دیکھا کہ ایک طرف سے ایک مرد اور عورت بچے کو گود میں لئے ہوئے دریا کے کنارے نمودار ہوئے۔ یہ لوگ کسی بات پر خفا ہو کر گھر سے نکلے تھے۔ دریا کے کنارے آتے ہی محل کے نیچے مع بچے کے وہ لوگ پانی میں کود پڑے اور ڈوبنے لگے۔ جب جان نکلنے لگی تو وہ دونوں چلائے کہ "ہے کوئی دھرماتما ایسا جو ہم تینوں کو پانی سے نکالے اور ہماری جانیں بچائے"۔ اس کے بعد وہ مرد چلا کر بولا "جو شخص اپنا غصہ نہ مار سکے اس کا یہی حشر ہوتا ہے اور غصہ کرنے کے بعد وہ بہت پچھتاتا ہے" اس مرد کی آواز سن کر راجہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ شور وغل کیسا ہے۔ ہرکاروں اور گویندوں نے خبر دی کہ "مہاراج ایک مرد مع اپنی بیوی اور

بچے کے دریا میں ڈوبتا ہوا چلا رہا ہے کہ ہے کوئی ایسا بہادر و صاحب مروت آدمی جو ہم ڈوبتوں کو موت کے منہ سے نکالے" یہ بات سُن کر راجہ وہاں سے دوڑا اور آتے ہی دریا میں کود پڑا ایک ہاتھ میں اس عورت اور دوسرے میں اس کے بچے کو پکڑ لیا۔ وہ مرد بھی راجہ کو لپٹ گیا۔ اس وقت راجہ بہت گھبرایا اور جب خود بھی پانی میں ڈوبنے لگا تو اس وقت خدا یاد آیا۔ دل میں کہا کہ "اے پروردگار! میں نے تو ایک نیک کام کرنے کی کوشش کی تھی۔ لوگوں کی جان بچانا چاہتا تھا مگر اب خود میری جان جا رہی ہے" راجہ نے ہر چند کوشش کی کہ ان آدمیوں کو لیکر دریا سے باہر نکل آئے مگر ممکن نہ ہوا۔ اسوقت راجہ نے آگیا اور رکوبلہ دونوں بیروں کو یاد کیا۔ وہ آئے اور ان سبکو دریا سے نکالا وہ آدمی فوراً راجہ کے قدموں پر گر پڑا اور راجہ کو بیحد دعائیں دیں۔ راجہ ان تینوں کو ساتھ لے کر رنگ محل میں آیا اور بٹھا کر کہا کہ جو ان کو ضرورت ہو وہ بیان کریں۔ لوگوں نے راجہ کی دعا و ثنا کی اور عرض کیا کہ "ہم پردیسی آدمی ہیں۔ آپ نے ہماری جان بچائی گویا ہم کو سب کچھ بخش دیا پس اب آپ ہم کو رخصت فرمائیے تاکہ ہم اپنے وطن کو جائیں" یہ سن کر راجہ نے ان لوگوں کو ایک لاکھ روپیہ دیا اور ان کو ان کے گھر پہونچا دیا۔

یہ قصہ بیان کر کے پتلی بولی کہ "کیا مہاراج! آپ اس قابل ہیں جو اس سنگھاسن پر بیٹھیں۔ اگر آپ نے تخت پر بیٹھنے کی کوشش کی تو جگ ہنسائی ہوگی۔ الغرض آج بھی تخت نشینی کی گھڑی ٹل گئی۔ دوسرے دن جب راجہ آیا اور چاہا کہ تخت پر بیٹھے تو فوراً چوتھی پتلی "چندرکلا" یوں گویا ہوئی۔

۴- چندر کلا

"مہاراج! آپ دل میں شرمندہ نہ ہوں۔ تشریف رکھیں اور جو کچھ میں عرض کروں اُسے غور سے سُنیں۔ ایک روز ایک پنڈت کہیں سے راجہ بکرماجیت کے پاس آیا اور کہا کہ "جو شخص میری ہدایت کے مطابق کسی مکان کی بنیاد رکھے وہ نہایت عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ اور دنیا بھر میں اس کی عزت و شہرت ہو" راجہ نے فرمایا کہ "اچھا اپنا طریقہ بیان کرو"۔ برہمن بولا کہ "مہاراج جس وقت تلا لگن ہو (یعنی جس وقت آفتاب برج میزان میں ہو) اس وقت کسی محل کی تعمیر شروع کی جائے۔ جب وہ وقت گذر جائے تو بند کر دی جائے۔ پھر جب وہی وقت آئے تو تعمیر شروع کر دی جائے۔ الغرض اسی طرح تمام تعمیر صرف تلا لگن میں مکمل کی جائے۔ جو شخص یہ کارروائی کرے گا وہ ہمیشہ آباد و دل شاد رہے گا اور لکشمی (دولت) کی دیبی اس کے گھر سے کبھی نہ جائے گی"۔ یہ بات سُن کر راجہ دل میں بہت خوش ہوا۔ فوراً وزیر کو بلا کر ایک محل کی تعمیر کا حکم دیا اور ہر جگہ منادی کرادی کہ معمار اور کاریگر تلا لگن کے وقت حاضر ہو جائیں کیونکہ راجہ کے محل کی اس وقت بنیاد رکھی جائے گی۔ الغرض

خاص لگن کے وقت محل کی بنیاد رکھی گئی اور اسی لگن کے زمانے میں اینٹ، پتھر، سونا، چاندی، لکڑی، لوہے سے اس محل کی تکمیل کی گئی۔ یہ مکان لب دریا تعمیر ہوا جس میں سات محل بڑے رکھے گئے اور چار دروازے تعمیر کئے گئے۔ جگہ جگہ قیمتی پتھروں سے پچی کاری کی گئی۔ اور صدر دروازے پر دو بڑے بڑے نیلم جڑے گئے تاکہ کسی کی نظر نہ لگے۔ یہ محل ایسا تیار ہوا کہ دنیا بھر میں اپنی نظیر آپ ہی تھا۔ جو شخص اس محل کو دیکھتا حیران رہ جاتا۔ مکان مکمل ہونے کے بعد راجہ بھی ایک برہمن کو ساتھ لے کر وہ محل دیکھنے کے لئے گیا جب راجہ تمام محل کا معائنہ کر چکا تب برہمن ہنسا اور کہنے لگا کہ "مہاراج! اگر مجھے ایسا محل مل جائے تو میں اس میں بیٹھ کر رنڈیاں نچاؤں" راجہ یہ بات سن کر ہنسا اور برہمن سے گنگا جل اور تلسی دل (تلسی درخت کے پتے) لے کر وہ محل اس برہمن کو بخش دیا۔ محل پاکر وہ برہمن اس قدر خوش ہوا جیسے رات کے وقت چاند کو دیکھ کر چکور خوش ہوتا ہے۔ فوراً اپنے گھر گیا اور تمام کنبہ کو لاکر اس محل میں آباد کیا اور رات کو پلنگ پر دراز ہو کر خوب آرام کے ساتھ سویا۔ ایک پہر رات گئے لکشمی آئی اور بولی کہ "اگر حکم ہو تو میں حاضر ہوں اور تمام گھر دولت سے بھر دوں" برہمن کی مارے خوف کے گھگھی بندھ گئی اور ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلا۔ دو پہر رات گئے لکشمی پھر آئی اور پھر کہا کہ "او کمبخت برہمن مجھے حکم دے کہ میں تیرے گھر آؤں"، مگر برہمن خوف کے مارے رات بھر نہ بولا اور اسی خوف و دہشت کے عالم میں صبح کر دی۔ دوسرے روز رنجیدہ راجہ کے پاس آیا۔

راجہ نے جو اس کا یہ حال دیکھا کہ چہرہ زرد ہے اور ٹھنڈی سانسیں لے رہا ہے تو دریافت کیا کہ "کیوں پنڈت جی کیا حال ہے۔ آج کیا بات ہے جو چہرے پر کل جیسی خوشی اور رونق نظر نہیں آتی۔ برہمن بولا کہ "مہاراج! آپ کی رعایا کے دُکھ درد آپ کی ایک مہربانی کی نگاہ سے دُور ہو جاتے ہیں۔ آپ سا اگے خاندان کے واقعی سپوت ہیں۔ جس طرح راجہ اندر اور راجہ کرن اپنے زمانے میں سخی اور فیاض تھے اسی طرح اپنے زمانے میں آپ ہیں۔ آپ نے مجھے محل عنایت فرمایا لیکن اس گھر میں میرا جا بسنا بے محل ہوا۔ نہ معلوم اس میں کوئی بھوت ہے یا پشاچ ہے جس نے مجھے رات بھر سونے نہیں دیا۔ آپ کے صدقے سے یا اپنے بال بچّوں کی قسمت سے نہ معلوم میں کس طرح زندہ بچا۔ اب میں بھاگ کر یہاں آیا ہوں۔ مجھے اس محل سے معاف رکھئے۔ میں بھیک مانگ کر جھونپڑی میں بسر کرنا پسند کروں گا۔ مگر اس محل میں قدم رکھنا گوارہ نہ کروں گا۔" یہ بات سُن کر راجہ نے خزانچی کو طلب کیا اور حکم دیا کہ "جو کچھ اس مکان کی تعمیر پر لاگت آئی ہے اس کا حساب کر کے اس برہمن کو روپیہ دے دیا جائے۔" الغرض برہمن نقد روپیہ لے کر اپنے گھر گیا اور راجہ نیک ساعت دیکھ کر اس محل میں مقیم ہوا اور دل میں کچھ سوچنے لگا۔ اتنے میں لکشمی آئی اور راجہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر کہنے لگی کہ "شاباش اے راجہ بکرم تیری سعادت کو" یہ کہہ کر اس وقت تو لکشمی چلی گئی لیکن جب رات کا چوتھا پہر آیا تو لکشمی پھر آئی اور دریافت کرنے لگی کہ "مہاراج میں کہاں اتروں؟" راجہ نے جواب دیا کہ "پلنگ

چھوڑ کر جہاں تیرا جی چاہے اُتر جا" صبح کو اُٹھ کر راجہ کیا دیکھتا ہے کہ تمام ملک میں سونے، چاندی کا مینھ برسا ہے۔ راجہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ ہماری رعایا کو تکلیف بھی تھی اب وہ چند روز تک بے فکری کے ساتھ زندگی بسر کرے گی۔ راجہ نے منادی کرا دی کہ جس جس شخص کی حد میں جو دولت برسی ہو وہ خود لے لے۔

یہ کہہ کر پتلی بولی کہ "کہئے مہاراج! آپ نے راجہ بکرم کے کچھ اوصاف سُنے جو راجہ اس قدر رعایا پرور ہو وہی اس سنگھاسن پر بیٹھ سکتا ہے۔ آپ میں اس قدر لیاقت کہاں؟" یہ سُن کر راجہ اور وزیر دونوں شرمندہ ہوئے اور اس طرح آج کی ساعت تخت نشینی بھی گذر گئی۔ دوسرے روز جب راجہ پھر سنگھاسن پر بیٹھنے لگا تو پانچویں پتلی "لیلاوتی" اس طرح گویا ہوئی۔

۵ - لیلاوتی
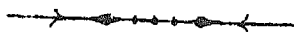
"مہاراج! راجہ بکرم کے کچھ اور گن سنئے۔ ایک روز دو شخص آپس میں بحث کرنے لگے۔ ایک کہتا تھا کہ قسمت بڑی ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ طاقت بڑی چیز ہے۔ جو شخص قسمت کا طرفدار تھا وہ کہنے لگا کہ تقدیر وہ چیز ہے جو ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیتی ہے۔ اور طاقت کا حامی بولا کہ طاقت وہ چیز ہے کہ اس کے بل پر انسان تمام دنیا کو زیر کر سکتا ہے۔ الغرض دونوں میں خوب جھگڑا ہوا۔ جب دونوں میں جھگڑا دور ہونے کی کوئی صورت نہ نکلی تو دونوں راجہ اندر کے پاس گئے اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ "مالک ہمارا تصفیہ کر دیجئے" راجہ اندر نے کہا کہ "یہ جھگڑا ہم سے فیصل نہیں ہو سکتا۔ اس کا تصفیہ تو وہی شخص کر سکتا ہے جو جوگ ودّیا میں کامل ہو۔ اس لئے مناسب ہے کہ تم دونوں راجہ بکرماجیت کے پاس جاؤ۔ اس جھگڑے کا فیصلہ وہی کر سکے گا" الغرض وہ دونوں راجہ اندر کی ہدایت کے مطابق بکرم کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ "ہم تینوں لوک میں پھر آئے مگر کسی سے ہمارا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس جھگڑے کا تصفیہ کر دیں"۔ راجہ نے دونوں کی بات سن کر فرمایا کہ "آج تو تم اپنے اپنے گھر جاؤ۔ چھ مہینے بعد

آنا تب ہم اس معاملہ کا فیصلہ کردیں گے" یہ سن کر وہ دونوں شخص واپس چلے گئے۔ اس کے بعد راجہ کو اس مقدمہ کی فکر دامنگیر ہوئی۔ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو بھیس بدل کر اور تمام ہتھیار جسم پر سجا کر پردیس کو نکل گیا اور دل میں عہد کیا کہ جب تک اس معاملہ کا فیصلہ نہ کرلوں گا اسوقت تک گھر کو واپس نہ آؤں گا۔ الغرض راجہ بکرم اسی فکر میں دیس بدیس حیران اور سرگرداں پھرتا رہا۔ ایک دن وہ سمندر کے کنارے ایک وسیع شہر میں وارد ہوا جو نہایت معمور تھا۔ ہر طرف کروڑوں روپیہ لاگت کی آسمان سے باتیں کرتی ہوئی حویلیاں نظر آتی تھیں۔ جن میں سوائے ہیرے جواہر کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اتنا بڑا اور دولتمند شہر دیکھ کر راجہ اپنے دل میں سوچنے لگا کہ جس راجہ کا یہ شہر ہے وہ کس قدر شان وشوکت اور دبدبے کا ہوگا۔ بکرم کو اس شہر میں پھرتے پھرتے شام ہوگئی مگر شہر ختم نہ ہوا۔ یونہی پھرتے پھرتے ایک دکان کی طرف جو نظر پڑی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک مہاجن خاموش اور منہ لٹکائے بیٹھا ہے۔ بکرم اس مہاجن کے پاس جا کھڑا ہوا اس نے دیکھ کر پوچھا کہ" بھائی تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ کس کی تلاش ہے۔ پریشان کیوں نظر آتے ہو" بکرم نے کہا کہ" سیٹھ جی میرا نام بکرم ہے میں یہاں روزگار کی تلاش میں آیا ہوں۔ ابھی تک کہیں نوکری نہیں ملی۔ کل راجہ کے دربار میں حاضر ہونے کا ارادہ ہے۔ اگر راجہ نے نوکر رکھ کر کچھ درماہہ مقرر کردیا تو خیر ورنہ کسی دوسری طرف کا راستہ لوں گا" یہ سن کر وہ مہاجن بولا کہ" آپ روزمرہ کیا تنخواہ لیں گے" بکرم نے کہا کہ

"ایک لاکھ روپیہ روزانہ" مہاجن نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا کہ "اور آپ خدمت کیا کریں گے" بکرم نے جواب دیا کہ "میں جس راجہ کے پاس رہتا ہوں اسکی سخت مشکل میں کام آتا ہوں" مہاجن بولا کہ "اچھا ایک لاکھ روپیہ روز تمھیں ہم دیں گے تم ہماری مصیبت میں کام آنا" الغرض ہر روز وہ سیٹھ بکرم کو ایک لاکھ روپیہ گن دیتا۔ اور بکرم یہ کرتا کہ پچاس ہزار روپیہ خدا کے نام پر برہمنوں کو خیرات کر دیتا۔ ۲۵ ہزار روپئے کا کھانا پکوا کر بھوکوں کو کھلا دیتا اور ۲۵ ہزار روپیہ محتاجوں اور حاجتمندوں کو دے دیتا۔ ایک روز رات کے وقت جب بکرم سب کچھ خیرات کر چکا تھا ایک فقیر نے آ سوال کیا۔ اب بکرم کے پاس کچھ نہ تھا۔ مجبوراً ڈھال اور تلوار گرو رکھ کر اس فقیر کی بھی حاجت پوری کر دی اور خود چنے چبا کر گذران کر لی۔ اسی طرح اس ساہوکار کے یہاں بکرم کو عرصہ گذر گیا۔ گویا قسمت نے خوب یاوری کی۔ اب طاقت کی باری آئی۔ ایک روز سیٹھ جی کا دل جو گھبرایا تو اس نے سیر و سیاحت کے لئے باہر جانے کا قصد کیا اور ایک جہاز میں تمام سامان درست کر کے بکرم سے کہا کہ "میں پردیس کو جاتا ہوں" بکرم نے کہا کہ "میں نے ملازم ہوتے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ میں آڑے وقت آپ کے کام آؤں گا۔ اس لئے میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا کیونکہ آپ نے میری پرورش کی ہے میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا" الغرض ساہوکار نے بکرم کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ کچھ عرصہ بعد سمندر میں طوفان آیا اور جہاز غرق ہونے لگا لیکن خدا خدا کر کے جان بچی اور انھوں نے ایک

جزیرہ کے بندرگاہ میں جہاز کا لنگر ڈالا۔ اس شہر میں سنگھاوتی نامی
ایک شہزادی رہتی تھی۔ جس کی خدمت میں ہر وقت ایک ہزار حسین و
جمیل داسیاں رہتی تھیں۔ جب طوفان ختم ہو گیا تو سیٹھ نے حکم دیا کہ
"لنگر اٹھاؤ اور یہاں سے چلو" مگر لنگر کسی چٹان میں بہت بری طرح
پھنس گیا تھا ہر چند کوشش کی لنگر نہ اٹھا۔ بالآخر ساہوکار نے بکرم سے
کہا کہ "یہ وقت مشکل ہے۔ اس وقت تم اپنی کوئی خدمت انجام دو" یہ
سن کر بکرم نے کہا کہ "تمام بادبان چڑھا دو" بعد ازاں وہ تلوار ہاتھ میں لیکر
سمندر میں کودا اور تہ میں جا کر لنگر کاٹ دیا۔ پانی کی تیزی اور ہوا کی تندی
سے فوراً جہاز چل نکلا۔ مگر بکرم سمندر میں رہ گیا۔ ہر چند ہاتھ پاؤں مارے
مگر جہاز تک نہ پہونچ سکا۔ اس لئے اس نے تقدیر پر بھروسہ کر کے ساحل
کی طرف تیرنا شروع کیا اور کچھ عرصہ بعد ایک شہر کے کنارے جا لگا۔
ساحل پر پہونچ کر کپڑے خشک کئے اور شہر کے دروازے پر آیا۔ کیا دیکھتا
ہے کہ شہر پناہ کے دروازے پر موٹے موٹے حروف میں لکھا ہوا ہے کہ "شہزادی
سنگھاوتی کی شادی ہو گی" یہ عبارت پڑھ کر راجہ کو سخت حیرت ہوئی۔ شہر میں
داخل ہو کر ایک عالیشان محل دکھائی دیا۔ محل میں داخل ہو کر دیکھا تو
معلوم ہوا کہ وہاں سب عورتیں ہیں اور شہزادی سنگھاوتی ایک ہیرے جواہر
جڑے ہوئے چھپر کھٹ پر سو رہی ہے۔ یہ بھی جا کر پلنگ پر بیٹھ گیا۔ اور
باآہستگی تمام شہزادی کو جگایا۔ جب وہ اٹھی تو بکرم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا
اور دونوں اٹھ کر تخت پر جا بیٹھے۔ فوراً سب داسیاں حاضر ہو گئیں سو وہ سب

اس راز سے واقف تھیں کہ راجہ بکرم وہاں آئے گا اور اس سے سنگھاوتی کی شادی ہوگی۔ فوراً پھولوں کے ہار لائے گئے اور دونوں نے آپس میں گندھرب بواہ کر لیا۔ الغرض دونوں آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ایک مدت یونہی گذر گئی۔ راجہ کو اپنے ملک کی بھی کچھ خبر نہ رہی۔

اس قدر قصہ بیان کرکے لیلاوتی پتلی بولی کہ "سنو راجہ بھوج! قسمت اور طاقت دونوں نے راجہ بکرماجیت کو اپنی اپنی قوتیں دکھلادیں۔ اس کے بعد پتلی نے بیان کیا کہ شہزادی کی سہیلیوں میں سے ایک عورت کو راجہ سے محبت ہوگئی۔ ایک دن موقع پاکر اس عورت نے راجہ سے کہا کہ "مہاراج! آپ یہاں آ پھنسے ہیں اب آپ یہاں سے جیتے جی باہر نہیں نکل سکتے۔ مجھے آپ پر رحم آتا ہے۔ آپ جیسے سخی داتا۔ بہادر اور انصاف ور راجہ کا یہاں پڑا رہنا اچھا نہیں۔ کیونکہ آپ کے بغیر لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہوگی"۔ یہ سن کر راجہ نے اس عورت سے کہا کہ "پھر یہاں سے نجات پانے کا کوئی طریقہ بتاؤ" عورت نے کہا کہ "شہزادی کے اصطبل میں ایک ایسی گھوڑی ہے جو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا سکتی ہے آپ کسی طرح وہ گھوڑی حاصل کرکے یہاں سے فرار ہوجائیں" دوسرے روز راجہ رانی کو ساتھ لے کر اصطبل میں جا نکلا اور گھوڑوں کو دیکھ کر ان کی تعریف کرنے لگا۔ رانی بولی کہ "اگر آپ کو شہسواری کا شوق ہو تو ان گھوڑوں میں سے کسی پر سواری کر لیا کیجئے"۔ الغرض راجہ نے دوسرے دن اصطبل سے ایک گھوڑا طلب کیا اور اس پر سوار ہو کر وہیں ادھر ادھر پھیرنے لگا

رانی دیکھ کر خوب خوش ہوئی۔ اسی طرح کئی دن تک مختلف گھوڑوں کی سواری کرتا رہا۔ ایک دن اسی نشان دادہ گھوڑی کو منگا کر سوار ہوا اور رانی کو غافل پاکر ایک چابک رسید کیا۔ گھوڑی ہوا کی طرح راجہ کو لے اُڑی اور بکرم کو شہر امباوتی میں پہونچا دیا۔ سنگھاوتی اور اس کی سہیلیاں سب ہاتھ ملتی رہ گئیں۔ اثنا راہ میں راجہ نے ندی کے کنارے ایک سادھو کو دیکھا جو آنکھیں بند کئے سمادھی میں بیٹھا ہوا تھا۔ راجہ نے گھوڑی سے اُتر کر اس پہونچے ہوئے فقیر کو بندگی عرض کی۔ سادھو نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ راجہ سے بہت خوش ہوا اور پھولوں کا ایک گجرا راجہ کو دے کر کہا کہ "لو بیٹا! یہ بجے مال (فتح کا کنٹھ مالا) ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اسے پہن کر تو جہاں جائے گا فتح پائے گا۔ تو سب کو دیکھے گا مگر تجھے کوئی نہ دیکھے گا۔ اس کے بعد سادھو نے ایک جادو کی چھڑی راجہ کو دی اور اس کی خاصیت یہ بتائی کہ رات کے پہلے پہر میں جس قدر سونے کے جڑاؤ زیورات اس سے طلب کئے جائیں گے وہ سب دے گی۔ دوسرے پہر میں یہ ایک حسین و جمیل عورت دے گی جسے دیکھتے ہی آپ عاشق ہو جائیں گے۔ تیسرے پہر میں جب تم اس چھڑی کو ہاتھ میں لو گے تو تم سب کو دیکھو مگر تم کو کوئی نہ دیکھ سکے گا۔ چوتھے پہر میں اس کی تاثیر یہ ہوگی کہ جو تمھیں دیکھے گا وہ خوف کھائے گا اور کوئی دشمن تمھارے پاس نہ آسکے گا۔ یہ طلسمی تحفے دے کر اس سادھو نے راجہ کو رخصت کیا۔

جب راجہ شہر اجین کے قریب پہونچا تو سامنے سے دو شخص آتے

دکھائی دیے۔ ان میں ایک شخص بھاٹ تھا اور دوسرا برہمن۔ جب یہ دونوں قریب آئے تو انھوں نے راجہ کو پہچان کر دعا و ثنا کی اور عرض کرنے لگے کہ وہ عرصۂ دراز سے محل کے دروازے پر بیٹھے ہوئے دعائیں مانگ رہے تھے مگر بدقسمتی سے بغیر اپنا مقصد حاصل کئے ہوئے واپس جارہے ہیں۔ راجہ نے فوراً برہمن کو چھڑی اور بھاٹ کو مالا دے دیا اور ان کے خواص بتا دیے۔ ان دونوں نے دعائیں دے کر کہا کہ "مہاراج! آپ راجہ کرن ہیں۔ آپ سے زیادہ دریا دل اور فیاض اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں ہوگا" اس کے بعد راجہ اپنے محل میں آیا۔ دوسرے روز دربار منعقد کیا۔ رئیس، امیر اور اہلکار سب حاضر ہوئے۔ تمام رعایا کو حد درجہ خوشی حاصل ہوئی۔ وہ دونوں جھگڑے والے بھی حاضر ہوئے اور فیصلہ طلب کیا۔ راجہ نے جواب دیا کہ قسمت کے بغیر طاقت بے کار ہے اور طاقت کے بغیر قسمت کام نہیں آتی اس لئے دونوں برابر ہیں۔ یہ فیصلہ سن کر وہ دونوں خوش ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اس کے بعد پتلی بولی کہ "اے راجہ بھوج! میں نے یہ واقعہ اس لئے بیان کیا ہے کہ تو اپنے دل میں سوچے اور دیکھے کہ تجھ میں اس تخت پر بیٹھنے کی لیاقت ہے یا نہیں۔ جو اس قسم کی لیاقتیں رکھے وہی اس تخت پر بیٹھ سکتا ہے۔ اس روز بھی تخت نشینی کی ساعت یونہی گذر گئی۔ دوسرے روز جب راجہ سنگھاسن پر بیٹھنے کو تیار ہوا تو چھٹی پتلی "کام کندلا" ہنسی اور یوں گویا ہوئی۔

---
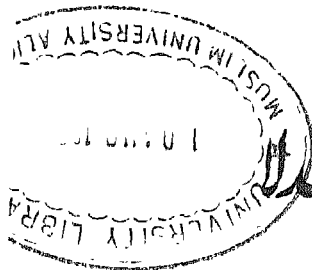
۶ - کام کندلا

"اے شخص جس سنگھاسن پر راجہ بکرم نے قدم رکھا ہے تو ہرگز اس قابل نہیں کہ اس تخت پر بیٹھے ۔ ذرا ہوش میں آ ۔ تجھے دیکھ کر میرے دل کو افسوس ہوتا ہے" راجہ نے کہا کہ "تو راجہ بکرم کی کچھ تعریف تو بیان کر" پتلی بولی کہ "تم اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر سنو میں ایک قصہ بیان کرتی ہوں"۔

ایک دن راجہ بکرم اپنے دربار میں بیٹھا تھا کہ ایک برہمن نے آکر یہ عجیب بات کہی کہ شمالی ملک میں ایک بہت بڑا جنگل ہے ۔ اس جنگل سے آگے ایک بہت بلند پہاڑ ہے اور اس پہاڑ کے آگے ایک تالاب ہے اس تالاب میں ایک جادو کا کھمبا ہے ۔ جب سورج نکلتا ہوتا ہے تو وہ کھمبا بھی تالاب سے نکلتا ہے جوں جوں سورج بلند ہوتا ہے ۔ اسی قدر وہ ستون بھی باہر نکلتا ہے ۔ جب سورج سر پر آجاتا ہے تو وہ ستون بھی سورج کے رتھ کے برابر جا پہونچتا ہے ۔ اس وقت وہ رتھ وہیں کھڑا ہو جاتا ہے ۔ جب سورج وہاں کھانا پی چکتا ہے تو رتھ پھر روانہ ہو جاتا ہے اور وہ ستون بھی آہستہ آہستہ تالاب میں غائب ہونے لگتا ہے اور غروب آفتاب کے وقت پانی میں بالکل غائب ہو جاتا ہے اس ستون کے

راز سے کوئی دیو یا دیوتا تک واقف نہیں" راجہ نے برہمن کی یہ بات سُن کر
دل میں رکھی اور کچھ دے دلا کر برہمن کو رخصت کیا۔ بعد ازاں راجہ نے اپنے
دونوں بیر (موکل) طلب کیے۔ دونوں بیر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو
حکم ہو اس کی تعمیل کی جائے۔ راجہ نے ہنس کر کہا کہ ہم ایک عجیب بات
دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو اتری دیس میں ہے۔ اس کے بعد راجہ نے اپنے
بیروں سے برہمن کی کہی ہوئی تمام بات مفصل بیان کی۔ بیروں نے راجہ کو
اپنے شانہ پر سوار کیا اور فوراً وہاں پر پہونچا دیا۔ راجہ نے دیکھا کہ ایک وسیع
تالاب ہے جس کے چاروں گھاٹ پختہ ہیں۔ بگلے، مرغابیاں، قازیں
اور پانی کے دوسرے پرندے تیر رہے ہیں۔ کنول کے پھولوں پر بھونرے
گونج رہے ہیں۔ سور جھنکار رہے ہیں۔ کوئل کوک رہی ہے اور قسم قسم
کے پرندے درختوں کی شاخوں پر چہچہا رہے ہیں۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا پر
سوار پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو چلی آ رہی ہے۔ ہوا کے جھونکوں سے
میوہ دار درختوں کی شاخیں کمر معشوق کی طرح لچکتی ہیں۔ راجہ یہ سماں دیکھ کر
بہت خوش ہوا۔ رات بھر وہیں رہا۔ جب صبح ہوئی اور سورج نکلا تو جو کچھ
برہمن نے بیان کیا تھا وہ سب سچ نکلا۔ راجہ نے بیروں سے کہا کہ "تم مجھے
اس کھمبے پر بٹھا دو" بیروں نے حکم کی تعمیل کی اور رخصت ہوئے۔ جوں جوں
آفتاب بلند ہوا وہ ستون بھی بلند ہوتا رہا۔ اور راجہ جس قدر سورج کے قریب
پہونچتا تھا اتنا ہی گرمی کے مارے بیجان ہوا جاتا تھا۔ الغرض جب سورج
کی منزل دوپہر پر پہونچا تو جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ سورج کے رتھ بان نے

جو مردے کی جلی ہوئی لاش دیکھی تو اس نے فوراً رتھ کے گھوڑوں کی راسیں کھینچ لیں
سورج نے بھی جھک کر دیکھا کہ ستون پر ایک جلے ہوئے آدمی کی لاش رکھی ہے۔
سورج دیوتا نے کہا کہ یہ حوصلہ کسی انسان کا نہیں ہو سکتا یہ شخص یا تو کوئی جوگی
ہے یا دیو ہے یا دیوتا ہے یا کوئی گندھرپ ہے۔ مردہ کی موجودگی میں کھانا کیونکر
کھایا جا سکتا ہے۔ یہ کہہ کر سورج دیوتا نے راجہ کی لاش پر آب حیات چھڑکا۔
راجہ فوراً خدا کا نام لیتا ہوا زندہ ہو گیا۔ سورج نارائن کو سجدہ کیا اور ہاتھ جوڑ کر
کہا کہ "میری خوش قسمتی! جو آپ کے درشن نصیب ہوئے۔ جو کچھ نیکیاں میں نے
اپنی زندگی میں کی تھیں انہی کا ثمرہ یہ ہے کہ مجھے حضور کا دیدار نصیب ہوا"
یہ سُن کر سورج نے دریافت کیا کہ تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ تیرا حال
دیکھ کر مجھے رحم آ گیا۔ بکرم نے عرض کیا کہ "حضور شہر امراوتی میں گندھرپ سین
جو راجہ تھا میں اس کا بیٹا بکرم ہوں حضور کی تعریف میں نے ایک برہمن
کی زبانی سُنی تھی۔ اسی وقت سے مجھے درشن کی تمنا تھی۔ حضور کی مہربانی
سے وہ آرزو پوری ہو گئی" یہ سُن کر سورج نے اپنا کنڈل اُتار کر راجہ کو
دیا اور کہا کہ "اب تو قطعی بے خوف رہ اور اطمینان سے راج کر" اس کے
بعد سورج کا رتھ آگے بڑھا تو وہ ستون بھی گھٹنے لگا اور غروب آفتاب
کے وقت سطح آب کے برابر ہو گیا اس وقت راجہ نے بیروں کو طلب کیا۔
وہ فوراً حاضر ہوئے اور راجہ کو اپنے شانوں پر سوار کر کے شہر کے دروازہ
پر اتار دیا۔ جب راجہ شہر میں داخل ہونے لگا تو ایک گوسائیں آیا اور
عرض کیا کہ مہاراج جو کنڈل آپ لائے ہیں وہ مجھے بخش دیجئے۔ راجہ نے

فرمایا کہ "اوبے وقوف جوگی تونے جوگ ہی کیا سادھا ہے جو میں وہ کنڈل تجھے دیدوں" جوگی نے کہا کہ میں نے جوگ تو نہیں سادھا لیکن آپ کی سخاوت تو بہت مشہور ہے۔ راجہ نے ہنس کر وہ کنڈل فقیر کو دیدیا اس قدر قصہ بیان کرکے پتلی نے کہا کہ "اے راجہ بھوج! اگر تجھ میں اتنی لیاقت ہے تو اس سنگھاسن پر بیٹھ" راجہ بہت ملول ہوا۔ تخت نشینی کا وقت ٹل گیا۔ راجہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے دوسرے روز سنگھاسن پر بیٹھنے کا قطعی ارادہ کرلیا۔ دوسرے روز جب وقت مقررہ پہ راجہ سنگھاسن پر بیٹھنے چلا تو فوراً ساتویں پتلی جس کا نام "کامودی" تھا قدموں میں آگری۔ راجہ نے اس حرکت کی وجہ دریافت کی تو پتلی اس طرح گویا ہوئی —

۷۔ کامودی

مہاراج ہم عورتیں ست جگ کی ہیں اور آپ کلجگ میں پیدا ہوئے۔ ہم نے ایک کے سوائے کسی دوسرے کا منہ نہیں دیکھا۔ بسوکرمان نے تو ہمیں بنایا تھا اور ہم راجہ باہوبل کے پاس آکر رہے تھے۔ اس راجہ نے ہمیں بکرما جیت کو دے دیا۔ جب سے ہم راجہ بکرم سے جُدا ہوئے ہیں اس وقت سے آج تک چین اور آرام نصیب نہیں ہوا۔ وہ اتنا بڑا راجہ تھا کہ ویسا آج تک پیدا نہیں ہوا۔ جو شخص راجہ بکرماجیت کی برابری کر سکے وہی اس تخت پر بیٹھ سکتا ہے۔

راجہ نے دریافت کیا کہ بکرماجیت میں کیا خوبیاں تھیں کچھ بیان تو کرو۔ تب کامودی پتلی بولی کہ مہاراج ایک روز کا ذکر ہے کہ راجہ بکرماجیت اپنے محل میں سو رہا تھا۔ تمام دنیا سکون کی گہری نیند سو رہی تھی۔ شہر بھر میں کسی کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اسی اثنا میں اُتر کی طرف سے ایسی آواز آئی گویا کوئی عورت داڑھیں مار مار کر رو رہی ہے۔ یہ آواز سُن کر راجہ چونک پڑا اور سوچنے لگا کہ ہمارے شہر میں ایسا کون مصیبت زدہ دردمند آیا ہے جو اس قدر بے قرار ہو کر رو پیٹ رہا ہے۔ راجہ نے فوراً

ڈھال، تلوار اٹھائی اور جس طرف سے رونے کی آواز آرہی تھی اس طرف کو روانہ ہوگیا۔ راستہ میں ایک دریا پڑتا تھا جسے تیر کر راجہ نے پار کیا۔ دوسری طرف کیا دیکھتا ہے کہ ایک نہایت خوبصورت جوان عورت تڑپ تڑپ کر آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے۔ راجہ نے قریب جاکر اس عورت سے دریافت کیا کہ اے عورت تجھے کس بات کا غم ہے۔ بیٹے کی طرف سے دردمند ہے یا شوہر کا الم ہے۔ بتا کس لئے اس قدر بے قرار ہوکر روتی ہے۔ عورت نے بیان کیا کہ مہاراج میرا شوہر ملازمت پیشہ آدمی تھا۔ خدمتگاری کیا کرتا تھا مگر کوتوال نے اسے گرفتار کرکے پھانسی پر چڑھا دیا ہے۔ میں اس کی محبت میں بے قرار ہوکر کچھ کھانا لائی تھی کہ اسے کھلا دوں۔ مگر پھانسی اونچی ہے میرا ہاتھ شوہر کے منہ تک نہیں پہونچتا۔ ہر چند کوشش کرتی ہوں کامیاب نہیں ہوتی۔ بکرماجیت نے کہا کہ یہ کون بڑی بات ہے جس کے لئے تو اس قدر رو رہی ہے۔ عورت نے کہا کہ مہاراج آپ کے نزدیک خواہ یہ بڑی بات نہ ہو مگر میرے لئے دشوار ہے۔ راجہ نے فرمایا کہ اے عورت تو میرے شانہ پہ چڑھ کر اپنا مقصد پورا کرلے۔ عورت نے منظور کیا اور راجہ کے شانہ پر چڑھ کر اس چور تک پہونچی جو دار پر لٹک رہا تھا۔ اور اسے کھانے لگی۔ اسی اثنا میں خون کے قطرے جو راجہ کے جسم پر گرے تو وہ بہت سٹپٹایا۔ اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ عورت نہیں کوئی ڈائن ہے۔ اس نے مجھے بڑا دھوکہ دیا۔ راجہ نے عورت سے دریافت کیا کہ کیا تیرے شوہر نے کھانا کھایا۔ عورت بولی کہ "ہاں مہاراج خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ اب آپ مجھے نیچے اتار دیں"

راجہ نے عورت کو نیچے اُتار دیا اور کہا کہ اے عورت تو کوئی ڈائن ہے۔ تو نے مردہ کھایا ہے۔ وہ عورت ہنس کر بولی کہ آپ صحیح فرماتے ہیں۔ آپ نے میری خدمت کی میں آپ سے بہت خوش ہوئی۔ واقعی میں ڈائن ہوں مگر آپ مجھ سے کچھ خوف نہ کریں بلکہ جو چاہیں مانگیں میں ضرور انعام دوں گی بکرما جیت نے کہا کہ میں تجھ سے کیا ڈروں گا اور تو مجھے کیا دے سکتی ہے تو خود مردہ خور ہے۔ تو نے ابھی میرے شانہ پر چڑھ کر مردہ کھایا ہے۔ عورت نے کہا کہ آپ یہ ذکر چھوڑ دیجئے کہ میں نے کیا کیا میں اجازت دیتی ہوں کہ جس چیز کی آپ کے دل میں آرزو ہو وہ مجھ سے آپ بغیر ہچکچاہٹ کے طلب کرلیں میں ضرور دوں گی۔ راجہ نے کہا اچھا اگر تو دے سکتی ہے تو مجھے ان پورنا دے۔ عورت نے کہا کہ ان پورنا میری چھوٹی بہن ہے آپ میرے ساتھ چلیں میں اسے آپ کی نذر کردوں گی۔

الغرض دونوں وہاں سے قول و قرار کرکے روانہ ہوئے۔ آگے آگے عورت چلی اور پیچھے پیچھے راجہ۔ چلتے چلتے دریا کے کنارے ایک مندر میں پہونچے مندر کے دروازے پر ڈائن نے دستک دی۔ اندر سے ان پورنا نے خوش ہو کر دریافت کیا کہ یہ تیرے ساتھ کون شخص ہے؟ عورت نے کہا کہ یہ راجہ بکرما جیت ہیں۔ انھوں نے میری بڑی خدمت کی ہے اور میں ان سے ایک قول ہار چکی ہوں اگر تجھے میری محبت ہے تو اسے ان پورنا دے دے۔ دیوی نے ہنس کر راجہ کو ایک تھیلی دی اور کہا کہ اس میں سے جو کھانے کی چیز طلب کروگے وہ تمھیں فوراً ملے گی۔ راجہ تھیلی لے کر بہت خوش ہوا اور وہاں سے دریا پر آکر اشنان کیا۔ اسی اثنا میں وہاں ایک برہمن آگیا۔ راجہ نے برہمن سے

دریافت کیا کہ کہو پنڈت جی کچھ ناشتہ کروگے؟ برہمن نے کہا کہ مہاراج واقعی میں اس وقت بھوکا ہوں اگر کچھ مل جائے تو بہت اچھی بات ہے۔ راجہ نے دریافت کیا کہ بتاؤ کیا کھاؤ گے؟ برہمن بولا کہ مہاراج اس وقت پکوان کھانے کو دل چاہتا ہے۔ راجہ نے دل میں سوچا کہ اگر اس وقت برہمن کو پکوان نہ دیا گیا تو جھوٹا بننا پڑے گا۔ ان پورنا سے پکوان طلب کیا اور تھیلی میں ہاتھ ڈال کر جو دیکھا تو واقعی اس میں سے پکوان ہی نکلا۔ برہمن نے خوب سیر ہوکر پکوان کھایا۔ اس کے بعد برہمن نے کہا کہ مہاراج کھانا تو مجھے کھلا دیا مگر اب اس کی دچھنا بھی دیجئے۔ راجہ نے جواب دیا کہ مانگ کیا دچھنا مانگتا ہے۔ برہمن بولا اگر یہی تھیلی دچھنا میں مل جائے تو تمام عمر آرام سے بسر کروں۔ راجہ نے وہ تھیلی فوراً برہمن کو دیدی اور اپنے محل میں واپس آگیا۔

اتنا قصہ کہہ کر پتلی نے کہا کہ مہاراج دیکھئے بکرم نے کس قدر محنت سے تھیلی پائی اور کس آسانی سے برہمن کو بخش دی۔ ایسا دریادل اور فیاض کوئی شخص ہو تو وہ اس سنگھاسن پر بیٹھے۔ آج بھی تخت پر بیٹھنے کی نیک گھڑی ٹل گئی۔ دوسرے روز جب راجہ پھر تخت پر بیٹھنے لگا تو آٹھویں پتلی "پکشپاوتی" اس طرح بولی۔

۸ - پکشپاوتی

مہاراج آپ اس تخت پر بیٹھنے کا بار بار ارادہ کرتے ہیں مگر آپ یہ خیال دل سے نکال دیجئے۔ راجہ بھوج نے دریافت کیا کہ کیوں؟ پتلی بولی کہ "ایک روز راجہ بکرماجیت نے عام دربار گرم کیا۔ تمام باجگذار راجہ دربار میں حاضر تھے کہ اتنے میں ایک بڑھئی نے حاضر ہو کر مجرا و بندگی کی اور دعا کے بعد کہا کہ مہاراجہ کے درشن کو حاضر ہوا ہوں اور حضور کی نذر کے لئے ایک عجیب تحفہ لایا ہوں۔ حکم ہوا کہ پیش کرے۔ بڑھئی نے فوراً ایک کل دار چوبی گھوڑا پیش کیا راجہ نے دریافت کیا کہ اس میں کیا حکمت اور کیا وصف ہے۔ بڑھئی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ خداوند یہ گھوڑا اگرچہ کھاتا پیتا کچھ نہیں ہے۔ لیکن اپنے سوار کو اس کی خواہش کے مطابق منزل مقصود تک پہونچا دیتا ہے۔ یہ کہہ کر بڑھئی نے کل پرزے جوڑ کر جب وہ گھوڑا تیار کیا تو وہ فوراً اچھلنے، کودنے اور کلیلیں کرنے لگا۔ راجہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ اس کو میدان میں پھیر کر دکھاؤ۔ یہ سن کر بڑھئی گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کے ایک چابک مارا۔ چابک کھاتے ہی گھوڑا ہوا ہو گیا۔ گرد ہی گرد نظر آتی تھی گھوڑا دکھائی نہ دیتا تھا۔ راجہ نے گھوڑے کے یہ اوصاف دیکھ کر وزیر کو

بلایا اور حکم دیا کہ اس گھوڑے کے بدلے بڑھئی کو ایک لاکھ روپیہ بطور انعام دیدو۔ وزیر نے جو کسی قدر کنجوس واقع ہوا تھا اور اپنی خیرخواہی جتانا چاہتا تھا عرض کیا کہ خداوند نعمت ایک لکڑی کے گھوڑے کے لئے ایک لاکھ روپیہ انعام بہت زیادہ ہے۔ یہ سن کر راجہ کی تیوریاں چڑھ گئیں اور حکم دیا کہ ایک لاکھ کے بجائے بڑھئی کو دو لاکھ روپیہ دیدیا جائے۔ روپیہ لے کر بڑھئی نے رخصت ہوتے ہوئے عرض کیا کہ مہاراج اس گھوڑے پر سوار ہو کر چابک نہ مارا جائے اور نہ ایڑ لگائی جائے۔

چند روز بعد راجہ نے وہ جادو کا گھوڑا طلب کیا اور تیار کر کے اپنے درباریوں سے دریافت کیا کہ کوئی ان میں ایسا ہے جو اس گھوڑے کی سواری کر سکے مگر کسی شخص کی ہمت نہ ہوئی۔ راجہ ناخوش ہوا اور خود سوار ہونے لگا مگر گھوڑا اس قدر چالاک اور چنچل تھا کہ ایک جگہ نہ ٹھہرتا تھا۔ راجہ چاہتا تھا کہ آسن جما کر گھوڑے کو قابو میں لائے مگر وہ اسی طرح چلبل کر رہا تھا۔ راجہ بڑھئی کی نصیحت بھول گیا اور جوش میں آکر گھوڑے کے ایک چابک مارا۔ چابک لگتے ہی گھوڑا آگ ہو گیا اور ہوا کی طرح ایسا اُڑا کہ راجہ کو سمندر پار لے گیا اور ایک جنگل میں درخت پر گرا اور خود ران کے نیچے سے نکل گیا۔ راجہ اس درخت پر سے لڑکھڑاتا ہوا نیچے گرا۔ اس قدر چوٹیں لگیں کہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد حالت کسی قدر درست ہوئی تو دل میں سوچنے لگا کہ کیا مصیبت ہے کہ دوست، احباب، عزیز و رشتہ دار، تخت و تاج اور وطن سب چھوٹے اور قسمت کہاں سے

کہاں لے آئی ۔ دیکھئے آیندہ کیا مصیبت پڑتی ہے ۔ غرض دل میں بیحد ملول ہوا لیکن صبر سے کام لیا اور وہاں سے اٹھ کر آگے چلا ۔ مگر بقول کسی کے ؎

آوارہ و سرگشتہ دیوار کے نہ در کے ۔ سایہ کی طرح ہم نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے

راہ بھول گیا اور ایک ایسے جنگل میں جا پھنسا جو سخت گنجان اور جس سے نکلنا ناممکن تھا ۔ درندوں کا گھر اور اژدہوں کا مسکن تھا ۔ ہر طرف شیر، چیتے، گینڈے پھرتے تھے جنھیں دیکھ کر رستم و اسفندیار اور بھیم و ارجن کو بھی لرزہ چڑھ آتا تھا ۔ دو ہفتہ تک اسی جنگل میں ادھر اُدھر آوارہ اور پریشان پھرتا رہا ۔ آخر ایک جگہ پہونچا جہاں ایک بلند محل نظر آیا ۔ محل کے سامنے دو بڑے بڑے گہرے کنویں اور ایک آسمان سے باتیں کرتا ہوا درخت تھا درخت پر ایک بندریا بیٹھی تھی جو کبھی اوپر چڑھتی اور کبھی نیچے اُترتی تھی ۔ راجہ اس بندریا کی یہ حرکتیں دیکھ رہا تھا کہ ذرا نگاہ اور اوپر اٹھی تو دیکھا کہ اس محل پر ایک بالاخانہ ہے جس پر درخت کی شاخیں چھائی ہوئی ہیں ۔

راجہ اس محل کا راز معلوم کرنے کے لئے درخت پر چڑھ گیا اور شاخوں کے ذریعے سے بالاخانہ پر اتر گیا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس محل میں ہر قسم کا سامان عیش و راحت آراستہ ہے ایک نہایت عمدہ مسہری مخملی گدے، ریشمی پردوں اور دوسرے قیمتی ساز و سامان سے سجی ہوئی ہے ۔ بکرم نے سوچا کہ یہاں کا راز چھپ کر معلوم کرنا چاہیئے ۔ یہ سوچ کر وہ ایک مقام پر چھپ گیا ۔ جب

دوپہر ہوئی تو ایک جوگی وہاں آیا اور بائیں طرف جو کنواں تھا اس میں سے ایک لوٹا پانی بھرا۔ اور اس بندریا کو آواز دی۔ وہ فوراً اتر کر اس کے پاس آگئی۔ جوگی نے ایک چلو پانی اس پر ڈالا وہ بندریا فوراً ایک حسین و جمیل عورت بن گئی۔ اس کے بعد محل میں لے جا کر جوگی نے اس خوبصورت عورت سے لطف صحبت اٹھایا۔ جب تیسرا پہر ہوا تو جوگی نے اس کنویں سے پانی بھرا جو داہنی طرف تھا اور اس عورت پر چھینٹا دیا جو فوراً لوٹ پوٹ کر بندریا بن گئی اور دوڑ کر درخت پر چڑھ گئی۔ اس کے بعد وہ جوگی بھی محل سے نکلا اور پہاڑ کے ایک غار میں جا کر عبادت میں مصروف ہو گیا۔ راجہ سخت حیران ہوا لیکن اور بھید معلوم کرنے کے لئے اس نے بھی بائیں طرف کے کنویں سے پانی بھر کر اس بندریا پر چھینٹا مارا۔ وہ فوراً لوٹ پوٹ کر ایک ایسی حسین و جمیل نازنین بن گئی جسے دیکھ کر آسمانی زہرہ بھی شرمندہ ہو۔ عورت نے راجہ کو دیکھ کر شرم سے منہ پھیر لیا۔ راجہ اس عورت کا حسن و جمال اور ناز و ادا دیکھ کر اس پر ریجھ گیا۔ آتش عشق نے دل و جگر کباب کر دئے۔ نازنین کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔ جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ راجہ کی طبیعت اس پر آگئی ہے تو مسکرا کر بولی کہ مہاراج ہماری طرف بری نظر سے ہرگز نہ دیکھنا۔ ہم لوگ تپسی ہیں۔ اگر خدانخواستہ ہم لوگ آپ کو بد دعا دیں گے تو آپ جل کر خاک ہو جائیں گے۔ یہ سن کر راجہ بھی مسکرایا اور کہا کہ "مجھے کون بد دعا دے سکتا ہے۔ میں راجہ بیر بکرما جیت ہوں جس کے قبضے میں سیکڑوں جن اور موکل ہیں۔ بکرم کا نام سنتے ہی وہ نازنین

راجہ کے قدموں میں گر پڑی اور ہاتھ جوڑ کر بولی " کہ مہاراج آپ کو تو کوئی خوف نہیں مگر ایک عرض اس کنیز کی سُن لیجئے اور وہ یہ کہ آپ یہاں سے فوراً تشریف لے جائیں کیونکہ وہ جوگی ابھی آتا ہوگا۔ جب ہم دونوں کو اس طرح بیٹھے دیکھے گا تو مارے غصّے کے ہم کو جلا کر خاک کر دے گا " راجہ نے فرمایا کہ " خیر وہ ہمارا تو کچھ نہیں کر سکتا مگر تم کو ضرور نقصان پہونچے گا۔ اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی عورت کو صدمہ پہونچے کیونکہ ایسے کام کا نتیجہ دوزخ میں جانے کے سوائے اور کچھ نہیں۔ مگر یہ بتاؤ کہ اس جوگی نے تم پر کیسے قبضہ کیا۔ عورت نے جواب دیا کہ میرے والد کا نام کام دیو اور میری والدہ کا نام پُشپاوتی ہے جب میں بارہ برس کی ہوئی تو انھوں نے مجھے ایک حکم دیا جس کی میں نے تعمیل نہ کی۔ اس پر انھوں نے ناخوش ہو کر مجھے اس جوگی کو دے دیا۔ یہ شخص مجھے اپنے ساتھ اس سنسان اور بھیانک جنگل میں لے آیا ہے اور جادو سے بندریا بنا کر اس درخت پر چڑھا دیا ہے۔ مجھے اس جنگل میں اب ایک سال گذر گیا ہے۔ میری قسمت میں یہی لکھا تھا جسے مٹانا ممکن نہیں۔ اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر خاموش ہوں۔ راجہ نے کہا کہ " میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں اور رانی بنا کر رکھوں " نازنین نے کہا کہ " مہاراج میری بھی خواہش یہی ہے۔ مگر جا کیونکر سکتے ہیں کیونکہ آپ کا ملک یہاں سے دُور سمندر پار ہے اور سمندر ایسی چیز نہیں جسے پھاند کر عبور کیا جا سکے۔ راجہ نے فرمایا کہ تم اس کی فکر نہ کرو میں تمھیں اس طرح لے جاؤں گا کہ کسی کو خبر تک نہ ہوگی۔ الغرض

رات بھر دونوں ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اٹھاتے رہے۔ صبح ہوتے ہی راجہ نے اس پر دوسرا پانی ڈالا اور وہ حسب معمول بندریا بن کر پھر درخت پر جا چڑھی۔ راجہ پھر وہیں چھپ کر بیٹھ رہا۔ اسی اثنا میں وہ جوگی بھی وہاں آ پہونچا۔ وہی عمل جوگی نے بھی کیا اور بندریا کو عورت بنا کر کچھ دیر عیش کیا۔ جب رخصت ہونے لگا تو نازنین نے ادا و ناز کے ساتھ کہا کہ "مہاراج میری عرض ہے کہ آپ آج مجھے کچھ پرشاد عنایت فرمائیں" جوگی نے ہنس کر کنول کا ایک پھول اس عورت کو دیا اور کہا کہ اس پھول میں یہ وصف ہے کہ ہر روز ایک قیمتی لعل تم کو دیا کرے گا۔ تم اسے احتیاط سے رکھنا۔ عورت نے وہ پھول لے کر اپنی انگیا کی کٹوری میں رکھ لیا اور باغ باغ ہو گئی۔ بعد ازاں وہ جوگی اس عورت کو بندریا بنا کر روانہ ہو گیا۔ راجہ اپنی کمینگاہ سے نکلا اور بندریا کو عورت بنا لیا۔ اس نازنین نے اس کنول کے پھول کا تمام حال بکرم سے بیان کیا۔ بکرم نے کہا کہ "یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ خدا کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ غرض وہ رات بھی دونوں نے عیش و آرام سے بسر کی۔ صبح ہوئی تو ایک لعل نہایت قیمتی اور چمکتا ہوا اس کنول سے گرا۔ دونوں نے یہ تماشہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ راجہ نے کہا کہ" اے نازنین اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ اب تم میرے وطن چلو" عورت نے کہا کہ "مہاراج میری ایک عرض سن لیجئے۔ آپ ہیں بڑے سخی اور دریا دل۔ جس کا اس وقت دنیا میں کوئی جواب نہیں۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو آپ مجھے

یہاں سے لے جا کر کسی دوسرے شخص کو بخش دیں۔ میں چاہتی ہوں کہ تمام عمر کنیزوں کی طرح آپ کی خدمت کرتی رہوں۔ راجہ نے فرمایا کہ اس بات سے تم بے کھٹکے رہو کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنی عورت دوسرے کے حوالہ کردے۔ یہ بات تو جگ ہنسائی کی ہے۔ اس کے بعد بکرماجیت نے اپنے دونوں بیروں کو طلب کیا۔ جو فوراً تخت لے کر حاضر ہوئے۔ راجہ نے ان کو حکم دیا کہ گھر لے چلیں۔ وہ فوراً دونوں کو تخت پر بٹھا کر آناً فاناً راجدھانی میں لے پہونچے۔ ادھر جب وہ جوگی آیا اور میدان خالی پایا تو بہت رنجیدہ ہوا۔

الغرض جب راجہ بکرم اپنے شہر کے دروازے پر پہونچا تو تخت سے اتر گیا اور اس نازنین کو ساتھ لے کر سیر کرتا ہوا محل شاہی کی طرف روانہ ہوا راہ میں ایک خوبصورت لڑکا اپنے دروازے پر کھیلتا ہوا نظر آیا۔ نازنین کے ہاتھ میں کنول کا خوبصورت پھول دیکھ کر وہ مچلنے لگا۔ راجہ نے وہ پھول رانی سے لے کر لڑکے کو دے دیا جو خوشی خوشی اپنے گھر کو چلا گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کنول کے پھول سے ایک قیمتی لعل برآمد ہوا۔ لڑکے کے والد نے وہ لعل اٹھا لیا اور پھول کو احتیاط سے چھپا رکھا۔ پھول سے ہر روز ایک لعل نکلتا تھا۔ جب کئی لعل جمع ہو گئے تو وہ شخص ان کو لے کر جوہری بازار میں فروخت کرنے گیا۔ لوگوں کو شک ہوا۔ کوتوالی میں خبر کی گئی۔ کوتوال نے اس شخص کو گرفتار کر کے سختی کی اور لعلوں کا حال دریافت کیا۔ جب وہ شخص قابل اطمینان جواب نہ دے سکا تو اسے راجہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

جب اس شخص کو سمجھایا گیا تو اس نے لڑکے اور کنول کے پھول کا تمام حال بیان کیا اور کہا کہ یہ لعل اس پھول سے روزانہ نکلتے ہیں۔ راجہ نے اس واقعہ کی تصدیق کی اور اس شخص کو انعام دے کر رخصت کیا۔ یہ قصہ بیان کر کے پتلی بولی کہ "مہاراج آپ نے راجہ بیر بکرما جیت کے گن سُنے۔ آپ اس سخاوت کے سمندر راجہ کے مقابلے میں ایک قطرہ ہیں اور کنجوس واقع ہوئے ہیں۔ نہ آپ اس قدر سخی ہیں نہ اس قدر عقلمند۔ اور پھر اپنی دانست میں آپ اپنے سامنے بکرم کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ آپ اس کے پیروں کے دھوون کے برابر بھی نہیں۔

پتلی کی کڑوی باتیں سُن کر راجہ کو بہت غصہ آیا۔ مگر اس دن بھی تخت نشینی کی شبھ لگن گذر گئی۔ دوسرے روز جب راجہ بھوج تخت نشینی کے ارادے سے پھر آیا تو "مدھ ماوتی" نویں پتلی یوں گویا ہوئی۔

۹ - مدھماوتی
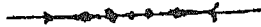
مہاراج آپ تشریف رکھیں میں آپ سے ایک روز کا قصہ بیان کرتی ہوں۔ آپ کان کھول کر سنیں۔ ایک دن راجہ بیر بکرماجیت نے ارادہ کیا کہ اپنے یہاں ہون کرے۔ چنانچہ تمام راج میں برہمنوں، پنڈتوں اور گیانیوں کے نام دعوت نامے بھیج دئے گئے۔ اس کے علاوہ تمام ساہوکاروں، تمام امیروں، تمام رئیسوں اور تمام ماتحت راجاؤں کو بھی طلب فرمایا۔ اس جشن عام کی خبر سن کر دور دور کے بھاٹ اور قصیدہ خوان بھی حاضر ہوئے۔ دیوتا لوگ بھی تشریف لائے اور ادھر ادھر بیٹھ گئے۔ راجہ اپنے تخت پر بیٹھا۔ برہمن اور پنڈت لوگ ویدوں اور شاستروں کا پاٹھ کرنے لگے۔ اسی اثنا میں ایک بوڑھا برہمن دربار میں حاضر ہو کر راجہ کی تعریف کرنے لگا۔ راجہ اس وقت وہ منتر پڑھ رہا تھا جو اس خاص جشن کے لئے موزوں تھا۔ راجہ نے اپنی صاف دلی سے برہمن کا مطلب بھانپ لیا اور دل ہی دل میں ڈنڈوت کی۔ پنڈت خود بھی بڑا پہونچا ہوا تھا اس نے معلوم کر لیا اور ہاتھ اٹھا کر راجہ کو دعا دی کہ ہمیشہ زندہ اور خوش رہو۔ راجہ نے وید کے ہاتھ سے فراغت پا کر برہمن سے کہا کہ پنڈت جی مہاراج

آپ نے خوب کام کیا کہ مجھے اپنے دل ہی دل میں دعا دی۔ لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص قدمبوسی نہ کرے اس کے حق میں تمام دعائیں بددعا بن جاتی ہیں۔ برہمن نے کہا کہ مہاراج آپ نے مجھے اپنے دل میں ڈنڈوت (تعظیم) کر لی تھی۔ اس لئے میں نے دعا دی۔ یہ سُن کر راجہ نے خزانچی کو حکم دیا کہ اس برہمن کو ایک لاکھ روپیہ انعام دے دیا جائے۔ برہمن بولا کہ مہاراج اس قدر دولت میں میرا گذر نہ ہوگا۔ اس لئے کچھ سوچ سمجھ کر دان کیجئے تاکہ میری زندگی اطمینان سے بسر ہو سکے۔ یہ سُن کر راجہ نے اسے پانچ لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔ برہمن خوش ہو کر اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ راجہ نے دوسرے برہمنوں کو بھی ان کے مرتبے کے مطابق مالا مال کر دیا۔ اتنا قصہ کہہ کر پتلی بولی کہ:-

سنا راجہ بھوج! آپ نے راجہ بکرما جیت کی سخاوت کا کچھ حال؟ اگر آپ میں اتنا بوتا اور اتنی قابلیت ہو تو شوق سے اس سنگھاسن پر بیٹھئے۔ ورنہ سمجھ لیجئے کہ جس طرح شیر کا مقابلہ گیدڑ۔ ہنس کا مقابلہ کوا نہیں کر سکتا۔ بندر کے گلے میں موتیوں کی مالا۔ اور گدھے پر زین یا کاٹھی زیب نہیں دیتی اسی طرح آپ کو بھی راجہ بکرما جیت کا مقابلہ کرنا اور اس تخت پر بیٹھنا زیبا نہیں۔ آپ یہ خیال دل سے نکال ڈالیں ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ راجہ خاموش ہو گیا اور وہ دن بھی گذر گیا۔ اگلے روز جب راجہ بھوج نے تخت پر قدم رکھنا چاہا تو "چندرماوتی" دسویں پتلی گویا ہوئی۔

۱۰۔ پدماوتی

مہاراج! پہلے آپ میری ایک بات سُن لیں اس کے بعد اس تخت پر قدم رکھنے کی زحمت کریں۔ راجہ نے کہا کہ "اچھا تو بھی اپنا قصہ بیان کر لے۔ میرا بھی دل تم لوگوں کی باتیں سننے کو چاہتا ہے" یہ کہکر راجہ تخت کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور پتلی نے اپنی داستان اس طرح شروع کی کہ مہاراج بسنت رُت تھی۔ جنگلوں میں ہر طرف ٹیسو پھولا ہوا تھا۔ آم کے درختوں پر بور آیا ہوا تھا۔ باغوں میں کوئل کوک رہی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکے چل رہے تھے اور راجہ بکرماجیت اپنے باغ میں ناچ رنگ کی محفل منعقد کئے ہنڈول سن رہا تھا کہ اسی اثنا میں کسی ملک کا ایک بھولا بھٹکا مسافر جوگی پھرتا پھرتا اس طرف آنکلا۔ اور راجہ کی قدمبوسی کرنے کے بعد بولا کہ "مہاراج میں سخت مصیبت کا مارا ہوا ہوں۔ اب میں آپ کے قدموں میں آپڑا ہوں یہاں سے کہیں نہ جاؤں گا" فقیر کی حالت یہ تھی کہ سخت تپسیا اور نفس کشی سے جسم کا تمام خون خشک ہو گیا تھا۔ آنکھوں کی سوجھ بھی کم ہو گئی تھی۔ کھانا، پینا بھی چھٹ گیا تھا اور بڑا بے قرار نظر آتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کی جُدائی کا مارا ہوا ہے۔

ہر وقت آنسوؤں کی جھڑی آنکھوں سے لگی رہتی تھی۔ راجہ نے ہر چند دل دہی کی۔ اسے قرار نہ آیا۔ راجہ نے کہا کہ "کچھ بیان تو کرو کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو۔ کس کی جدائی کے مارے ہوئے ہو۔ کس کی جدائی سے تمھارا یہ حال کیا۔ مقصد بیان کرو تو کچھ فکر کی جائے" وہ جوگی جلے دل سے ٹھنڈی سانس کھینچ کر بولا کہ مہاراج میں شہر کانجر کا رہنے والا ہوں میں ایک بے وقوف اور پاگل آدمی ہوں۔ مجھ سے ایک جوگی نے بیان کیا کہ ایک شہر میں ایک ایسی حسین وجمیل عورت ہے کہ اس کا مثل دنیا میں کوئی نہیں۔ گویا عشق ومحبت کے دیوتا نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ غالباً تینوں لوک میں کوئی دوسری عورت اس قدر حسن وجمال نہ رکھتی ہوگی۔ سیکڑوں شہزادے اور امیر زادے اس کے عشق میں مبتلا ہو کر آتے ہیں اور جل کر جان دیدیتے ہیں۔ مگر اس کا درشن نصیب نہیں ہوتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس نازنین کے باپ نے ایک بہت بڑی بھٹی پر گھی کا کڑھاؤ چڑھا رکھا ہے جس میں گھی کھول رہا ہے۔ اس ظالم نے اس حسینہ کے ملنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ جو شخص اس جلتے کڑھاؤ میں غسل کرکے زندہ نکل آئے گا وہی اس نازنین کو پا سکتا ہے۔ اس جوگی سے یہ واقعہ سن کر میں بھی وہاں گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھ سے یہ بات دیکھی ہے کہ وہاں دیس دیس کے راجہ، شہزادے اور امیر زادے بڑے ٹھاٹ باٹ سے آتے ہیں اور اس کڑھاؤ میں کود کر کباب ہو جاتے ہیں۔ الغرض مجھے بھی جب سے اس نازنین کی پیاری صورت نظر آئی ہے۔ ہر وقت بے قرار رہتا ہوں۔

اس کے عشق اور جدائی نے میری یہ حالت کر دی ہے کہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہوں" اس برہ کے مارے کا یہ حال سن کر راجہ نے فرمایا کہ خیر آج تو تم ہمارے مہمان رہو۔ کل ہم دونوں وہاں چلیں گے اور تمھاری کامیابی کی کوئی صورت نکالیں گے۔ سردست اطمینان رکھو۔ یہ کہہ کر خادموں کو حکم دیا کہ اس دیوانہ کو غسل کرا کے عمدہ لباس پہنایا جائے اور ہر طرح کی خاطر مدارات کی جائے۔ اس کے بعد راجہ نے شہر کے طائفوں اور گویّوں کو طلب کیا۔ سب حاضر ہوئے اور مجرا کیا اور اپنے اپنے کمالات دکھلائے۔ راجہ نے اس دیوانہ سے فرمایا کہ ان عورتوں میں سے جو پسند ہو اس کے ساتھ صحبت کا لطف اٹھاؤ اور اس فتنۂ دوراں کا خیال دل سے نکال ڈالو۔ یہ سن کر جوگی نے کہا کہ "مہاراج اگر شیر سات دن کے فاقہ سے ہو تب بھی وہ گھاس نہیں کھاتا۔ اپنی محبوبہ کے سوائے کوئی دوسری عورت ہرگز درکار نہیں۔ غرض وہ تمام رات ناچ رنگ میں گذری۔ صبح کو راجہ نے سفر کی تیاری کر کے اپنے بیر طلب کئے جو فوراً حاضر خدمت ہوئے۔ راجہ نے منزل مقصود کا پتہ دیا۔ وہ دونوں بیر فوراً تخت شاہی لے کر اڑے اور آناً فاناً میں پہونچا دیا۔ راجہ نے وہاں یہ تماشا دیکھا کہ شادیانے بج رہے ہیں۔ رقص و سرود ہو رہا ہے۔ گھی کا کڑھاؤ کھول رہا ہے۔ دیس دیس کے شہزادے اور امیر زادے جو اس نازنین کے عشق میں مبتلا ہو کر آئے ہیں وہ کڑھاؤ کے گرد کھڑے ہیں وہ آفت جان بڑی شان و شوکت سے پھولوں کی مالا ہاتھ میں لئے موجود ہے۔ مگر کسی کا حوصلہ نہیں پڑتا جو اس کڑھاؤ میں کود ے۔ اور جو شخص

جان پر کھیل کر کودتا ہے وہ جل کر کباب ہو جاتا ہے۔ راجہ بکرم نے جو اس نور کی پتلی کا حسن و جمال دیکھا تو خود بھی ٹھٹک کر رہ گیا۔ واقعی وہ اس قدر حسین و جمیل عورت تھی کہ اس پر آدمی تو درکنار فرشتوں کی جان جاتی تھی۔ راجہ نے اپنے بیروں کو طلب کرکے فرمایا کہ دیکھو ہم اس کڑھاؤ میں کودتے ہیں تم ہماری مدد کرنا۔ بیروں نے عرض کیا کہ حضور شوق سے کودیں بال تک بیکا نہ ہوگا۔ راجہ کڑھاؤ کے پاس پہونچا اور فوراً آنکھیں بند کرکے اس میں کود پڑا اور آناً فاناً جل کر کباب ہو گیا۔ موکلوں نے یہ حال دیکھتے ہی فوراً آب حیات کا چھینٹا دیا اور راجہ فوراً زندہ ہو گیا۔ تمام آدمی حیرت زدہ ہوئے اور اس نازنین نے ناز و انداز سے آگے بڑھ کر پھولوں کا مالا راجہ کے گلے میں ڈال دیا۔ ہر طرف شادیانے بجنے لگے۔ شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ہر شخص خوش و خرم تھا۔ شادی کے رسوم ادا کرکے لڑکی کو اس کے باپ نے اس قدر جہیز دیا کہ اندازے سے باہر تھا اور اپنی آدھی سلطنت بھی راجہ بکرم کو دے دی۔ وہاں سے رخصت ہو کر جب راجہ مع مال و لشکر چند منزلیں طے کر چکا تو وہ تمام ساز و سامان اور وہ نازنین اس عاشق زار جوگی کو بخش دی اور ذرا سا بھی میل دل پر نہ لایا۔ اور خالی ہاتھ اپنے ملک کو چلا آیا۔

اس قدر داستان کہہ کر پتلی بولی "کہئے مہاراج آپ نے راجہ بیر بکرما جیت کے گن سنے ہم نے مانا کہ آپ تمام علوم و فنون میں طاق ہیں لیکن آپ اس قدر سخاوت ہرگز نہیں دکھا سکتے جس قدر بکرم نے

دکھائی۔ اس لئے آپ ہرگز اس قابل نہیں کہ بکرم کے تخت پر قدم رکھیں"۔
پتلی کا طعنہ سن کر راجہ بھوج شرمندہ ہو گیا۔ اس روز بھی تخت نشینی
کی مقررہ گھڑی گذر گئی۔ دوسرے روز راجہ پھر سنگھاسن کے پاس آیا
اور چاہتا تھا کہ قدم رکھے کہ فوراً گیارھویں پتلی " پرماوتی "
اس طرح گویا ہوئی ۔

۱۱- پدماوتی
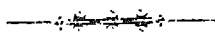
"مہاراج آپ اس سنگھاسن پر قدم رکھنے سے پیشتر میری ایک داستان سُن لیں"! راجہ بھوج نے کہا کہ بیان کرو۔ پتلی بولی کہ ایک دن راجہ بکرماجیت شہر اجین میں گیا۔ لاؤلشکر رخصت کردیا اور آپ تنہا رہ گیا۔ رات کے وقت جبکہ بکرم میٹھی نیند سو رہا تھا۔ اتر کی طرف سے کسی عورت کی چیخ پکار سنائی دی۔ جو چلا چلا کر کہہ رہی تھی کہ کوئی ایسا ہے جو آکر میری خبر لے۔ اور اس پاجی سے میری جان بچائے۔ کبھی آواز آتی تھی اور کبھی بند ہو جاتی تھی۔ یہ آواز سُن کر بکرم اُٹھ کھڑا ہوا اور جس طرف سے آواز آتی تھی ڈھال تلوار لے کر اسی طرف روانہ ہو گیا۔ اندھیری رات تھی کسی کو خبر نہ ہوئی۔ جب راجہ جنگل میں پہونچا تو وہی آواز پھر سنائی دی۔ بکرم اسی طرف گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک دیو ایک حسین عورت کو ستا رہا ہے۔ وہ مقابلہ کرنا چاہتی ہے اور اس کے پنجے سے اپنے کو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتی ہے تو غصہ میں اس کے جھونٹے پکڑ کر زمین پر پٹک دیتا ہے۔ یہ حال دیکھ کر راجہ نے اس دیو سے کہا کہ "اے کمبخت تو کیوں اس عورت کو مارتا ہے۔ خدا سے بھی نہیں ڈرتا" دیو نے راجہ کی کچھ پرواہ نہ کی

اور عورت کو پیٹتا رہا۔ راجہ کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ مردود! اس عورت کو چھوڑ دے ورنہ میں تجھ کو سزا دوں گا۔ وہ دیو غضبناک ہو کر راجہ کے مقابلہ کو آیا اور کہا کہ یہاں سے بھاگ جا ورنہ میں تجھے کچا کھا جاؤں گا، ہڈیاں چبا جاؤں گا۔ تو کون ہے جو یہاں آیا ہے۔ راجہ نے دیو کے ایک تلوار ماری کہ اس کا سر دھڑ سے جا پڑا۔ سر کٹی گردن سے فوراً دو بیر برآمد ہوئے اور راجہ کے ہاتھوں کو لپٹ گئے۔ راجہ نے جو ہاتھ کر کے ایک بیر کو تو مار ڈالا۔ دوسرا رات بھر لڑتا رہا۔ مگر جب صبح ہوئی تو وہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد راجہ نے اس عورت سے کہا کہ بی بی اب تم میرے ساتھ یہاں سے چلو اور کسی قسم کا خوف و خطر دل میں نہ لاؤ۔ اب وہ جن بھاگ گیا ہے۔ واپس نہیں آئے گا۔ یہ سن کر وہ عورت بولی کہ مہاراج اگر میں سات پردوں میں بھی جا کے چھپوں گی تب بھی اس دیو سے محفوظ نہ رہوں گی۔ وہ آ کر مجھے ضرور ستائے گا۔ اس لئے جب تک وہ زندہ رہے گا میں ہرگز بچ نہیں سکتی۔ اس دیو کے پیٹ میں ایک موہنی پتلی رہتی ہے۔ اس کے ذریعہ سے پتہ لگا کر وہ مجھے ضرور ڈھونڈھ نکالیگا۔ اس پتلی میں یہ طاقت ہے کہ اگر ایک دیو مر جائے تو وہ اس کے بجائے چار دیو پیدا کر سکتی ہے۔ عورت کی یہ بات سن کر راجہ خاموش ہو گیا۔ واقعی صبح ہوتے ہی وہ دیو پھر واپس آیا اور اس عورت کو پھر ستانے لگا۔ جب عورت نے انکار کیا تو پھر اس نے سر کے بال پکڑ کر مارنا شروع کیا۔ اس وقت اس عورت کی بیکسی و بے بسی اور اس پاپی دیو کا ظلم و ستم

دیکھ کر راجہ کو بہت غصہ آیا اور وہ دیو کے ساتھ آمادۂ جنگ ہو گیا۔ دیو بھی عورت کو چھوڑ کر راجہ سے لڑنے لگا۔ راجہ نے موقع پا کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ دیو کا سر کٹ کر گر گیا۔ اس کے بدن سے فوراً موہنی نکلی اور چاہتی تھی کہ آب حیات لا کر دیو کو پھر زندہ کرے کہ راجہ نے اسی وقت اپنے موکلوں کو حکم دے کر موہنی کو گرفتار کرا لیا۔ راجہ نے موہنی سے دریافت کیا کہ باوجود دیکھ تو اس قدر حسین و جمیل عورت ہے کہ چنپا کے پھولوں جیسا تیرا رنگ ہے، ہرنی جیسی تیری آنکھیں ہیں، چاند جیسی تیری صورت ہے۔ اور جوڑ جوڑ سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ اور سر سے پیر تک قدرت کی کاریگری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ہنستی ہے تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ خوشبو تیرے جسم میں اس قدر دل لبھانے والی ہے کہ بھونرے مست ہو کر منڈلانے لگتے ہیں۔ پھر کیا سبب ہے کہ تو ایک پاپی دیو کے پیٹ میں رہتی ہے۔ موہنی بولی کہ "مہاراج! میں اگلے زمانے میں شب جی کی پرستار تھی۔ ان کی ایک خدمت کرنا میں بھول گئی تو انھوں نے ناخوش ہو کر مجھے سراپ دیدیا تو میں موہنی بن گئی۔ اس دیو نے مہادیو جی کی بیحد تپشیا کی تھی اس لئے شیو جی نے مجھے اس دیو کو بخش دیا۔ اس مردود نے لے کر مجھے اپنے پیٹ میں رکھ لیا۔ شیو جی کا حکم تھا کہ میں ہر وقت اس دیو کی اطاعت کروں اور اس کے حکم سے کبھی سرتابی نہ کروں۔ اس لئے میں اس کی داسی بن کر رہی۔ آدمی کی اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ مجھ پر قابو پا سکتا۔ مجھے آپ کے موکلوں نے عاجز کر دیا۔ اب میں آپ کے بس میں ہوں۔ اور آپ ہی کی

خدمت میں ہمیشہ رہوں گی۔ جیسے مہادیو جی کے پاس پاربتی جی رہتی ہیں
راجہ بکرم موہنی اور اس عورت کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور موہنی
کے ساتھ "گندھرپ بواہ" کرلیا۔ اس کے بعد اس عورت سے جس کو دیو
کے پھندے سے نجات دی تھی۔ راجہ نے دریافت کیا کہ سچ سچ بتاؤ یہ
دیو تم کو کہاں سے لایا تھا۔ تم کہاں کی رہنے والی ہو۔ تم کون ہو اور
تمھارے باپ کا کیا نام ہے۔ اپنا تمام حال بیان کرو تاکہ تمھارے
معاملہ میں مناسب انتظام کیا جائے۔ عورت نے عرض کیا کہ مہاراج جو
کچھ انسان کی قسمت میں لکھا ہے وہ ہرگز نہیں مٹ سکتا اور انسان کو
بھگتنا پڑتا ہے۔ سمندر کے کنارے ایک ملک ہے جسے سنگلدیپ کہتے
ہیں۔ میں وہاں کے ایک شہر برہمپوری کی رہنے والی ایک برہمن زادی
ہوں۔ میں ایک روز اپنی سہیلیوں کے ساتھ تالاب پر اشنان کرنے گئی
تھی۔ اس تالاب کے چاروں طرف اس قدر گنجان درخت تھے کہ
دن کو آفتاب نظر نہ آتا تھا۔ جب میں تالاب پر اشنان اور پوجا کرکے
اپنی سہیلیوں کے ساتھ گھر کو واپس آرہی تھی تو یکایک سامنے سے
یہ دیو نمودار ہوا اور مجھے پکڑ کر زبردستی اپنی خواہش کا شکار بنانا چاہا۔ جب
میں نے نہ مانا تو مجھ کو مارنے پیٹنے لگا۔ میں کنواری کنیا اپنی آبرو ایک
دیو کے کیوں حوالہ کرنے لگی۔ الغرض جوں جوں میں انکار کرتی تھی یہ دیو
اتنا ہی مجھ پر جبر و ظلم کرتا تھا اور دل میں ذرا سا خدا کا خوف نہ لاتا تھا
مہاراج آپ نے مجھے اس ظالم کے پنجے سے نکالا۔ میری عصمت بچائی اور

میرے خاندان کی آبرو رکھی - ایشور آپ کو اس کا بدلہ دے گا میں بھی
دل سے دعا دیتی ہوں - خدا آپ کی عمر میں برکت دے، اقبال آپکے
قدم چومے ، دوست شاد اور دشمن برباد ہوں - یہ سُن کر راجہ نے اسے اپنی
بیٹی بنا کر اپنے پاس تخت پر بٹھالیا اور اپنے بیروں کو حکم دیا کہ گھرے چلو.
محل میں آتے ہی راجہ نے وزیر کو حکم دیا کہ بہت جلد کوئی نوجوان صاحب
علم وفضل پنڈت تلاش کرکے حاضر کرو - وزیر نے فوراً حکم کی تعمیل
کی اور تمام شہروں میں برہمن بھیج کر تلاش کرائی حسن اتفاق سے ایک
نوجوان اور خوبصورت اور پڑھا لکھا برہمن مل گیا جس کا نام مارکنڈے
تھا - اس برہمن کو راجہ کے سامنے پیش کیا گیا - راجہ اس نوجوان
برہمن کو دیکھ کر بہت خوش ہوا - اور اس سے کہا کہ ہمارے پاس ایک
نوجوان خوبصورت برہمن زادی ہے ہم اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں
اگر تم منظور کرو تو بہت اچھی بات ہے - برہمن نے منظور کرلیا - فوراً شادی کا
تمام سامان تیار کیا گیا اور لاکھوں روپیہ کا سامان بطور جہیز دے کر اس
لڑکی کی شادی برہمن سے کردی -

اس قدر قصہ بیان کرکے پتلی بولی کہ سنا راجہ بھوج آپ نے؟ یہ
تھی سخاوت اور دریا دلی راجہ بیر بکرما جیت کی - کہ لاکھوں روپیہ کا سامان
دے کر ایک برہمن زادی کی شادی کردی اور ابرو پر بل نہ آیا - ہم
تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ایک ودوان راجہ ہیں اور ہنرمندوں کے
قدردان بھی ہیں - لیکن فیاضی اور سخاوت آپ کو چھو بھی نہیں گئی -

اس لئے آپ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سنگھاسن پر بیٹھ سکیں۔
پتلی کی باتیں سن کر راجہ خاموش ہو گیا۔ تخت نشینی کا وہ دن بھی ٹل گیا۔
دوسرے روز جب راجہ نے تخت پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو "کیرت وتی"
بارھویں پتلی یوں بولی۔

۱۲۔ کیرت وتی

مہاراج! ایک روز راجہ بکرماجیت نے اپنے دربار میں بیٹھے بیٹھے سوال کیا کہ کیا اس کلجگ میں مجھ جیسا سخی کوئی اور بھی ہے؟ یہ سن کر ایک تجربے کار برہمن بولا کہ مہاراج واقعی آپ جیسا سخی اور رعایا پرور کوئی راجہ دنیا میں نہیں لیکن ایک بات عرض کرتے ہوئے میں کسی قدر گھبراتا ہوں۔ راجہ نے فرمایا کہ "کہو اور ضرور کہو۔ سچی بات کہنے میں ڈرنے کی کیا بات ہے"۔ برہمن نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ سمندر کے کنارے ایک ملک ہے۔ جہاں کا راجہ بہت بڑا سخی اور نیک ہے۔ صبح اشنان کر کے ایک لاکھ روپیہ خیرات کرتا ہے تب کوئی چیز کھاتا پیتا ہے۔ یہ تو اس کا معمول ہے۔ وہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ سخاوت کرتا ہے۔ ہماری نظر سے ایسا سخی داتا کوئی دوسرا نہیں گذرا۔ برہمن کی یہ بات سن کر راجہ کی خواہش ہوئی کہ چل کر اس راجہ کو دیکھنا چاہئے۔ یہ سوچ کر فوراً اپنے موکلوں کو طلب کیا۔ تخت پر سوار ہو کر فوراً سمندر کے کنارے اس راجہ کے شہر میں پہنچا۔ تخت سے اتر کر بیروں کو رخصت کر دیا اور ہدایت کر دی کہ وقتاً فوقتاً خبر لیتے رہنا۔ اس کے بعد راجہ شہر میں داخل ہوا اور سیر کرتا کرتا جب قصر شاہی پر پہنچا تو دربانوں سے

کہا کہ راجہ کو اطلاع دے دو کہ ایک اجنبی سلام کے لئے آیا ہے۔ اور خدمت کرنے کی آرزو رکھتا ہے۔ دربانوں نے بکرم کا پیغام پہونچا دیا۔ راجہ خود ہنستا ہوا باہر آیا۔ بکرم نے سلام کیا۔ راجہ نے سلام کا جواب دے کر خیر و عافیت دریافت کی۔ بکرم نے کہا کہ مہاراج کی مہربانی ہے۔ پھر اس راجہ نے دریافت کیا کہ "آپ کا نام کیا ہے"؟ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اور یہاں آنے سے کیا مطلب ہے؟ بکرم نے جواب دیا کہ "مہاراج میرا نام بکرم ہے اور میں راجہ بیر بکرماجیت کے ملک کا رہنے والا ہوں میں نے آپ کی تعریف سُنی تھی تو زیارت کا شوق پیدا ہوا اس لئے یہاں حاضر ہوا۔ خدمت کرنے کا آرزو مند ہوں۔ اس راجہ نے دریافت کیا کہ آپ کیا رقم روزانہ لیں گے اور آپ کا گذر کس قدر رقم میں ہو سکے گا۔ بکرم نے جواب دیا کہ میری گذر چار ہزار روپیہ روزانہ سے کم میں نہیں ہو سکتی۔ چار ہزار روپیہ کا نام سُن کر اس راجہ نے دریافت کیا کہ اس قدر بھاری تنخواہ میں آپ کیا خدمت انجام دیں گے؟ بکرم نے جواب دیا کہ میں اپنے آقا کے آڑے وقت پر ہمیشہ کام آتا ہوں۔ الغرض اس راجہ نے بکرم کو چار ہزار روپیہ روزانہ پر ملازم رکھ لیا۔ بکرم روزانہ چار ہزار روپیہ شاہی خزانہ سے وصول کر لیتا اور راجہ کے پاس رہتا۔ آٹھ دس دن کے بعد بکرم نے سوچا کہ جو راجہ ایک لاکھ روپیہ روزانہ خیرات کرتا ہے۔ اس کا کچھ راز معلوم کرنا چاہیئے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ بکرم نے دوپہر رات گئے اس راجہ کو اکیلے محل سے نکل کر شہر سے باہر جنگل کی طرف جاتے دیکھا۔ وہ دبے پاؤں

اس کے پیچھے ہو لیا۔ چلتے چلتے دونوں ایک جنگل میں پہونچے۔ وہاں ایک دیبی کا مندر تھا جس کے سامنے گھی کا ایک کڑھاؤ کھول رہا تھا۔ وہ راجہ تالاب میں اشنان کر کے دیبی کے مندر میں گیا اور پوجا کی۔ اس پوجا پاٹھ کرنے کے بعد وہ راجہ مندر سے باہر آیا اور اس کھولتے ہوئے کڑھاؤ میں کود پڑا اور جل بھُن کر کباب ہو گیا۔ اسی وقت چونسٹھ جوگنیاں نمودار ہوئیں اور تلے ہوئے راجہ کا گوشت پوست کھا لیا۔ بعد ازاں اس دیبی نے آب حیات لا کر راجہ کی ہڈیوں پر چھڑکا۔ وہ فوراً زندہ ہو گیا۔ اس کے بعد دیبی نے مندر سے ایک لاکھ روپیہ راجہ کو دیا۔ جسے لے کر وہ اپنے محل میں واپس آ گیا۔

یہ تماشہ دیکھ کر راجہ بکرم نے بھی وہی عمل کیا۔ یعنی اشنان اور پوجا پاٹھ کرنے کے بعد اس کھولتے ہوئے کڑھاؤ میں کود پڑا اور جل بھُن کر کباب ہو گیا۔ اسی طرح جوگنیاں نمودار ہوئیں اور راجہ کے گوشت کے کباب کھا گئیں۔ پھر اسی طرح آب حیات لا کر ڈالا گیا اور بکرم زندہ ہو گیا۔ دیبی نے مندر میں سے لا کر اسے بھی ایک لاکھ روپیہ دیا۔ دوسری مرتبہ بکرم نے پھر وہی حرکت کی۔ اور پھر وہی ہوا جو بیان ہو چکا ہے۔ مگر اس مرتبہ دیبی نے دو لاکھ روپیہ دیا۔ اسی طرح بکرم سات بار اس کڑھاؤ میں کودا اور پھر زندہ ہوا اور ہر مرتبہ پہلے سے ایک لاکھ روپیہ زیادہ پایا۔ جب بکرم نے آٹھویں مرتبہ کڑھاؤ میں جلنے کا قصد کیا تو دیبی نے آ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھ سے بہت خوش ہوئی جو دل چاہے وہ مانگ لے۔ راجہ نے دریافت کیا کہ جو کچھ میں طلب کروں وہ آپ مجھے دیویں گی؟ دیبی نے وعدہ کیا کہ ضرور دیا جائے گا۔ بکرم نے کہا

کہ جس تھیلی سے آپ روپیہ دیتی ہیں وہی تھیلی مجھے دیدی جائے۔ دیبی نے فوراً وہ تھیلی راجہ کو لاکر دیدی۔ وہ خوش ہوکر واپس آگیا۔

دوسرے روز جب وہ راجہ حسب معمول اسی جنگل میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں نہ دیبی کا مندر ہے نہ کڑھاؤ۔ تمام جگہ ویران پڑی ہوئی ہے یہ بات دیکھ کر راجہ بہت متفکر ہوا اور رونے لگا۔ آخر کار ناچار ہوکر محل میں واپس آیا اور ملول و غمگین ہوکر بیمار ہوگیا۔ جب درباری حاضر ہوئے تو انھوں نے راجہ کو سخت رنجیدہ دیکھا کہ نہ کسی سے بات کرتا ہے۔ نہ کچھ کھاتا پیتا ہے۔ اور سلطنت کے انتظام کی بابت اگر کچھ عرض کیا جاتا ہے تو منہ پھیر لیتا ہے۔ راجہ کی یہ حالت دیکھ کر دیوان نے بڑی خوشامد درآمد سے عرض کیا کہ "خداوند نعمت آپ کے رنجیدہ ہونے سے تمام دربار پر اُداسی چھارہی ہے۔ راجہ نے فرمایا کہ "اس وقت میرے سر میں درد ہے میری طرف سے تم دربار کرو۔" اس کے بعد وزیر جاکر سلطنت کا انتظام کرنے لگا۔ مگر ہر شخص کو راجہ کی طرف سے فکر دامنگیر تھی۔ کوئی کہتا تھا کہ راجہ کی طبیعت خراب ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ راجہ کسی عورت پر عاشق ہوگیا ہے اور کوئی کہتا تھا کہ راجہ محل میں موجود ہی نہیں۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ مگر یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ راجہ بیچارہ کس مصیبت میں مبتلا ہے۔

جب بکرم کی حاضری کا وقت آیا تو وہ بھی راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کیفیت مزاج دریافت کی اور عرض کیا کہ میں نے اُس وقت جب میں ملازم ہوا تھا حضور سے وعدہ کیا تھا کہ میں آڑے وقت میں کام آؤنگا۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرا وعدہ بھول گئے۔ اب آپ اپنی پوری کیفیت
مجھ سے بیان فرمائیے۔" راجہ نے کہا کہ "میں تم سے اپنی کیا بات کہوں۔
بس جی میں آتا ہے کہ اپنی جان دیدوں۔" بکرم نے عرض کیا کہ "مہاراج!
آپ ایک مرتبہ تو مجھے اپنے حال سے آگاہ فرما دیجئے۔ اس کے بعد جو مناسب
ہو وہ کیجئے گا۔ اس کے بعد راجہ نے فرمایا کہ" ایک دیوی کی میں پوجا کیا کرتا
تھا۔ جو مجھے ایک لاکھ روپیہ روز دیا کرتی تھی۔ وہی میں روز خیرات کر دیا کرتا
تھا۔ اب نہ معلوم وہ دیوی اچانک کہاں غائب ہو گئی۔ اسی وجہ سے مجھے
اس وقت سخت رنج ہو رہا ہے۔ کیونکہ جو میرا معمول تھا اب وہ قائم نہیں
رہ سکتا۔ اور جو مرد اپنی وضع کو نہ نبا ہے وہ مرد نہیں میں دنیا میں کسی کو نہیں
دیکھتا جو میری اس وقت مدد کر سکے۔ بس میرے لئے اب جان دیدینے کے
سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ میرا زندہ رہنا بیکار ہے۔" راجہ کی بات سنتے ہی بکرم
نے وہ تھیلی جو دیوی سے حاصل کی تھی راجہ کو حوالہ کر دی اور عرض کیا کہ "مہاراج!
آپ حسب معمول کام کیجئے۔ جس قدر دولت آپ طلسمی تھیلی سے طلب فرمائیں گے
اُتنی قدر دولت یہ آپ کو دے گی۔ الغرض اس تھیلی میں سے لیکر جس قدر
چاہے روپیہ خرچ کیجئے۔ اس میں ہرگز کمی واقع نہ ہوگی۔" یہ بات
سُن کر راجہ نے وہ تھیلی لے لی اور بہت خوش ہوا۔ تھیلی میں سے حسب معمول
ایک لاکھ روپیہ نکالا اور خیرات کر دیا اور وہ تھیلی اپنے پاس رکھی۔ دیوان کو
حکم دیا کہ جس طرح لوگوں کو ہمیشہ خیرات ملا کرتی تھی اسی طرح اب بھی دی جائے!"
راجہ بکرم نے راجہ سے کہا کہ مہاراج اب آپ مجھے رخصت فرمائیں تو

میں اپنے وطن کو جاؤں کیونکہ مجھے آپ کی خدمت میں بہت مدت گذر گئی ہے ''
راجہ نے فرمایا کہ" ہم تمھاری تعریف نہیں کر سکتے۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے ہم کو از سر نو
زندگی دی ہے۔ بہر حال اگر تم وطن جانا چاہتے ہو تو خیر لیکن اپنے وطن
پہونچ کر ہم کو اتنی اطلاع ضرور بھیج دینا کہ میں خیر و عافیت کے ساتھ وطن
پہونچ گیا۔ اور اپنا صحیح پتہ بھی لکھ دینا" تاکہ ہمارا خط تمھارے پاس پہونچ سکے"
بکرم نے کہا کہ" مہاراج آپ مجھ سے واقف نہیں ہیں در اصل مشہور راجہ
بیر بکرماجیت ہوں۔ شہر امباوتی میری راجدھانی ہے۔ میں آپ کی بڑی
تعریف سُن کر محض زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ اب چونکہ آپ کے درشن
ہو گئے اور میری آرزو پوری ہو گئی۔ بس آپ اپنے راج کا کام دیکھیں اور
اس نیازمند کو رخصت فرمائیں۔ میں نے آپ کی سخاوت اور دریا دلی خوب
دیکھ لی۔" جب راجہ نے بیر بکرماجیت کا نام سنا تو قدموں پر گر پڑا اور ہاتھ
جوڑ کر کہنے لگا کہ" مہاراج! بڑا غضب ہوا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکا۔ اور
آپ میری خدمت کرتے رہے۔ بہر حال آپ اپنے دل میں کچھ خیال نہ فرمائیے گا۔
واقعی جیسی تعریف میں نے سنی تھی ویسا ہی آپ کو پایا۔ آپ کی سخاوت،
اور دریا دلی کی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی" اس کے بعد راجہ بکرم وہاں سے
رخصت ہوا اور اپنے بیروں کو طلب کر کے تخت پر سوار ہو کر اپنے شہر میں پہونچا۔
اس قدر قصہ بیان کر کے "کیرت وتی" پتلی بولی کہ " دیکھا راجہ بھوج آپ نے
کہ راجہ بکرماجیت نے کس محنت و جانفشانی سے ایک نادر تحفہ حاصل کیا۔
لیکن جب وقت آیا تو وہی عجیب و غریب چیز دوسرے شخص کو فوراً عطا فرما دی

اور دل پر مطلق میل نہ لایا۔ کیا بکرم سے بڑھ کر کوئی شخص سخی ہو سکتا ہے۔ ایسا کام آج تک کسی نے نہیں کیا۔ آپ کس گنتی میں ہیں"۔

پتلی کا یہ طنز سن کر راجہ بھوج چپ ہو رہا۔ دوسرے دن جب صبح ہوئی تو راجہ تخت پر بیٹھنے کے لئے تیار ہو کر پھر آیا۔ چاہتا تھا کہ سنگھاسن پر قدم رکھے کہ فوراً "ترلوچنی" تیرھویں پتلی نے ٹوکا اور کہنے لگی۔

---
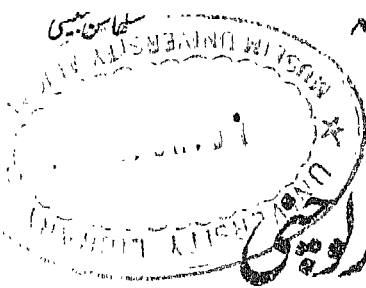
۱۳ - ترلوچنی

سنئے مہاراج! میں آپ کو ایک پرانا قصہ سناتی ہوں۔ اس سنگھاسن پر وہی شخص قدم رکھ سکتا ہے جو بکرم کے مانند بڑے بڑے کام کرے۔ راجہ بھوج نے فرمایا کہ " اے پتلی راجہ بکرماجیت کا ذکر سننے کو میرا بھی جی چاہتا ہے ۔ تو کچھ حال بیان کر" پتلی نے کہا کہ " مہاراج! ایک روز بکرماجیت کو شکار کا شوق پیدا ہوا۔ میر شکار کو تیاری کا حکم دیا۔ تمام درباری افسران اور بڑے بڑے تجربے کار شکاری سامان ضروری لیس ہو کر تیار ہو گئے۔ ہر شخص ایک ایک تیز گھوڑے پر سوار ہوا۔ پلک جھپکنے میں سیکڑوں کوس کا دھاوا مارتے ۔ وہ گھوڑا جس پر خود راجہ سوار تھا گھوڑا نہیں بلکہ ایک چھلاوہ تھا۔ تمام شہزادے ، امرا ، و رئیس اپنے اپنے شکاری جانور باز ، جرہ ، شاہین ، گوہی وغیرہ اپنے اپنے ہاتھوں پر رکھ کر روانہ ہوئے ۔ راجہ نے بھی ایک باز ہاتھ پر لیا اور شکارگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ موقع پر پہونچ کر سب نے اپنے اپنے جانور اڑائے اور تیز گھوڑوں پر ان کا پیچھا کیا۔ راجہ نے حکم دیا کہ آج ہر شخص شکار کھیلے ہم سب کا تماشہ دیکھیں گے" جو شکار لائے گا وہ انعام پائے گا اور جو نہ لائے گا وہ موقوف کیا جائے گا یہی حکم بیلیوں کے نام

جاری ہوا۔ الغرض سب اپنے اپنے شکار میں مشغول ہو گئے۔ خود راجہ نے
بھی ایک باز اڑایا اور اس کا پیچھا کیا اسی طرح کوسوں دور نکل گیا۔ شام
ہو گئی تو ہوش آیا۔ وہ تن تنہا تھا۔ ہمراہیوں نے بہت دیر تک انتظار
کیا۔ جب راجہ واپس نہ ہوا تو وہ شہر میں واپس چلے آئے۔ وہاں راجہ
سنسان جنگل میں مارا مارا پھرتا تھا۔ اور کہیں راہ نہ پاتا تھا جب چاروں طرف
اندھیرا چھا گیا تو راجہ نے ایک دریا کے کنارے زین پوش بچھا کر گھوڑے
کو ایک درخت سے باندھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ دریا کا پانی
بڑھتا چلا آرہا ہے۔ راجہ اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسرے محفوظ مقام پر چلا گیا۔
مگر جب دریا کا پانی وہاں بھی آ پہونچا تو گھبرایا۔ دریا پر جو نظر ڈالی تو ایک عجیب
تماشہ نظر آیا۔ یعنی دھار میں ایک مردہ بہا جاتا ہے اور دو شخص اس سے
چپٹے ہوئے آپس میں جھگڑا کرتے جاتے ہیں۔ ایک مردہ کو اپنی طرف
کھینچتا ہے دوسرا اپنی طرف۔ ان میں ایک جوگی ہے اور دوسرا بیتال۔
جوگی کہتا ہے کہ تو نے بہت مردے کھائے ہیں مگر مجھے یہ مردہ بڑی ضرورت
کے وقت ملا ہے۔ اس لئے تو اسے چھوڑ دے تو میں اسے لے جا کر اپنا کام
پورا کروں۔ تو سمجھ لے گویا میں نے یہ مردہ تحفہ کے طور پر دیدیا ہے۔ بیتال
بولا کہ میں بچہ نہیں ہوں جو تیرے پھسلانے میں آ جاؤں۔ یہ میری خوراک
ہے۔ میں اپنی غذا کیونکر چھوڑ دوں۔ الغرض دونوں میں یہ طے ہوا کہ کسی
تیسرے شخص سے اس جھگڑے کا فیصلہ کرایا جائے۔ اسی اثنا میں دونوں کی
نظر راجہ پر پڑی۔ دونوں خوش ہو کر راجہ کے پاس آئے اپنا اپنا بیان دے کر

فیصلہ چاہا۔ راجہ نے کہا کہ "پہلے تم ہم کو فیس کے طور پر اپنی اپنی طرف سے کوئی تحفہ نذر کرو تب مقدمہ فیصل کیا جائے گا" یہ سن کر جوگی نے اپنی جھولی سے ایک بٹوہ نکالا اور بکرم کو دے کر کہا کہ مہاراج جس قدر دولت آپ اس بٹوہ سے طلب کریں گے یہ آپ کو دے گا۔ اور اس کا مال ہرگز کم نہ ہوگا۔ اس کے بعد بیتال نے کہا کہ مہاراج میں ایک موہنی تلک آپ کو دیتا ہوں جب آپ اس کو گھس کر اپنی پیشانی پر قشقہ لگائیں گے تو ہر شخص آپ سے مرعوب ہوگا اور کوئی شخص سامنا نہ کر سکے گا۔ راجہ نے دونوں تحفے لے کر اپنے قبضہ میں کئے۔ اس کے بعد بیتال سے کہا کہ "تو اس مردے کے بدلے ہمارے گھوڑے کو کھالے اور یہ مردہ جوگی کو دیدے تاکہ دونوں کا مطلب پورا ہو جائے۔ یہ بات دونوں کو منظور ہوئی بیتال نے راجہ کا گھوڑا کھالیا اور جوگی مردے کو لے گیا۔ اور اپنا منتر سدھ کرنے لگا۔ اس کے بعد راجہ نے اپنے موکل طلب کئے اور تخت پر سوار ہو کر اپنے شہر کو چلا۔ اثنار راہ میں ایک فقیر نے راجہ کو دیکھا اور سامنے آکر عرض پرداز ہوا کہ مہاراج میں بہت دنوں تک آپ کے شہر میں رہا لیکن مجھے کوئی نفع نہ پہونچا۔ اب آپ مجھ کو کچھ عنایت فرمائیں۔ فقیر کی درخواست سنتے ہی بکرم نے جوگی کا دیا ہوا بٹوہ جیب سے نکالا اور فقیر کو دے کر بٹوے کی تمام خوبیاں بیان کردیں۔ وہ دعائیں دیتا ہوا اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ اس کے بعد راجہ اپنے محل میں آگیا۔

اس قدر قصہ بیان کرنے کے بعد "ترلوچنی" پتلی بولی۔ مہاراج آپ نے

سن لیا۔ بس جو شخص راجہ بکرماجیت جیسا سخی اور دریا دل ہو وہی اس سنگھاسن پر بیٹھ سکتا ہے۔ ورنہ ہٹ دھرمی ہے۔ آپ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس تخت پر قدم رکھ سکیں۔ اس روز کا تخت نشینی کا وقت بھی ٹل گیا۔

دوسرے روز راجہ پھر بارادہ تخت نشینی آیا۔ اہلکاروں کو بلا کر حکم دیا کہ بہت سا روپیہ خیرات کر دیں اور برہمنوں کو کھانا کھلائیں۔ اس کے بعد راجہ نے "سری گنیش آئیمہ" کہہ کر تخت پر پاؤں رکھنا چاہا کہ "بلوجینی" چودھویں پتلی یوں بولی۔

۱۴۔ بلوچنی

مہاراج پہلے جو کچھ میں عرض کروں آپ اسے سن لیں اس کے بعد اس سنگھاسن پر بیٹھنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ پتلی کی بات سن کر راجہ رک گیا۔ اور سنگھاسن کے قریب دوسرا تخت بچھوا کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد پتلی بولی۔ "راجہ بکرماجیت نے ایک روز اپنے داروغہ توشہ خانے کو بلا کر حکم دیا کہ میں ایک بڑا جشن کر کے خیر خیرات کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہاں لوگوں کو آرام پہونچے اور آخرت میں مجھ کو فائدہ ہو۔ اس لئے اس کام کا فوراً انتظام کیا جائے۔ داروغہ نے تعمیل حکم میں فوراً دعوت نامے جاری کر دئے اور کرناٹک، گجرات، کشمیر، قنوج، تلنگان وغیرہ کے عالموں، پنڈتوں اور برہمنوں کو طلب کیا۔ سات دیپ اور نو کھنڈ کے راجاؤں کو بھی بلایا۔ راجہ نے ایک موکل کو پاتال کے راجہ کے پاس بھی بغرض دعوت روانہ کیا اور دوسرا موکل سورگ لوک کو روانہ کر کے دیوتاؤں کو دعوت دی۔ علاوہ ازیں ایک برہمن کو بلا کر ہدایت کی کہ "تم سمندر کے پاس جا کر ہمارا سلام کہو اور التماس کرو کہ راجہ بکرم کے یہاں بڑی دھوم دھام کا جشن منایا جا رہا ہے جس میں بڑے خلوص اور محبت کے ساتھ آپ کو بلایا ہے۔" الغرض وہ برہمن فوراً وہاں سے

روانہ ہوگیا اور چند روز میں سمندر کے کنارے جا پہنچا مگر وہاں کوئی انسان تو در کنار کوئی جانور بلکہ چڑیا تک نظر نہ آئی۔ جس طرف دیکھتا تھا پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر برہمن فکر مند ہوا کہ راجہ کا پیغام کس کو پہنچایا جائے جب اور کچھ نہ سوجھا تو اس نے سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر آواز بلند کہا کہ "میں راجہ بیر بکرماجیت کا پیغام سمندر کے نام دیئے جاتا ہوں۔ راجہ نے سمندر کو جگیہ میں مدعو کیا ہے۔ ضرور تشریف لائیں"۔

یہ کہہ کر جب وہ برہمن وہاں سے واپس ہونے لگا تو راہ میں اسے سمندر دیوتا ایک برہمن کے روپ میں نظر آئے۔ اور قاصد برہمن سے دریافت کیا کہ راجہ بیر بکرماجیت نے ہم کو کس لئے بلایا ہے۔ تو برہمن نے جشن کا حال بیان کیا اور عرض کیا آپ ضرور تشریف لائیں۔ یہ سن کر سمندر نے کہا کہ "میں ضرور جشن میں شریک ہوتا مگر میرے چلنے سے جو سیلاب آئے گا اس سے تمام ملک ڈوب جائیں گے۔ اس لئے تم میری طرف سے خوشامد سے کہہ دینا کہ اگر میں شریک نہ ہوں تو وہ افسوس نہ کریں۔ میں نے اپنی معذوری بیان کر دی ہے۔ اس کے بعد سمندر نے برہمن کو پانچ لعل اور ایک گھوڑا دیا اور کہا کہ یہ چیزیں میری طرف سے راجہ کو تحفہ کے طور پر پیش کر دینا۔ برہمن رخصت ہو کر راجہ کے پاس آیا اور وہ تحفے پیش کر کے سمندر دیوتا کا عذر بیان کیا۔ راجہ نے برہمن سے خوش ہو کر وہ تحفے اسی کو بخش دیئے۔

اس قدر قصہ بیان کر کے پتلی نے کہا کہ دیکھا مہاراج آپ نے

کہ ایسے نادر تحفے پاکر بھی راجہ بکرماجیت نے فوراً بخش دیے۔ وہ لعل اور گھوڑا اس قدر قیمتی تھے کہ ساتوں ملک کی دولت ان کے سامنے ہیچ تھی ایسے فیاض اور دریا دل راجہ کے سنگھاسن پر بیٹھنے کی آپ میں ہرگز قابلیت نہیں۔ آپ عالم و فاضل ضرور ہیں لیکن لالچ میں مبتلا ہیں دولت آپ کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتی۔ اس لئے آپ اس تخت پر بیٹھنے کا خیال دل سے نکال ڈالیں۔ الغرض وہ دن بھی باتوں باتوں میں گذر گیا۔ جب دوسرے روز راجہ بھوج پھر اس سنگھاسن پر بیٹھنے آیا تو فوراً "انوپ وتی" پندرھویں پتلی اس طرح گویا ہوئی۔

۱۵- انوپوتی

مہاراج! ذرا میری بات سنئے! راجہ بیر بکرماجیت کے گن تو بیان سے باہر ہیں مگر جو بات بیان کے قابل ہو وہ تو بیان کی جائے لیکن جو بیان نہ کی جاسکے وہ کیونکر عرض کی جائے۔ راجہ بھوج نے فرمایا کہ "تم کسی بات کا خیال نہ کرو۔ میرا دل خود بکرماجیت کی باتیں سننے کو چاہتا ہے۔ اس لئے تم نڈر ہو کر بیان کرو تم پہ کوئی الزام نہیں آئے گا"۔ پتلی بولی کہ مہاراج! ایک دن راجہ بیر بکرماجیت دربار میں بیٹھا تھا کہ ایک پنڈت آیا اور راجہ کے سامنے ایک اشلوک پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک تو وہ آدمی جس کا ظاہر اچھا مگر باطن خراب ہو اور دوسرا وہ جو اپنا اعتبار قائم کرکے نقصان پہونچائے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں جلیں گے۔ اشلوک سن کر راجہ بہت خوش ہوا اور پنڈت کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیا اور فرمایا کہ پنڈت جی ذرا مجھے اس اشلوک کا مطلب سمجھا دیجئے۔ پنڈت نے عرض کیا کہ مہاراج! ایک بڑا گیانی راجہ تھا جو اپنی ایک رانی کو اس قدر چاہتا تھا کہ وہ پل بھر بھی اسے اپنے سامنے سے علیحدہ نہ ہونے دیتا تھا اگر دربار میں بھی بیٹھتا تو اپنے برابر تخت پہ بٹھا لیتا تھا اور اگر کبھی شکار کو جاتا تو دوسرے گھوڑے پر رانی کو بھی ساتھ لے جاتا۔

غرض وہ رانی ہر وقت راجہ کے ساتھ رہتی تھی۔ ایک روز راجہ کے وزیر نے موقع پاکر ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ "اگر جان کی اماں پاؤں تو کچھ کہوں"۔ راجہ نے اجازت دی۔ وزیر نے کہا کہ "مہاراج! رانی کو ہر وقت اس طرح ساتھ رکھنا حضور کی شان کے خلاف ہے۔ اس حرکت سے اپنے خاندان اور بزرگوں کی شان کو بھی بٹا لگتا ہے۔ دنیا بھر کے راجہ اور لوگ ہنستے ہیں کہ جو راجہ ایک عورت کے اس قدر بس میں ہو وہ کیا خاک راج کر سکتا ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ اگر یہ رانی حضور کو بہت ہی پیاری ہے تو اس کی ایک تصویر کھنچوا کر اپنے پاس رکھئے۔ اس تدبیر سے آپ کا دل بھی خوش رہے گا اور لوگ ہنسی بھی نہ اڑائیں گے"۔ وزیر کی یہ بات راجہ کو بہت پسند آئی فوراً حکم دیا کہ کسی اچھے مصور کو بلا کر رانی کی تصویر بنوائی جائے۔ وزیر نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ ایک بڑے درجہ کا ہنرمند اور ماہر مصور بلایا۔ جو اپنے ہنر کے علاوہ علم جوتش میں بھی کمال رکھتا تھا۔ اس مصور کو راجہ نے اپنی پیاری رانی کی تصویر بنانے کا حکم دیا۔ الغرض مصور نے کچھ دنوں بعد رانی کی ایک ایسی خوبصورت تصویر تیار کی گویا جنت سے کوئی حور اتر آئی ہے۔ اور اس رانی کا جیسا جسم تھا مصور نے جوتش سے کام لے کر ویسا ہی بنایا۔ جب تصویر پوری ہو گئی تو لا کر راجہ کی خدمت میں پیش کی۔ راجہ نے تصویر کو بغور دیکھا تو سر سے پیر تک ٹھیک پایا۔ اسی اثنا میں راجہ کی نظر جو تصویر کی داہنی ران پر پڑی تو وہاں ایک تل دیکھا۔ بہت گھبرایا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس مصور نے رانی کا تل دیکھا ہو۔ ضرور اس شخص کی

آشنائی رانی سے ہو گی۔ دل میں یہ خیال آتے ہی بہت ملول ہوا۔ فوراً مصور کو طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو فوراً جلاد کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ اس مصور کی گردن مار کر آنکھیں نکال لاؤ۔ راستہ میں وزیر نے جلاد کو روکا اور حکم دیا کہ اس مصور کو ہمارے حوالہ کر دو اور اس کے بدلے کسی ہرن کی آنکھیں نکال کر راجہ کو دکھا دو۔ جلاد نے وزیر کے حکم کی تعمیل کی۔ وزیر کو راجہ کی طرف سے بیحد افسوس ہوا کہ راجہ نے اس قدر جہالت سے کام لیا کہ بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی قسم کی تحقیقات کئے ایک ہنر مند کے قتل کا حکم دے دیا۔ اگر کوئی قصور ہوا بھی تھا تو زیادہ سے زیادہ جلا وطن کر دیتا۔ راجاؤں کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کے منہ میں امرت رہتا ہے اور پیٹ میں بس۔ کہتے ہیں کچھ اور کرتے ہیں کچھ۔ غرض وزیر نے اس مصور کو چھپا رکھا۔ ادھر جلاد نے ہرن کی آنکھیں نکال کر راجہ کو دکھا دیں کہ مصور کی ہیں۔ راجہ نے وہ آنکھیں گھورے پر پھنکوا دیں اور معاملہ ختم ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد اس راجہ کا بیٹا ایک دن شکار کھیلنے گیا مگر اکیلا تھا اور شکار کے شوق میں ایک نہایت بڑے گنجان جنگل میں نکل گیا۔ اتفاق کی بات سامنے سے ایک شیر نکلا۔ شہزادے نے ڈر کے مارے گھوڑا تو وہیں چھوڑا اور ایک بڑے درخت پر چڑھ گیا۔ جب اوپر پہونچا تو کیا دیکھتا ہے کہ درخت پر ایک ریچھ بیٹھا ہے۔ اب تو شہزادہ کے ہوش اڑ گئے اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ قریب تھا کہ غش کھا کر درخت سے نیچے گر پڑے اور شیر کا نوالہ بن جائے کہ یکایک وہ ریچھ بولا کہ "اے شہزادے تو اپنے دل میں کسی قسم کا

ڈر نہ لا۔ میں تجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچاؤں گا۔ کیونکہ تو میری پناہ میں آیا ہے۔ اب تو چین سے یہاں بیٹھ" دن تو ختم ہوگیا۔ جب رات ہوئی تو ریچھ بولا کہ اے شہزادے یہ شیر ہم دونوں کا جانی دشمن ہے۔ ہم دونوں کا اسوقت سو جانا خطرے سے خالی نہیں۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ دونوں دو دو پہر رات جاگیں۔ آدھی رات آپ آرام کریں اور آدھی رات میں۔ شہزادے نے یہ بات منظور کی۔ پہلے دو پہر شہزادہ سویا اور ریچھ نے حفاظت کی۔ شیر نے ریچھ سے کہا کہ اے میلے کچیلے بالوں والے ریچھ تو سخت بے وقوف واقع ہوا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ شخص ہم دونوں کی غذا ہے۔ اگر تو اس سے دوستی کرلے گا تو پھر کیا کھائے گا۔ اس لئے مناسب ہے کہ تو اس مرد کو نیچے گرادے اور ہم دونوں مل کر اس کا ناشتہ کریں۔ یہ بستی کا رہنے والا ہے اور ہم دونوں جنگل کے بسنے والے ہماری اس کی کیا دوستی؟ ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا اور تو ہمیشہ پچھتائے گا۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ جب وہ اٹھے گا اور تو سوئے گا تو وہ ضرور تیرا سر کاٹ کر پھینک دیگا" یہ سن کر ریچھ نے جواب دیا کہ سن او بے وقوف شیر! کسی بے قصور آدمی کو مار کر اس کا گناہ اپنے سر لینا اچھی بات نہیں۔ راجہ کو قتل کرنا، گرو سے جھوٹ بولنا، درخت کاٹ ڈالنا، جنگل کا جلا دینا، اور کسی شخص پر اپنا اعتبار قائم کرکے اس سے دغا کرنا یہ سب بڑے بڑے گناہ ہیں۔ مگر جو شخص اپنے قدموں میں آپڑے اور اپنی پناہ دے دے اس کو مارنا ان سب سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور گناہ ممکن ہے کبھی معاف ہو جائیں لیکن یہ گناہ کبھی معاف نہ ہوگا

اس شخص نے میری پناہ لی ہے۔ اگر میں نے اس ایک شخص کو نہ کھایا تو کیا ہو جائے گا۔ یہ سن کر شیر سخت ناراض ہوا اور بولا کہ خیر تو میرا کہنا نہیں مانتا تو نہ مان میں بھی تجھ کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ دو پہر رات گذرنے کے بعد جب ریچھ کے سونے کی باری آئی تو شہزادہ جاگا اور ریچھ سو گیا۔ ریچھ کو سوتا دیکھ کر شیر نے شہزادے سے کہا کہ اے شہزادے جو کچھ میں تجھ سے کہوں وہ سچ سمجھنا۔ تو اس ریچھ پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا۔ جب یہ صبح کو اٹھے گا تو پہلے تیرا ناشتہ کریگا۔ اور یہی بات وہ مجھ سے کہہ کر سویا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تو اسے پہلے ہی درخت سے گرا دے۔ میں اسے کھا کر اپنا راستہ لوں گا۔ اس طرح تو بھی سلامت رہے گا اور میرا پیٹ بھی بھر جائے گا" یہ وقت شہزادہ شیر کے بہکانے میں آگیا اور جس شاخ پر ریچھ بیٹھا تھا اسے ہلا کر نیچے گرا دینا چاہا۔ ریچھ جاگ کر شاخ سے لپٹ گیا اور شہزادے سے کہا کہ اے آدمی تف ہے تجھ پر کہ تو نے میرے سلوک کا یہ بدلہ دیا۔ اب اگر میں تجھ کو مار کر کھا جاؤں تو تو میرا کیا کر سکتا ہے۔ ریچھ کی بات سن کر شہزادے کے حواس غائب ہو گئے اور وہ سمجھا کہ اب ضرور ریچھ مجھ کو کھا جائے گا۔ مگر اتنے میں سورج نکل آیا اور شیر وہاں سے چلا گیا۔ ریچھ نے اٹھ کر شہزادے کے کانوں میں پیشاب کر دیا اور کہا کہ جا تجھے جان سے کیا ماروں کیونکہ اب یہاں بالکل اکیلا ہے۔ اسی لئے تجھے چھوڑے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر ریچھ درخت سے اتر کر چلا گیا اور شہزادہ بھی وہاں سے گونگا، بہرہ ہو کر اپنے گھر واپس آیا۔ شہزادے کا یہ حال جو راجہ نے دیکھا تو سخت پریشان ہوا۔ تمام محل میں کہرام مچ گیا کوئی کچھ کہتا تھا اور کوئی کچھ

راجہ نے وزیر کو حکم دیا کہ شہر میں جس قدر جنتر منتر جاننے والے لوگ ہیں ان سب کو بلا کر شہزادے کو دکھاؤ اور اس کا علاج کراؤ۔ وزیر نے تمام سیانوں کو طلب کرکے شہزادے کی دوا کرنے کا حکم دیا۔ ہر شخص نے اپنی اپنی تدبیر کی مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ وزیر نے مجبور ہو کر راجہ سے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ "مہاراج! آپ کے غلام کی بہو نہایت ہوشیار اور پڑھی لکھی ہے اگر حضور اجازت دیں تو میں اس کو حاضر کروں وہ شہزادہ کو دیکھ کر اس کا علاج کرے گی۔ اگر خدا نے چاہا تو بہت جلد آرام ہو جائے گا۔ اب اس کے سوائے شہزادے کے علاج کی اور کوئی صورت نہیں۔ راجہ نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ تیرے بیٹے کی بیوی عورت ذات ہو کر ایسی باتوں کو کیا جانے؟ وزیر نے جواب دیا کہ حضور وہ ایک جوگی کی چیلی ہے۔ اس جوگی نے تمام منتر جنتر اور علم و فن سکھا کر اس کو ماہر کر دیا ہے۔ راجہ نے حکم دیا کہ اگر ایسا ہے تو اسے ضرور لاؤ۔ وزیر اپنے گھر گیا اور وہاں اس مصور کو بلا کر تمام ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اب تو زنانہ لباس پہن کر میرے ساتھ چل۔ مصور نے قبول کیا اور عورت کا بھیس بدل کر وزیر کے ساتھ راجہ کے پاس پہونچا۔ محل میں ایک جگہ قنات کھینچ دی گئی۔ اس کے پیچھے وہ مصور اور اس کے سامنے راجہ، شہزادہ اور وزیر بیٹھے۔ اس کے بعد مصور نے کہا کہ راجکمار کو نہلا دھلا کر اچھا لباس پہنایا جائے اور ایک علیحدہ چوکی پر بٹھایا جائے۔ جب یہ کام پورا ہو گیا تو مصور نے کہا کہ "اے شہزادے ذرا غور سے سن۔ بھیوکشن بڑا سوربیر تھا مگر اپنے بھائی سے دغا کرکے سری رامچندر جی سے جا ملا اور تمام سلطنت راون کی تباہ و برباد کرادی اور اس طرح اپنے

خاندان کا ستیاناس کیا مگر سال ہی بھر کے اندر خود بھی تباہ ہو گیا۔ دوسرے بھسماسر نے مہادیو کی تپسّیا کی اور ان سے انعام پایا لیکن اپنا اعتبار جمانے کے بعد اسی شخص نے مہادیو کی بیوی پاربتی کو اُڑا لینے کا ارادہ کیا جس کی سزا اسے یہ ملی کہ پل بھر میں جل کر خاک ہو گیا۔ اب بتا اے شہزادے تو ایسا کیوں ہوا کہ ظاہر میں اچھا رہا اور باطن میں پاپ رکھا۔ پہلے اعتبار قائم کیا پھر دغا کی۔ بتا تو نے سوتے ہوئے ریچھ کو کیوں ڈھکیلا۔ اس غریب نے تو تیرے ساتھ بھلائی کی تھی اور تو نے اپنے دل میں اس کے لئے بُرائی کا خیال پیدا کیا۔ بہر حال اس میں تیری کوئی خطا نہیں جو کچھ ہے وہ تیرے باپ کی خطا ہے۔ اس واسطے کہ جیسا بیج بویا جاتا ہے ویسا ہی پھل لگتا ہے۔ تو نے اپنے باپ کی وجہ سے یہ تکلیف اٹھائی۔ یہ بات سُنتے ہی راجکمار اچھا ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر راجہ حیران رہ گیا اور دریافت کیا کہ اے عورت سچ بتا کہ تو نے ریچھ کا معاملہ جو جنگل میں گذرا تھا کیونکر معلوم کیا،، مصوّر نے جو اس وقت عورت کے بھیس میں تھا جواب دیا کہ ”مہاراج! میں اپنے پچھلے زمانے کی کیفیت آپ سے عرض کرتی ہوں۔ جب میں اپنے گرو کے پاس جاتی تھی تو اس کی بیحد خدمت کرتی تھی۔ ایک روز گرو جی نے مجھے ایک منتر بتایا۔ جب میں نے منتر سیکھ کر سِدھ کر لیا تو اسی وقت سے سرسوتی میرے قبضہ میں آ گئی۔ جس سے میں نے آپ کی رانی کی ران کا تل پہچانا تھا۔ اسی طرح ریچھ کا حال بھی معلوم کر لیا۔ یہ حال سن کر راجہ بہت خوش ہوا۔ بیچ سے قنات ہٹا دی اور مصوّر کو شاباش دی کہ واقعی تو اپنے فن کا اُستاد کامل ہے۔ تیرے گن مجھے اب معلوم ہوئے۔ یہ کہہ کر راجہ نے مصوّر کو اپنی

آدھی سلطنت دیدی اور اپنا سب سے بڑا وزیر مقرر کر دیا۔ اس قدر قصہ بیان
کرکے وہ پنڈت بولا سنا مہاراج آپ نے اس اشلوک کا یہ مطلب ہے۔ راجہ
بیر بکرماجیت پنڈت سے بہت خوش ہوا اور اُس کو ایک ہزار گاؤں دیدیے
اس قدر قصہ بیان کرنے کے بعد پتلی بولی کہ "مہاراج! آپ میں اتنے گن
کہاں اس زمانے میں راجہ بکرم جیسا سخی اور دریا دل فیاض ہونا مشکل ہے۔
آپ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سنگھاسن پر بیٹھیں"۔

الغرض اس دن کی اچھی لگن بھی یونہی گذر گئی۔ راجہ دربار سے اُٹھ کر
محل میں داخل ہو گیا دوسرے دن پھر بیٹھنے کے ارادے سے باہر آیا اور پنڈتوں
سے کہا کہ اس وقت تم مجھے کوئی اچھی گھڑی دیکھ دو تاکہ اس سنگھاسن پر بیٹھوں
پنڈتوں نے جواب دیا کہ مہاراج آپ تو بیٹھیں گے لیکن یہ پتلیاں آپ کو
کب بیٹھنے دیں گی۔ راجہ بھوج نے تخت کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ فوراً
"سندروتی" سولھویں پتلی گویا ہوئی۔

١٦۔ سُندرُوتی

سنئے مہاراج میں آپ سے ایک قصہ بیان کرتی ہوں۔ شہر اجین میں چھتیس قومیں اور چار ذاتیں بستی ہیں۔ وہاں ایک مہاجن نہایت دولتمند اور نیکدل تھا۔ شہر کے لوگوں کو تجارت کرنے کے لئے اکثر روپیہ دیدیا کرتا تھا۔ اس کا لین دین کا کاروبار بہت بڑھا ہوا تھا۔ جو شخص اس کے پاس کوئی آرزو لے کر جاتا تھا وہ کبھی خالی نہ آتا تھا۔ اس سیٹھ کے ایک بہت خوبصورت، لکھا پڑھا اور بہت عقلمند بیٹا تھا جس کا نام رتن سین تھا۔ یہ لڑکا بڑا سمجھدار اور اپنے ماں باپ کا فرمانبردار تھا۔ جب لڑکا جوان ہوا تو سیٹھ نے سوچا کہ کہیں کوئی اچھی لڑکی ملے تو بیٹے کی شادی کردی جائے۔ اس لئے برہمنوں کو بلا کر کئی جگہ روانہ کیا اور وعدہ کیا کہ اگر کسی اچھی لڑکی کی نسبت لے کر آؤ گے تو بہت کچھ انعام دونگا۔

بہت کچھ روپیہ دیکر برہمنوں کو روانہ کردیا جنھوں نے جگہ جگہ پھر پھر کر اچھی لڑکی تلاش کرنا شروع کی۔ ایک برہمن کو خبر ملی کہ سمندر پار ایک شہر میں ایک بہت بڑا سوداگر رہتا ہے جس کی لڑکی صورت اور سیرت میں بہت اچھی ہے اور اس سیٹھ کو بھی اپنی بیٹی کے لئے کسی اچھے بر کی تلاش ہے۔ یہ خبر

سن کر وہ برہمن ایک جہاز میں سوار ہو کر اس سیٹھ کے شہر میں گیا اور لوگوں سے پتہ پوچھتا ہوا اس کے مکان پر پہونچا اور دربانوں کے ذریعہ اطلاع کرائی کہ شہر اجین کے ایک بڑے سیٹھ کا برہمن آیا ہے۔ یہ اطلاع سُن کر اس سوداگر نے اس برہمن کو بلا لیا اور عزت کے ساتھ بٹھا کر آنے کا سبب پوچھا۔ برہمن نے دعا دے کر بیان کیا کہ ہمارے سیٹھ نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ جہاں کہیں کوئی اچھی خاندانی لڑکی ملے اس کی نسبت ہمارے لڑکے سے ٹھہراؤ۔ سوداگر نے کہا کہ ہماری خواہش بھی یہی تھی کہ کوئی اچھا خاندانی لڑکا ملے تو اس سے اپنی بیٹی کی شادی رچائیں۔ اب پرماتما نے گھر بیٹھے سنجوگ ملا دیا۔ ابھی پنڈت جی کچھ دنوں یہاں آرام کرو میں اپنا پروہت تمھارے ساتھ کر دوں گا وہ تمھارے ساتھ جا کر ہماری طرف سے منظوری دے آئے گا۔ اسی عرصہ میں تم بھی ہماری لڑکی کی اچھی طرح دیکھ واکھ کر لو۔ غرض وہ برہمن بہت دن وہاں رہ کر اور لڑکی کو خوب دیکھ بھال کر اپنے وطن کو واپس گیا اور اس سوداگر کے پروہت کو بھی اپنے ساتھ لایا۔ اجین پہونچ کر سیٹھ کو اطلاع دی اور تمام باتیں بیان کر کے کہا کہ میں فلاں شہر میں فلاں سیٹھ کی لڑکی سے جو بہت اچھی ہے آپ کے لڑکے کی نسبت ٹھہرا آیا ہوں اور اس سیٹھ کے پروہت کو بھی ساتھ لایا ہوں۔

سیٹھ نے دوسرے دن اس سوداگر کے برہمن کو بلا کر اپنا لڑکا دکھایا۔ برہمن نے لڑکے کو دیکھ کر نسبت پکّی کر دی اور اصرار کر کے کہا کہ سیٹھ جی آپ جلد برات کا انتظام کر کے تشریف لائیں وہاں سب سامان تیار ہے۔ یہ کہہ کر

برہمن رخصت ہوا۔ یہاں فوراً شادیانے بجنے لگے۔ فوراً شادی کا تمام سامان درست کیا گیا۔ ناچ رنگ اور دعوتیں ہونے لگیں۔ رشتہ داروں کو نئے نئے جوڑے دیئے گئے۔ اسی طرح تیاریاں کرتے کرتے شادی کا دن قریب پہونچا۔ مگر چونکہ جانا دور تھا اور وقت کم۔ اس لئے فکر ہوئی کہ اتنے کم دنوں میں سمندر کا سفر کیونکر طے ہوگا۔ غرض اس فکر میں شادی کی تمام خوشی غائب ہوگئی۔ اتنے میں ایک شخص نے سیٹھ جی سے آکر کہا کہ اگر لڑکے اور لڑکی کی قسمت میں لکھا ہے تو اسی لگن میں ضرور شادی ہوگی۔ مگر اس کی ایک تدبیر ہے اور وہ یہ ہے کہ تم راجہ بکرماجیت کی خدمت میں جاکر ادب سے کہو کہ کچھ مہینے پہلے جو اڑن کھٹولہ ایک بڑھئی بنا کر دے گیا تھا اور جو شاہی خزانے میں موجود ہے وہ دیدیا جائے۔ اس پر تم مع لڑکے اور برہمن کے سوار ہوکر لڑکی کے شہر میں پہونچ جاؤ۔ برات کی فکر نہ کرو۔ یہ مشورہ سن کر وہ سیٹھ خوشی خوشی راجہ بکرماجیت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ بیان کیا اور کہا کہ "حضور اب شادی کی تاریخ میں صرف چار دن باقی ہیں۔ اگر وقت پر نہ پہونچا تو میری اور میرے خاندان کی بڑی بدنامی ہوگی" یہ داستان سنکر راجہ نے وزیر کو حکم دیا کہ "خزانہ سے وہ اڑن کھٹولہ سیٹھ کو دے دیا جائے اور جو کچھ وہ کہے اس کا انتظام کر دیا جائے تاکہ اس کے کام میں خرابی نہ پڑے" سیٹھ، اس کا لڑکا اور پروہت تینوں اس اڑن کھٹولہ پر سوار ہوکر لڑکی کے شہر میں جا پہونچے۔ دیکھا کہ خوب چہل پہل ہو رہی ہے اور سب برات کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ جب یہ تینوں شخص اڑن کھٹولہ پر سوار وہاں پہونچے تو ان کو لوگ ہاتھوں ہاتھ

لے گئے اور ایک بڑی حویلی میں اُتارا اور سیٹھ جی کو اطلاع دی کہ تمھارے سمدھی اور داماد آگئے ہیں سیٹھ نے آکر ان لوگوں سے ملاقات کی تو صرف تین آدمیوں کو دیکھ کر بہت گھبرایا اور سبب پوچھا کہ برات کیوں نہیں لائے اور کیوں اتنی بے سروسامانی کے ساتھ آئے۔ سیٹھ جی نے تمام کیفیت بیان کی۔ اس کے بعد اس سوداگر نے اپنے آدمیوں کو برات کی تیاری کا حکم دیا۔ الغرض بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ لڑکی والے نے لاکھوں روپیہ کا سامان جہیز میں دیا۔ وہاں اجین میں واپس آکر پھر نئے سر سے شادی رچائی گئی اور برہمنوں اور خدمتگذاروں کو بہت کچھ انعام دیا۔ اس کے بعد کچھ ہیرے جواہر اور عمدہ عمدہ تحفے کشتیوں میں سجا کر اور چند گھوڑے جڑاؤ زین اور لگام سے سجے ہوئے لے کر راجہ بکرماجیت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اڑن کھٹولے کے ساتھ پیش کئے۔ راجہ نے ہنس کر کہا کہ سیٹھ جی دی ہوئی چیز واپس لینا میری عادت کے خلاف ہے۔ آپ یہ اڑن کھٹولہ اور اپنے تحفے واپس لے جائیے بلکہ ہم نے تمھارے لڑکے کو ایک لاکھ روپیہ اپنے خزانے سے دیا۔ سیٹھ جی ایک لاکھ روپیہ اور تمام تحفے لے کر خوش خوش گھر واپس ہوئے۔

اس قدر قصہ کہکر پتلی بولی کہ مہاراج آپ تو کس شمار و قطار میں ہیں، راجہ بکرماجیت کا مقابلہ تو راجہ اندر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے جو اس سنگھاسن پر بیٹھنے کا حوصلہ کیا ہے یہ خیال دل سے دور کیجئے۔ الغرض باتوں باتوں میں وہ دن بھی گذر گیا اور راجہ رنجیدہ واپس ہوا۔ دوسرے روز جب پھر دربار میں آیا اور چاہا کہ سنگھاسن پر قدم رکھے کہ فوراً "ستیہ وتی" سترھویں پتلی یوں گویا ہوئی۔

۱۷- ستیہ وتی

مہاراج! اس سنگھاسن پر بیٹھنے کی تکلیف گوارا کرنے سے پہلے میری ایک بات سُن لیجئے - ایک دن راجہ بیر بکرما جیت اپنے دربار میں اس طرح بیٹھا تھا جیسے راجہ اندر اپنے دربار میں بیٹھتا ہے - بڑے بڑے گویّے اور گانے والی عورتیں میٹھے میٹھے دل کھینچنے والے سُروں میں روح کو مست کر رہے تھے - ناچنے والیاں ناز و انداز کے ساتھ بھاؤ بتا رہی تھیں - ایک طرف بھاٹ کھڑے ہوئے تعریف میں مصروف تھے - دوسری طرف پنڈت بیٹھے ہوئے - تیسری طرف تناور اور بلوان پہلوان کشتی میں مشغول تھے - ایک طرف میر شکار چیتے، شکاری کُتے، سیاہ گوش، ہرن، بینڈھے وغیرہ لئے کھڑے تھے - دربار میں بڑے بڑے عالم، فاضل اور حکیم اور جنگجو بہادر درجہ بدرجہ موجود تھے - غرض مہاراجاؤں کے دربار میں جس قدر تیاری جشن کی ہو سکتی ہے وہ سب وہاں موجود تھی اور خود راجہ بیر بکرما جیت راجہ اندر کی طرح سنگھاسن پر نہایت شوکت و شان سے بیٹھا تھا - اسی عرصے میں راجہ کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور اس نے حاضر دربار پنڈتوں، عالموں اور عقلمندوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ سورگ لوک کا راجہ مرت لوک کا تمام حال جانتا ہے اور تم بتاؤ کہ

پاتال کا راجہ کون ہے اور کس جگہ رہتا ہے؟ یہ سُن کر ایک پنڈت نے جواب دیا کہ مہاراج پاتال کا راجہ سیس ناگ ہے جس کے ایک ہزار پھن ہیں اور پدمنی اس کی رانی ہے۔ اس راجہ کا دل رنج وغم اور فکر و تردد سے پاک ہے ہمیشہ عیش اور آرام کے ساتھ راج کرتا ہے جس قدر عیش اور آرام اس راجہ کو نصیب ہے اس قدر آرام و راحت دنیا بھر میں کسی راجہ مہاراجہ کو میسر نہیں یہ بات سُن کر بکرم کے دل میں سیس ناگ سے ملاقات کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ فوراً اپنے بیتالوں کو طلب کیا اور حکم دیا کہ پاتال لے چلو۔ بیتال فوراً راجہ کو اٹھا کر لے اُڑے اور آناً فاناً میں پاتال پہونچا دیا۔ اور سیس ناگ کا محل دور سے دکھا دیا۔ بکرم نے بیتالوں کو رخصت کیا اور آپ راجہ پاتال کے محل کی طرف روانہ ہوا۔ جب قریب پہونچا دیکھا کہ وہ محل سونے کا بنا ہوا ہے۔ جس میں قسم قسم کے جگمگاتے ہوئے جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ تمام محل روشنی سے جگمگا رہا ہے اور اس میں اس قدر چمک ہے کہ رات اور دن میں کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ محل کے تمام دروازوں پر کنول سجے ہوئے ہیں۔ محل کے اندر ناچ رنگ کا اکھاڑا ہے جس کی سُریلی اور مست کرنیوالی آوازیں باہر آ رہی ہیں۔ راجہ بکرم کے دل میں اس وقت کچھ خوشی تھی اور کچھ ڈر غالب تھا۔ جب وہ آگے [illegible] محل کے صدر دروازے پر پہونچا تو دربان نے کہا کہ تم اپنے [illegible] مرت لوک یعنی عالم فانی سے ایک راجہ حضور کی زیارت کے لئے [illegible] اپنی قسمت پر [illegible] کہ وہ یہاں تک پہونچ گیا [illegible] خیال کے [illegible]

جلتے ہیں۔ ہر طرف سے رام کرشن رام کرشن کی آواز آرہی تھی اور بکرم حیرت میں بت بنا کھڑا تھا۔ الغرض دربان نے جاکر اپنے راجہ سے عرض کیا کہ محل کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہوا ہے جو حضور کی زیارت کا خواہشمند ہے وہ کہتا ہے کہ "میں مرت لوک سے حاضر ہوا ہوں" اس کو درشن کا ایسا شوق ہے کہ ڈیوڑھی پر ہزاروں سجدے کر رہا ہے جس کو دیکھتا ہے اسی سے حضور کے درشن کی آرزو بیان کرتا ہے۔ الغرض وہ شخص درشن کے لئے بیحد بیچین ہے۔ یہ سن کر سیس ناگ خود دروازے پر تشریف لایا۔ بکرم نے دیکھتے ہی ہاتھ جوڑ کر نہایت ادب سے جھک کر بندگی کی سیس ناگ نے خوش ہوکر دعا دی اور نام اور نشان دریافت کیا۔ بکرم نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا کہ مرت لوک میں ایک ملک ہندوستان ہے وہاں کے شہر اجین کا میں راجہ ہوں۔ بکرم میرا نام ہے۔ بہت دنوں سے حضور کی قدمبوسی اور درشن کی آرزو تھی۔ آج وہ حسرت پوری ہوئی اور مجھے گویا کروڑوں نیک کرموں کا پھل مل گیا۔ اگر میں چونسٹھ تیرتھ اشنان کرتا تب بھی یہ ثواب نہ ملتا۔ بکرم کا نام سنتے ہی سیس ناگ نے بڑھ کر ہاتھ ملا لیا اور ہاتھوں ہاتھ محل میں لے گیا اور ایک اونچی اور سجی ہوئی مسند پر بٹھا کر خیریت دریافت کی۔ بکرم نے جواب دیا کہ حضور کے درشن ہو گئے اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہوسکتی ہے سیس ناگ نے دریافت کیا کہ آپ یہاں کس غرض سے تشریف لائے ہیں اور کس مقصد کے لئے آپ نے یہاں تک سفر کرنے کی تکلیف اٹھائی؟ بکرم نے عرض کیا کہ پھن ناتھ (اے پھنوں کے مالک۔ یہ سیس ناگ کا ایک لقب ہے) راستہ کی

تمام تکلیفیں حضور کے درشن حاصل ہوتے ہی مٹ گئیں۔ اس کے بعد سیس ناگ نے بکرم کے رہنے کے لئے ایک خوب سجا ہوا محل تجویز کیا اور بہت سے آدمی خدمت کے لئے مقرر کر دئے اور حکم دیا کہ مجھ سے زیادہ راجہ بکرم کی خدمت کرنا۔ الغرض آٹھ دس دن وہاں مزے سے رہ کر بکرم نے سیس ناگ سے ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ پرتھی ناتھ (زمین کا مالک۔ یہ بھی سیس ناگ کا لقب ہے) اب مجھے رخصت فرمائیے تاکہ میں اپنے وطن جا کر لوگوں سے حضور کی تعریف کروں۔ سیس ناگ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اچھا بکرم اگر تمھیں گھر جانے کی خواہش ہے تو ہم سے کچھ تحفہ تو لیتے جاؤ۔ یہ کہہ کر سیس ناگ نے چار لعل جگمگاتے ہوئے منگوا کر راجہ بکرم کو پیش کئے اور ان کی خوبیاں اس طرح بیان کیں (۱) ایک لعل کا وصف یہ ہے کہ جس قدر زیور اس سے طلب کئے جائیں گے وہ فوراً دے گا منٹ بھر کی دیر نہ ہوگی۔ (۲) دوسرے لعل کی یہ خوبی ہے کہ جس قدر ہاتھی، گھوڑے، پالکیاں اور لاؤ لشکر اس سے مانگا جائے گا وہ فوراً دے گا۔ (۳) تیسرے لعل کا یہ وصف ہے کہ جس قدر روپیہ پیسہ اس سے مانگو گے وہ فوراً دے گا (۴) چوتھے لعل کی یہ صفت ہے کہ پوجا پاٹ اور عبادت کی جس قدر زیادتی چاہوگے وہ حاصل ہوگی۔ الغرض چاروں لعلوں کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد سیس ناگ نے راجہ بکرم کو رخصت کیا اور بکرم سیس ناگ کی تعریفیں کرتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔ جب راجہ بکرم بیتالوں کے کندھے پر سوار اپنے شہر سے قریب ایک کوس کے فاصلے پر پہونچ گیا تو موکلوں کو رخصت کر دیا اور خود ٹہلتا ہوا شہر کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں ایک بڈھا

اور کمزور برہمن آتا ہوا ملا۔ برہمن نے راجہ بکرم کو پہچان کر بھیک مانگی اور کہا کہ میں اس وقت سخت بھوکا ہوں مجھے کچھ خرچ دیجیے تاکہ بال بچوں کی پرورش کروں یہ سُن کر راجہ بہت سوچ میں پڑا کیونکہ اس وقت اس کے پاس ان انمول لعلوں کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ بہرحال راجہ نے چاہا کہ ان میں سے ایک لعل برہمن کو دیدوں یہ سوچ کر برہمن سے کہا کہ پنڈت جی اس وقت میرے پاس اور تو کچھ نہیں مگر چار لعل ہیں اور ان چاروں کے جدا جدا وصف ہیں جس خوبی کا لعل آپ پسند فرمائیں وہ آپ کی نذر کر دیا جائے۔ برہمن یہ حال سُن کر سٹ پٹایا مگر تھا آدمی ہوشیار فوراً عرض کیا کہ "مہاراج اگر اجازت ہو تو میں پہلے اپنے گھر جا کر مشورہ کر آؤں تب آکر عرض کروں کہ کون سا لعل چاہیئے۔ راجہ نے اجازت دی اور خود وہیں برہمن کا منتظر کھڑا رہا۔ برہمن نے گھر جا کر اپنی بیوی اور بہو سے تمام کیفیت ان لعلوں کی بیان کی۔ برہمنی نے کہا کہ میاں! آپ وہ لعل طلب کریں جو دولت دے کیونکہ جس کے پاس دولت ہوتی ہے اسی کا ہر شخص دوست ہو جاتا ہے۔ کنگال سے اپنے بھی دور بھاگتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ کنگال کو خدا بھی نہیں ملتا۔ اس لئے آپ بھی لعل طلب کریں۔ برہمن کا بیٹا بولا کہ "ابا جان وہ دولت کس کام کی جس کے ٹھاٹ باٹ نہ ہوں۔ اس لئے مناسب ہے کہ آپ وہی لعل مانگیں جو ٹھاٹ باٹ کا سامان دیتا ہے۔ بغیر لاؤ لشکر کے نہ کوئی راجہ بن سکتا ہے نہ [illegible] [illegible] کے انسان کی عزت ہوتی ہے جس شخص کے پاس [illegible]

سامان نہ ہو اس کا دنیا میں جینا ذلت ہے۔ برہمن زادہ کی بیوی نے کہا کہ مہاراج آپ وہ لعل مانگیں جو زیورات دیتا ہے۔ کیونکہ جب عورت زیور سے اپنے تن کا سنگار کرتی ہے تو اچھی معلوم ہوتی ہے یہانتک کہ اگر کوئی بیوہ بھی زیور پہنے تو سہاگن اور سندر معلوم ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ ضرورت آپڑے تو انسان زیور بیچ کر مصیبت کے دن بھی ٹال سکتا ہے اور پھر جس قدر زیورات مانگوگے اسی قدر وہ لعل دیدے گا بس آپ کچھ اور فکر نہ کریں۔ میرا شوہر تو نرا مورکھ بے عقل ہے یہ ٹم ٹام لیکر کوئی کیا چاٹے گا۔ آپ چونکہ عقلمند ہیں اس لئے آپ وہی لعل مانگیں جو میں کہتی ہوں۔ یہ سنکر برہمن بولا کہ سچ تو یہ ہے کہ تم تینوں پاگل ہوگئے ہو میری خواہش سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ جبتک دم میں دم ہے سوائے نیکی اور پرہیزگاری کے انسان کسی اور چیز سے کام نہ رکھے۔ نیک کام ہی ایسی چیز ہے جس سے انسان دنیا میں سلطنت تک پا سکتا ہے نیک کاموں ہی سے انسان کو دنیا میں عزت آبرو حاصل ہوتی ہے۔ نیکی ہی سے تمام کام درست ہوتے ہیں۔ دیکھو اچھے کرموں ہی کی بدولت راجہ بل نے پاتال کی سلطنت حاصل کی اور اسی نیک چلنی سے راجہ اندر نے سورگ لوک میں اندراسن پایا۔ نیک کام ہی سے انسان کو ہمیشہ کی زندگی ملتی ہے۔ اس لئے انسان کو لازم ہے کہ وہ نیک کام کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دے۔ میں بھی اپنی سچائی نہ چھوڑوں گا خواہ کچھ ہو۔ الغرض چاروں آدمیوں نے چار طرح کے خیال ظاہر کئے۔ ایک ستے ہو سکی مجبور ہو کر وہ برہمن راجہ بکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام حال عرض کیا۔ راجہ بکرماجیت نے برہمن سے تمام حال سن کر فرمایا کہ "اچھا مہاراج آپ

مایوس نہ ہوں میں آپ کو یہ چاروں لعل دے دیتا ہوں کہ آپ کے کنبہ بھر کی آرزو پوری ہو جائے''۔ یہ کہہ کر وہ چاروں لعل راجہ بیر بکرماجیت نے برہمن کو دیدیے۔ برہمن لعل لے کر دعائیں دیتا ہوا اپنے گھر کو چلا گیا۔

اس قدر قصہ بیان کرنے کے بعد پتلی نے کہا کہ دیکھا راجہ بھوج آپ نے کہ راجہ بیر بکرماجیت خالی ہاتھ اپنے گھر کو واپس آیا اور ایسے انمول لعل برہمن کو دینے میں ذرا دیر نہ کی۔ اب آپ ہی فرمایئے کہ اس کلجگ کے زمانے میں کون ایسا سخی ہے جو اس فیاضی کے ساتھ خیرات کر سکے۔ جو شخص سخاوت اور فیاضی میں راجہ بیر بکرماجیت کے مانند ہو وہی اس سنگھاسن پر بیٹھے۔ ورنہ ہمیشہ دوزخ میں جلے گا اور ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔ آپ خود ہی اپنے دل میں غور فرمائیں کہ جو نیک اور سخاوت کے کام راجہ بکرماجیت نے کئے ہیں وہ کسی دوسرے سے ہو سکتے ہیں؟ پتلی کی بات سن کر راجہ شرمندہ ہو گیا اور دربار سے اٹھ کر اپنے محل میں چلا آیا۔ کیونکہ اب تخت پر بیٹھنے کا وقت گذر گیا تھا۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی راجہ بھوج پھر تخت پر بیٹھنے کے لئے دربار میں آیا اور چاہتا تھا کہ سنگھاسن پر قدم رکھے کہ فوراً اٹھارھویں پتلی ''روپ رکھیا'' یوں بولی۔

۱۸- روپ ریکھا
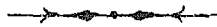
مہاراج! ذرا میری بات سن لیجئے۔ ابھی آپ اس سنگھاسن پر بیٹھنے کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں۔ پہلے آپ میری عرض سُن لیجئے۔ راجہ بھوج نے فرمایا کہ "اچھا بیان کرو"، پتلی بولی کہ مہاراج دو سنیاسیوں میں جوگ کے طریقوں پر بحث ہو گئی اور وہ دونوں جھگڑتے ہوئے بیر بکرماجیت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مہاراج! ہم دونوں میں ایک بات پر بحث ہو گئی ہے۔ حضور اس کا تصفیہ کریں۔ راجہ نے فرمایا کہ سب حال بیان کرو تو کوئی فیصلہ کیا جائے۔ ایک سنیاسی نے عرض کیا کہ خداوند نعمت میرا قول یہ ہے کہ گیان، آتما، دیہہ، مایا، موہ، پاپ، پن اور تمام باتیں من کے تابع ہیں اور دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ من کی ہی مرضی سے ہوتا ہے۔ گویا من تمام جسم کا بادشاہ ہے اور جسم کے تمام حصے من کے تابع ہیں۔ من جو کام چاہتا ہے ان سے لیتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے سنیاسی نے عرض کیا کہ حضور میرا کہنا یہ ہے کہ جو کچھ ہے وہ گیان ہے اور یہی راجہ ہے تمام جسم کا من اور تن دونوں اس کے ماتحت ہیں۔ اگر کبھی من اپنا عمل دخل کرنا چاہتا ہے تو گیان کی وجہ سے نہیں کر سکتا۔ من کے

تابع انسان کی اندریاں (پانچوں حواس) ضرور ہیں اور جو کام وہ ان سے چاہے لے سکتا ہے۔ مگر گیان کی وجہ سے بے بس ہے جب گیان آتا ہے تو وہ من کو مار کر نکال دیتا ہے اور پانچوں اندریاں (حواس خمسہ) بھی گیان ہی کی تلوار سے کاٹی گئی ہیں۔ جب انسان سے من اور اندریوں کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو وہ دنیا بھر سے بے خوف ہو جاتا ہے اور اس کا جوگ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ دونوں سنیاسیوں کی باتیں سن کر راجہ نے فرمایا کہ "میں تمھارا مطلب خوب سمجھ گیا۔ اس کا جواب کسی قدر سوچ کر دوں گا" الغرض راجہ نے اس مسئلہ کو خوب سمجھ کر جواب دیا کہ "سنو میاں جوگی! چار چیزیں ہمیشہ ایک ساتھ رہتی ہیں یعنی آگ، پانی، مٹی اور ہوا انھیں چاروں سے مل کر انسان کا جسم بنا ہے۔ من جسم کا سردار ہے۔ اگر جسم من کے کہنے پر ہمیشہ چلتا رہے تو گھڑی بھر میں جسم کا ستیاناس کر دے۔ پھر ان پر گیان کا قبضہ ہے جو من کو قابو نہیں پانے دیتا۔ جو لوگ گیانی ہیں ان کی کایا (جسم) خراب نہیں ہونے پاتی وہ لوگ دنیا میں امر (ہمیشہ زندہ رہنے والے) ہیں جب تک جوگی گیان کی مدد سے اپنے من کو قابو میں نہ کرے اس وقت تک اس کا جوگ درست نہیں ہوتا۔ راجہ کی باتیں سن کر دونوں سنیاسی اپنی ضد سے باز آئے۔ ایک جوگی نے خوش ہو کر راجہ کو کھریا مٹی کا ایک ڈھیلا دیا اور کہا کہ جو نقش و نگار دن کے وقت اس کھریا سے بناؤ گے ان کا تماشہ رات کو دیکھنا۔ یہ کہہ کر وہ دونوں جوگی رخصت ہو گئے راجہ نے متعجب ہو کر دل میں کہا کہ جوگی کی یہ بات کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

امتحان کے لئے راجہ نے ایک محل خالی کرایا اور صاف کرا کے اس میں قیام کیا۔ پھر دروازہ بند کر کے اس محل کی دیواروں پر اس کھریا سے کرشن جی سرسوتی اور دوسرے دیوتاؤں کی تصویریں کھینچیں۔ جب آفتاب غروب ہوا تو یکایک "جے جے ہری!" کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ راجہ نے دن کے وقت کھریا سے جن دیوتاؤں کی تصویریں بنائی تھیں وہ سب زندہ ہو گئے۔ اور راجہ کی تعریفیں کرنے لگے۔ راجہ ان کی تمام باتیں صاف صاف سنتا تھا لیکن خوف اور رعب جو دل پر چھایا تھا اس کی وجہ سے کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ جب سورج نکلا تو وہ سب دیوتا رخصت ہوئے اور دیوار پر صرف تصویریں بنی رہ گئیں۔ دوسرے روز راجہ نے دیواروں پر ہاتھی، گھوڑے، پالکی، نالکی، رتھ اور فوج وغیرہ کی تصویریں بنائیں۔ جب رات ہوئی تو وہ سب زندہ ہو گئے اور راجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راجہ بیحد خوش ہوا اور جوگی کو یاد کرنے لگا کہ اس نے ایسی عمدہ چیز دی۔ جب صبح ہوئی تو صرف تصویریں باقی رہ گئیں۔ تیسرے روز راجہ نے گویّوں، ناچنے والیوں کی تصویریں کھینچیں اور تال، بین، ستار، طنبورہ، مرچنگ، تپاک، بانسری، کھڑتال الغوزہ وغیرہ کی تصویریں اس طرح بنائیں کہ ایک ایک ساز ایک ایک تصویر کے ہاتھ میں دیدیا۔ جب رات ہوئی تو پہلے نغروں کی آوازیں آئیں اس کے بعد ان تصویروں نے زندہ ہو کر ناچ رنگ کی محفل برپا کی۔ تمام ساز آپس میں سُر ملا کر بجنے لگے۔ ناچنے والیوں نے ناچنا، گانا شروع کیا۔ رات خوب ناچ رنگ میں بسر ہوئی صبح کو پھر طلسم ٹوٹ گیا اور خالی تصویریں

رہ گئیں۔ قصہ مختصر راجہ بکرم تمام رات یوں ہی مزے کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور اپنے رنواس میں نہیں جاتا تھا۔ رانیوں کو بیحد فکر ہوئی کہ راجہ علیحدہ محل میں کیوں رہتا ہے اور اپنے محلسرا میں کیوں نہیں آتا۔ الغرض تمام رانیوں نے صلاح کر کے راجہ کا راز معلوم کرنے کی تدبیریں سوچیں۔ چار رانیوں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ "بغیر راجہ کے ہماری زندگی پر لعنت ہے۔ راجہ الگ محل میں بیٹھا ہے اور ہم الگ اس کے عشق میں بیقرار ہیں۔ اب ہم سے جدائی کے صدمے برداشت نہیں ہو سکتے۔ یہ سوچ کر چاروں رانیاں راجہ کے محل میں جا پہونچیں اور بڑی لجاجت و خوشامد سے عرض کرنے لگیں کہ مہاراج! ہم سے کیا قصور ہوا جو آپ ہم سب کو دل سے بھلا کر اس محل میں الگ زندگی بسر کرنے لگے۔ راجہ نے ہنس کر دریافت کیا کہ رانیو! تم یہاں کیوں آئیں کیا کسی نے کوئی تکلیف دی ہے؟ کیا کسی نے کچھ کہا ہے؟ رانیوں نے سر جھکا کر کہا کہ مہاراج! ہم شریف زادیاں ہیں، ہم نے عیش و آرام کے سوائے آج تک کچھ نہیں دیکھا۔ اب ہم سے آپ کی جدائی کے صدمے نہیں سہے جاتے اور یہ وہ تکلیف ہے جو آپ کے سوائے کوئی دوسرا دور نہیں کر سکتا۔ ہم کو اس برہ اور جدائی سے نجات دیجئے۔ آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم تم سے کبھی منہ نہ پھیریں گے مگر اس قدر عرصہ تک آپ نے صورت نہیں دکھائی۔ خیر اب تک جو کچھ ہوا وہ گذر گیا لیکن اب ہم میں ہرگز طاقت جدائی کی نہیں ہے۔ انھیں باتوں اور اسی شکوہ و شکایت میں وہ رات ختم ہو گئی۔ راجہ نے مسکرا کر کہا کہ اچھا تم اپنے دل میں خوش ہو جاؤ۔ جو

تم کہو گی وہی ہم کریں گے اور جو کچھ تم مانگو گی وہی ہم دیں گے۔ رانیوں نے خوش ہو کر عرض کیا کہ اچھا اگر یہی قول ہے تو کھریا کا جو ڈھیلا آپ کے ہاتھ میں ہے وہ ہم کو دیدیجئے۔ راجہ نے بڑی خوشی سے وہ کھریا رانیوں کے حوالہ کر دی۔ اس کے بعد راجہ اور رانیاں سوار ہو کر اپنے محل میں داخل ہوئے اور راج کا کام کاج پہلے کی طرح ہونے لگا۔

اس قدر قصہ بیان کر کے پتلی بولی کہ سنا آپ نے راجہ بھوج! ایسی نایاب طلسمی چیز دینے میں راجہ بکرماجیت نے ذرا بھی تامل نہ کیا فوراً حوالہ کر دی اگر آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہو تو آپ ہرگز نہ دیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس سنگھاسن پر بیٹھنے کا ارادہ آپ چھوڑ دیں کیونکہ آپ ہرگز اس قابل نہیں ہیں۔ غرض آج بھی باتوں باتوں میں تخت پر بیٹھنے کی ساعت گزر گئی راجہ دربار سے مایوس اٹھ کر محل میں چلا گیا۔ دوسرے دن راجہ پھر آیا اور چاہتا تھا کہ اس سنگھاسن پر قدم رکھے کہ فوراً "تارا" انیسویں پتلی نے ڈکا اور ایک قہقہہ مار کر کسی قدر سختی سے یوں بولی۔

۱۹۔ تارا

"او بیوقوف راجہ کیا تو پاگل ہو گیا ہے جو بار بار سنگھاسن پر بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے اگرچہ اس کام کی قابلیت نہیں رکھتا۔ پہلے میری بات سُن پھر کسی بات کا ارادہ کرنا۔ اگر تو نے اس سنگھاسن پر قدم رکھا تو سخت گنہگار ہوگا۔ مجھ پر اپنا مبارک قدم راجہ بکرماجیت نے رکھا تھا۔ تو بیچارہ کس شمار و قطار میں ہے جو تخت پر بیٹھنے کے ارادے سے آیا ہے۔ دیکھ میرا دل کنول کے مانند ہے جس کا بھونرا بکرماجیت تھا۔ تو گوبر کا کیڑا مجھ پر پاؤں رکھنے کی کیا لیاقت رکھ سکتا ہے" راجہ بھوج پتلی کی یہ تیز اور سخت باتیں سُن کر گھبرایا اور بگڑ کر دریافت کیا۔ "او عورت! تو مجھے گوبر کا کیڑا کس خیال سے کہتی ہے؟" پتلی بولی کہ سُن راجہ بھوج! میں ایک روز کا حال بیان کرتی ہوں۔ ایک دن ایک برہمن جس کا نام سامدرک تھا اور جو علم سامدرک (یعنی ہاتھ اور پاؤں کی لکیروں کے علم) میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ یہ اپنے فن میں اس قدر کامل تھا کہ ہاتھوں اور پاؤں کی لکیریں دیکھ کر ذرا ذرا سی باتیں بھی معلوم کر لیتا تھا راہ میں خاک پر کسی شخص کے نقش قدم دیکھ کر غور کیا تو اس میں اوردھ ریکھا اور کنول کا چنہ نظر آیا۔ یہ دیکھ کر

اس نے اپنے دل میں سوچا کہ جانے والا ضرور کوئی راجہ ہے۔ دیکھنا چاہیئے
کہ وہ کہاں گیا ہے۔ یہ سوچ کر وہ پیر کا نشان دیکھتا ہوا روانہ ہوا۔ تقریباً
ایک کوس کے فاصلے پر پہونچ کر اس نے ایک شخص کو درخت پر سے لکڑیاں
توڑ کر گٹھا باندھتے دیکھا۔ برہمن نے اس شخص کے پاس جاکر دریافت کیا
کہ وہ وہاں کب آیا تھا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ پنڈت جی میں یہاں
دو گھڑی رات سے آیا ہوں۔ تب برہمن نے پوچھا کہ "کیا اس نے اس راستہ
سے کسی کو جاتے دیکھا ہے؟" وہ شخص بولا کہ مہاراج! اس جنگل میں انسان
تو درکنار کسی جانور کی صورت بھی نظر نہیں آئی۔ برہمن نے کہا ذرا اپنا پاؤں
دکھاؤ۔ اس شخص نے اپنا پاؤں آگے بڑھا دیا۔ برہمن نے اس کے اندر
تمام نشانات دیکھے اور اپنے دل میں متردد ہوا کہ کیا سبب ہے کہ اس شخص
کے پاؤں میں تمام علامات بادشاہوں کے موجود ہیں مگر وہ اس قدر مصیبت زدہ
ہے کہ لکڑیاں کاٹتا پھرتا ہے۔ برہمن نے پھر اس شخص سے دریافت کیا
کہ وہ اپنا کام کتنے دنوں سے کر رہا ہے۔ اس مرد نے جواب دیا کہ جب سے
میں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے یہی کام کرتا ہوں۔ اور راجہ
بکرماجیت کے شہر میں رہتا ہوں۔ پنڈت نے کہا کہ "تو سخت تکلیف میں
ہے۔ وہ شخص بولا کہ "پنڈت جی یہ سب بھگوان کی مرضی ہے جس کو چاہے
عزت دے اور جس کو چاہے ذلت۔ کسی کو سواری کے لئے ہاتھی دیتا ہے
اور کسی کو پیادہ دوڑاتا ہے۔ کسی کو بغیر مانگے مال و دولت دیتا ہے اور
کسی کو بھیک مانگنے پر بھی پیٹ کے لئے ٹکڑا نصیب نہیں ہوتا۔ کوئی

عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا ہے اور کوئی مصیبتوں میں دن کاٹ رہا ہے۔
خدا کی مرضی میں کسی کو کچھ دخل نہیں۔ جس طرف دیکھو اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔
اور جو کچھ اس نے انسان کی تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی بھگتنا پڑتا ہے۔
رنج اور آرام اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس پر کسی کا زور نہیں چل سکتا۔
پنڈت جی نے اس آدمی کی باتیں سنیں اور پاؤں کی لکیروں کو بغور دیکھا تو
نہایت متعجب ہوا اور اپنے دل میں نادم ہو کر کہنے لگا کہ افسوس میں نے
علم سامدرک پر اس قدر محنت کی مگر وہ علم غلط نکلا۔ افسوس تمام محنت و
جانفشانی رائگاں گئی۔ برہمن یہ سوچ کر اپنے دل میں بہت رنجیدہ ہوا۔
مگر یہی سوچتا ہوا وہاں سے سیدھا دربار شاہی کی طرف روانہ ہوا اور
دل میں سوچتا جاتا تھا کہ چل کر راجہ کے پاؤں کی لکیریں بھی دیکھنا چاہیئے
اگر تمام نشانات کتاب کے مطابق نہ پائے گئے تو کتابوں کو پھاڑ کر نذر آتش
کر دوں گا اور دنیا کو چھوڑ کر تیرتھ جاترا کو نکل جاؤں گا اور پھر دنیا سے کوئی
تعلق نہ رکھوں گا کیونکہ جب ایک جھوٹے اور غلط علم کے پیچھے اس قدر عمر
گنوائی تو پھر کسی دوسرے کام کے اچھے پھل کی کیا امید کی جا سکتی ہے۔ اس سے
بہتر ہے کہ تمام عمر خدا کی یاد میں بسر کی جائے تاکہ اگر کوئی فائدہ نہ ہو تو
نقصان بھی نہ ہو۔ الغرض اسی قسم کی باتیں دل میں سوچتا ہوا وہ حاضر
دربار ہوا راجہ کو دعا دے کر قدمبوسی کی درخواست کی۔ راجہ نے دریافت کیا
کہ برہمن دیوتا آج تم کچھ رنجیدہ نظر آرہے ہو کیا باعث ہے کچھ بیان تو کرو۔
پنڈت نے عرض کیا کہ مہاراج سب سے پہلے آپ اپنا پیر مجھے دکھا دیں

تاکہ میرے دل کی فکر دور ہو۔ راجہ نے اپنا پاؤں دکھلا دیا۔ مگر برہمن کو اس میں اپنی کتابوں کے مطابق کوئی علامت نظر نہ آئی۔ سر جھکا کر چُپ کھڑا ہو گیا۔ راجہ نے دریافت کیا کہ پنڈت سچ بتائیے کہ آپ کو کیا تردد ہے۔ برہمن نے عرض کیا کہ مہاراج! میری عمر یوں ہی برباد ہوئی۔ بارہ برس تک میں نے علم سامدرک نہایت محنت سے پڑھا۔ مگر وہ تمام محنت بیکار ثابت ہوئی۔ اسلئے اب میرا دل دنیا سے بیزار ہو گیا ہے۔ راجہ نے دریافت کیا کہ یہ بات تم کو کیونکر معلوم ہوئی۔ پنڈت نے جنگل کا تمام واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ کتاب کے مطابق اس لکڑہارے کے پاؤں میں بادشاہی کی تمام علامتیں موجود تھیں۔ مگر اس کے باوجود وہ اس قدر محنت اور جانفشانی کی روٹی کھاتا ہے۔ ادھر حضور کے پاؤں میں کتاب کے موافق ایک بھی علامت شاہی کی موجود نہیں ہے۔ مگر آپ راج کر رہے ہیں۔ تاج اور تخت کے مالک ہیں۔ آپ کی زندگی آرام میں بسر ہوتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ میرے دل کو اپنی محنت برباد ہونے کا صدمہ ہوا۔ بس اب میں تمام کتابوں کو پھونک دوں گا اور گھر سے نکل جاؤں گا۔ راجہ بکرماجیت نے فرمایا کہ پنڈت جی آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ میں آپ کو اس کا تمام راز کتاب کی رو سے بتائے دیتا ہوں۔ دیکھئے کسی کے علامات ظاہر ہوتے ہیں اور کسی کے پوشیدہ۔ برہمن نے عرض کیا کہ یہ حال کیونکر معلوم ہو راجہ نے فوراً اپنے تلوے کی کھال چاقو سے چیر کر پاؤں کے نشانات دکھائے تو برہمن کو کھال کے نیچے تمام شاہی کی علامتیں نظر آئیں۔ تب برہمن کو

اطمینان حاصل ہوا۔ راجہ نے فرمایا کہ پنڈت جی ایسا علم پڑھنے سے کیا فائدہ جس سے کسی بات کا بھید معلوم نہ ہو۔ برہمن شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا اور راجہ کو دعائیں دیکر اپنے گھر کو چلا گیا۔

اس قدر قصہ بیان کر کے پتلی بولی کہ "بتا راجہ بھوج! تو کب اس قابل ہے کہ اس سنگھاسن پر بیٹھے۔ جو شخص راجہ بیر بکرماجیت جیسی لیاقت اور خوبیاں رکھے وہی اس تخت پر بیٹھ سکتا ہے۔ یعنی وہی شخص اس سنگھاسن پر قدم رکھ سکتا ہے۔ جو مرنے کے بعد بھی زندہ رہے۔ جس کا نام اور کام دنیا میں باقی رہے۔ جیسے پھول ناپید ہو جاتا ہے مگر اس کی خوشبو عطر میں بسی رہ جاتی ہے۔ راجہ بھوج نے جب پتلی کی باتیں سنیں تو دل میں کہنے لگا کہ واقعی دنیا کو قیام نہیں۔ جو حال درخت کے سایہ کا ہے۔ کہ کبھی ادھر کبھی ادھر وہی حال دنیا کا ہے جس طرح چاند اور سورج کا نکلنا اور ڈوبنا ہے اسی طرح انسان کا جینا مرنا ہے۔ دنیا کی باتیں بالکل ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں۔ انسان اپنے نفس کے قابو میں آکر طرح طرح کے کام کرتا ہے مگر مناسب یہی ہے کہ ہمیشہ خدا کی یاد کرتا رہے۔

یہ خیال دل میں لا کر راجہ وہاں سے مایوس اٹھا اور محل میں داخل ہو گیا جب دوسرا دن ہوا تو سنگھاسن پر بیٹھنے کے ارادے سے پھر دربار میں تشریف لایا۔ چاہتا تھا کہ تخت پر قدم رکھے کہ فوراً "چندر جوتی" بیسویں پتلی یوں گویا ہوئی:۔

۲۰ - چندر جوتی

مہاراج! پہلے میرا ایک قصہ سُن لیجیے۔ پھر سنگھاسن پر بیٹھنے کا ارادہ کیجیے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ راجہ بیر بکرماجیت کا دل کسی قدر خوش تھا اور انھوں نے راس دھاریوں کے سردار کو حکم دیا کہ یہ کاتک کا نیک مہینہ ہے۔ اس میں کچھ خدا کی یاد ہونا لازمی ہے اس لیے چودھویں رات کو کرشن مہاراج کی رہس لیلا کرنا چاہیے۔ ادھر وزیر اعظم کو حکم دیا کہ اس محفل میں شرکت کی دعوت آس پاس کے بادشاہوں، امیروں اور رئیسوں کو بھیجی جائے۔ تمام پنڈتوں اور شہر کے جوگیوں کو بلایا جائے۔ اس کے علاوہ تمام دیوتاؤں کے نام کے منتر پڑھ کر ان کو بھی اس جشن مبارک کی دعوت دی گئی۔ مقررہ دن پر بے شمار مہمان تشریف لائے اور رہس لیلا ہونے لگی چاروں طرف "جے جے ہری" کی آواز بلند ہونے لگی۔ راجہ نے تمام مہمانوں کو عزت و آبرو کے ساتھ بٹھایا اور مزے دار و لذیذ کھانوں سے آؤ بھگت کی۔ ٹھاکر جی کا پرشاد نذر کیا۔ راجہ نے غور کر کے جو دیکھا تو تمام دیوتا موجود تھے۔ مگر چندرماں دیوتا تشریف نہیں لائے۔ فوراً اپنے بیتالوں کو طلب کیا اور ان کے دوش پر سوار ہو کر چندر لوک پہونچا اور چندرماں کے سامنے حاضر ہو کر

مجرا بندگی کرکے کہا خداوند مجھ ناچیز سے کیا قصور ہوا کہ تمام دیوتا میرے جشن میں شفقت و مہربانی سے تشریف لائے ہیں۔ مگر حضور نے عنایت نہ فرمائی حضور کے بغیر میرا تمام کام ادھورا پڑا ہے۔ آپ مہربانی فرماکر تشریف لے چلئے تاکہ میرا کام پورا ہو جائے۔ اگر اس وقت آپ نے انکار کیا تو میں اپنی جان دے دوں گا۔ یہ سن کر چندرمان ہنسا اور نہایت ہنسکھ لہجے میں فرمایا کہ راجہ تو میرے شریک نہ ہونے سے رنجیدہ نہ ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر میں کہیں جاؤں گا تو تمام دنیا میں اندھیرا ہو جائے گا اس لئے میں مجبور ہوں کہ اپنے مقام سے ہٹ نہیں سکتا۔ تجھے میرے دیکھنے کی خواہش تھی تو وہ پوری ہوگئی اسی طرح تیرا سب کام پورا ہو جائے گا۔ اس طرح بکرم کو سمجھا بجھا کر چندرمان نے رخصت کیا اور چلتے وقت آب حیات تحفہ کے طور پر دیا۔ راجہ نے وہ تحفہ سر آنکھوں پر رکھا اور بندگی کرکے اپنے شہر میں چلا آیا۔ راستے میں کیا دیکھتا ہے کہ جم کے دوت (موت کے فرشتے) کسی برہمن کی روح نکال کر لئے جا رہے ہیں۔ برہمن کی روح نے بھی راجہ کو دیکھ کر خوشامد کی۔ بکرم نے موت کے فرشتوں سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا کہ ہم ملک الموت کے گماشتے ہیں۔ اپنے آقا کے حکم سے شہر اجین گئے تھے۔ اب ایک برہمن کو لیکر اپنے مالک کے پاس جاتے ہیں۔ راجہ نے ان سے خوشامد سے کہا کہ پہلے مجھے اس برہمن کو دکھا دو پھر کہیں جاؤ۔ وہ دونوں فرشتے راجہ کو شہر میں لے گئے اور برہمن کی لاش دکھادی۔ راجہ دیکھ کر بہت پریشان ہوا

کیونکہ وہ برہمن راج پروہت تھا۔ راجہ نے دونوں فرشتوں کو باتوں میں لگا لیا اور ان کی نظر بچا کر آب حیات کے چند قطرے مردہ کے منہ میں ڈال دئے۔ وہ فوراً خدا کا نام لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ راجہ نے سلام کیا۔ برہمن نے دعائیں دیں۔ دونوں فرشتے یہ حال دیکھ کر حیران رہ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ راجہ نے یہ کیا کام کیا۔ اب ہم اپنے مالک کو کیا جواب دیں گے۔ اسی تردد میں وہ دونوں فرشتے جمراج کے پاس گئے اور تمام واقعات بیان کئے۔ جم سُن کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد راجہ برہمن کو ساتھ لے کر اپنے محل میں آیا اور بہت سا مال خیرات کے طریقے پر دے کر رخصت کیا۔

اس قدر قصہ بیان کر کے پتلی بولی کہ اے راجہ بھوج اگر تو ایسا کوئی نیک کام انجام دے سکتا ہے تو اس سنگھاسن پر بیٹھنے کا ارادہ کر ورنہ اس خیال کو چھوڑ۔ غرضکہ اس روز کی نیک ساعت یکی یوں ہی گذر گئی۔ راجہ نا اُمید محل میں واپس آیا۔ رات بیقراری کے ساتھ کاٹی۔ صبح ہوئی تو دربار کے وقت پھر تخت پر بیٹھنے کے ارادے سے دربار میں آیا۔ چاہتا تھا کہ سنگھاسن پہ پاؤں دھرے کہ فوراً "انرودھ وتی" اکیسویں پتلی گویا ہوئی:

۲۱- انرودھوتی

مہاراج! آپ کس دھوکے میں ہیں۔ اور جس بدنیتی پر آپ کمر باندھے ہیں اس سے کیا فائدہ؟ پہلے آپ میری ایک بات سن لیجئے پھر اس تخت پر بیٹھنے کا خیال دل میں لائیے ۔ سنئے! ایک برہمن مادھو نام اس قدر عقلمند تھا کہ اس کی تعریف بیان سے باہر ہے۔ جوگی بن کر وہ تمام دنیا کی سیر کر آیا تھا مگر کسی مقام پر جم کر نہ رہا۔ اس کے علاوہ وہ بیحد خوبصورت تھا اور حسن کا دیوتا معلوم ہوتا تھا۔ عورتیں اسے دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہو جاتی تھیں۔ مہاراج! وہ برہمن تمام علموں اور فنوں میں ماہر اور کامل تھا۔ حد درجے کا ہوشیار تھا۔ دنیا بھر میں بے مثل تھا جس راجہ کے دربار میں حاضر ہوتا وہاں آٹھ دس دن تک اس کی خوب آؤ بھگت ہوتی لیکن جب وہ شخص اپنی لیاقت کا اظہار کرتا تو وہ راجہ اسے فوراً اپنے ملک سے نکال دیتا۔ اسی طرح وہ ادھر ادھر پھرتا پھرتا شہر کاما نگر میں جا پہنچا جہاں کا راجہ کام سین تھا۔ اس راجہ کے دربار میں کام کندلا نام ایک طوائف تھی جو ناچنے گانے میں اس قدر کامل تھی گویا اندر سبھا کا اوتار تھی۔ دربار لگا ہوا تھا اور کام کندلا اپنے فن کا کمال دکھا رہی تھی، مادھو بھی

وہاں پہونچ گیا مگر دربانوں نے اندر داخل نہ ہونے دیا۔ یہ بیچارہ تھکا ماندہ وہیں بیٹھ گیا۔ جوں جوں گانے اور ساز کی آواز آتی تھی برہمن سر پیٹتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ راجہ بھی جاہل ہے اور اس کے دربار کے لوگ بھی نالائق ہیں۔ جب برہمن نے پانچ چھ مرتبہ یہ بات کہی تو دربانوں نے بگڑ کر راجہ سے جاکر شکایت کی کہ ایک پردیسی برہمن دروازے پہ آبیٹھا ہے اور گانا بجانا سن کر بار بار کہتا ہے کہ راجہ اور اس کے درباری سب بیوقوف ہیں گانے کے فن سے کورے ہیں۔ راجہ نے دربانوں کو حکم دیا کہ پردیسی برہمن سے دریافت کریں کہ وہ کس وجہ سے سب کو جاہل بنا رہا ہے۔ دربانوں نے واپس آکر وہی بات برہمن سے دریافت کی اور راجہ کے حکم سے آگاہ کیا۔ برہمن نے جواب دیا کہ محفل میں اس وقت بارہ آدمی ساز بجا رہے ہیں۔ تین تین آدمی ہر طرف ہیں۔ پورب کی طرف جو تین مردنگی ہیں ان میں ایک شخص کے ہاتھ میں انگوٹھا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے سم پر تھاپ ہلکی پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے سب کو بیوقوف کہا ہے دربانوں نے جاکر اس راز سے راجہ کو آگاہ کیا۔ راجہ نے جانچ کی تو برہمن کا قول صحیح نکلا۔ کیونکہ ایک شخص کا اصلی انگوٹھا ندارد تھا اور اس کے بجائے موم کا انگوٹھا بنا ہوا تھا۔ یہ بات دیکھ کر راجہ بہت حیران ہوا اور خوش ہو کر نوجوان برہمن کو دربار میں بلایا اور عزت کے ساتھ مسند پر بٹھایا اور اعلیٰ درجہ کا خلعت اور جڑاؤ زیور دئے۔ اس کے بعد راجہ نے کام کندلا کو حکم دیا۔ کہ تم اس پنڈت کے سامنے جو اپنے فن میں یکتا ہے اپنا کچھ کمال دکھاؤ۔

تاکہ اس کی طبیعت خوش ہو۔ شاہی حکم کی تعمیل میں کام کندلا تیار ہو کر دربار میں ناچنے لگی۔ رنگ سے بھرے ہوئے شیشے سر پر رکھ کر منہ سے موتی پروتی ہوئی اور ہاتھوں سے گیند اچھالتی ہوئی ساز کے ساتھ ناچنے لگی۔ چونکہ وہ سر سے پیر تک خوشبو میں بسی ہوئی تھی اور ویسے بھی خوبصورت تھی اس لئے خوشبو پاکر ایک بھونرا اس کے سینے پر آبیٹھا اور ڈنک مارا۔ ڈنک لگنے سے اس کو سخت تکلیف ہوئی مگر اس خیال سے کہ اگر کوئی بھی بے موقعہ حرکت ہوئی تو ممکن ہے بے تال ہو جاؤں اور بھرے دربار میں ہنسی اڑے۔ اس نے ایک لمبی سانس بھر کر اپنے سینے میں بہت سی ہوا جمع کر لی اور پھر اپنے فن کے زور سے وہ ہوا جو اپنی چھاتی کی راہ نکالی تو بھونرا اڑ گیا۔ مادھو رقاصہ کا یہ کمال دیکھ کر عاشق ہو گیا اور اس کی خوب تعریف کی۔ جو خلعت اور زیور راجہ نے اسے عطا فرمائے تھے وہی اتار کر رنڈی کو دے دئے۔ راجہ اور وزیر برہمن کی یہ نامعقول حرکت دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ یہ برہمن بڑا بے ادب ہے کہ جو کپڑے اور جواہرات ہم نے اسے دئے تھے وہ ہمارے ہی روبرو ایک بیسوا کو ایک ہی دن میں دیدئے۔ بھیک منگا ہو کر ہمارے سامنے سخاوت کا دم بھرتا ہے۔ اس برہمن سے دریافت کیا کہ تو نے اس قدر بدتمیزی کیوں کی۔ اور تجھے اس رنڈی کی کیا بات پسند آئی جو تو نے ایسا کیا۔ برہمن نے کہا کہ واقعی آپ بھی جاہل ہیں اور آپ کے اہل دربار بھی۔ اس کے بعد بھونرے کا آکر پستان پر ڈنک مارنا اور کام کندلا کا سانس روک کر

پستان کے راستے سے نکال کر اس کو اڑانے کا تمام مفصل حال بیان کیا۔
راجہ شرمندہ ہوگیا۔ مگر برہمن کو فوراً اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا۔
اور کہا کہ اگر یہ معلوم ہوا کہ تو اس شہر میں موجود ہے تو ہاتھ پاؤں بندھوا کر
دریا میں ڈبوا دوں گا۔ برہمن نے دریافت کیا کہ آخر مجھ سے کیا قصور
ہوا جو اس قدر سزا کے لائق سمجھا گیا۔ راجہ نے فرمایا کہ تو نے میرا دیا ہوا
خلعت اور جواہرات میرے ہی سامنے رنڈی کو دیدیے۔ اس سے
بڑھ کر اور کیا گستاخی ہوسکتی ہے۔ غرضکہ مادھو دل شکستہ اور ملول ہوکر
دربار سے نکل گیا اور ایک درخت کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ دل میں کہنے لگا
کہ جب ماں اپنے بیٹے کو زہر دے، باپ اپنے بیٹے کو فروخت کرے۔
اور راجہ سب کچھ ضبط کرلے تو پھر کوئی کہاں پناہ لے۔ راجہ نے نکال دیا تو
کہاں رہوں۔ غرض اس کے دل میں فکروں کا طوفان برپا تھا اور وہ
"ہائے کام کندلا! ہائے کام کندلا! کہہ کہہ کر زار و قطار روتا تھا۔ ادھر
کام کندلا بھی عشق کا تیر کھا چکی تھی۔ وہ بھی کچھ عذر کرکے دربار سے رخصت
ہوئی اور اپنا ایک آدمی مادھو کے پیچھے دوڑایا کہ اسے فوراً لیجا کر میرے
مکان میں پہونچا دو۔ غرضکہ اس آدمی نے جا کر برہمن کو روکا اور کام کندلا
کے محل میں پہونچا دیا۔ ادھر وہ بھی بیقرار ہوکر پہونچی۔ دونوں ایک جگہ
بیٹھ کر آپس میں محبت کی باتیں کرنے لگے۔ مادھو نے کہا کہ سنو میری جان!
یہ بات خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ جب راجہ مجھے شہر بدر کرچکا ہے اور تم
مجھے اپنے گھر میں رکھتی ہو۔ اگر کسی مخبر نے میری اطلاع راجہ کو پہونچا دی۔

تو ادھر میری گردن ماری جائے گی ادھر راجہ تمھیں سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اس طرح اپنی جان بھی جائے گی اور جگ ہنسائی بھی ہو گی عشق اور محبت دکھ اور مصیبت کی کان ہے۔ جو عشق کے پنجے میں پھنسا وہ کبھی آرام سے نہ رہا۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم دونوں عشق و محبت کا نام تک زبان پر نہ لائیں ؂

یہ وہ مصری کی ڈلی ہے کہ نہ بات اس سے کرے
سنکھیا کھا کے مرے اس کو زباں پہ نہ دھرے

مادھو کی باتیں سن کر کام کندلا نے جواب دیا اب کیا ہوتا ہے اب تو میں مذہب عشق قبول کر چکی۔ اب جو خدا کو منظور ہو گا وہی ہو گا۔ یہ کہہ کر اس نے ساز طلب کیا اور اپنا فن مادھو کو دکھانے لگی جب اپنا تمام کمال دکھا چکی تو اسی ساز کے ساتھ مادھو نے بھی اپنا ہنر دکھایا جب رات کافی گذر چکی تو کام کندلا نے کہا کہ آپ نے بہت محنت کی ہے۔ اس لئے اب کچھ دیر آرام کیجئے۔ اس کے بعد وہ مادھو کو ساتھ لیکر تنہائی میں گئی اور دونوں نے لیٹ کر آرام کیا۔ جب صبح ہوئی تو دونوں کے حواس گم ہو گئے۔ گھبرا کر مادھو نے کہا رات تو عیش و آرام کے ساتھ بسر کی مگر اب میرا یہاں رہنا ہم دونوں کے قتل کا باعث ہو گا۔ اس لئے اب کوئی تدبیر سوچنا چاہیئے تاکہ دونوں بے خوف ہو کر آرام کے ساتھ رہیں۔ میں نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ میں یہاں سے جا کر کچھ انتظام کر دوں اور پھر چپکے سے آ کر تمھیں لیجاؤں۔ اب تم اطمینان سے رہو میں تم سے

ضرور آکر ملوں گا۔ یہ بات سُن کر کام کندلا کو اس قدر صدمہ ہوا کہ غشی طاری ہوگئی۔ مگر مادھو وہاں سے چھپ کر نکل گیا اور جنگل میں پھرنے لگا اور "ہائے کام کندلا" کے نعرے مارنے لگا۔ ادھر سہیلیوں نے کام کندلا پر گلاب چھڑکا اور لخلخہ سنگھایا۔ جب اس کو ہوش آیا تو وہ بھی "ہائے مادھو ہائے مادھو!" پکارنے لگی کھانا پینا چھوڑ دیا دن پر دن اس کی حالت خراب ہونے لگی۔ اگر کوئی مادھو کا ذکر کرتا تو دل کو کسی قدر قرار آتا۔ ادھر مادھو نے بھی جنگل و بیابان میں پھرتے پھرتے سوچا کہ اب دنیا میں کون ایسا ہے کہ جس کے پاس جاؤں اور وہ میرے دُکھ دور کرے۔ سوچتے سوچتے اسے راجہ بیر بکرماجیت کا نام یاد آگیا۔ خیال ہوا کہ اس راجہ کو لوگ بڑا غریب اور مفلس نواز بتاتے ہیں۔ ساری دنیا میں مشہور ہے کہ وہ مصیبت میں دوسروں کے کام آتا ہے چل کر آزمانا چاہیئے۔ غرض یہ سوچ کر وہ شہر اجین کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہونچ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں کے راجہ سے ملاقات کیونکر ہوتی ہے۔ شہر کے رہنے والے ایک مالی نے اس سے بیان کیا کہ دریائے گوداوری کے کنارے شیوجی کا ایک مندر ہے جہاں پوجا پاٹ کے لئے راجہ اکثر جاتا ہے تو بھی وہیں پہونچکر راجہ سے اپنا دکھ درد بیان کر وہ ضرور تیرا مقصد پورا کرے گا۔ یہ بات سُن کر مادھو اس مندر پر گیا اور اس کے دروازے کی چوکھٹ پر یہ عبارت لکھ دی۔ "میں عشق کا مارا مسافر برہمن ہوں۔ پریشان ہو کر اے مہاراج آپ کے شہر میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ کو لازم ہے کہ میرے آنا م د

دکھوں کا علاج کریں۔ ورنہ میں اپنی جان دیدوں گا۔ اور اس کا پاپ آپ کی گردن پر ہوگا۔ آج سے تیسرے دن میں دریائے گوداوری میں ڈوب کر اپنی جان دیدوں گا۔ آپ راجہ ہیں۔ ہمیشہ گایوں اور برہمنوں کی پرورش کرتے رہے ہیں اور کریں گے۔ میری بھی پرورش فرمائیے"۔

اس قدر قصہ بیان کر کے پتلی بولی کہ سنئے راجہ بھوج! راجہ بکرماجیت کا ہمیشہ معمول تھا کہ اگر اس کے شہر میں کوئی ان دکھی، بستر دکھی، کام دکھی، بدھ دکھی، درب دکھی یا اور کسی طرح کا مصیبت زدہ آجاتا تھا تو جب تک راجہ اس کا مقصد پورا نہ کرلیتا تھا۔ اس وقت تک اپنے لئے کھانا، سونا حرام سمجھتا تھا۔ جب راجہ صبح کو اس مندر میں شیوجی کی پوجا کرنے گیا تو اس تحریر پر اس کی نظر پڑی۔ پڑھا اور پڑھ کر دل میں رکھا۔ اس کے بعد اپنے محل میں آکر نوکروں کو حکم دیا کہ اس شہر میں مادھو نامی ایک برہمن آیا ہے۔ جو شخص اس کو ڈھونڈھ لائے گا مالا مال ہوگا۔ لوگوں نے ہر طرف مادھو کی تلاش کی مگر کہیں پتہ نہ ملا۔ آخر راجہ نے ایک کٹنی بلا کر اس کام پر تعینات کیا اور انعام دینے کا وعدہ فرمایا۔ وہ عورت سیدھی شیوجی کے مندر میں پہونچی اور مادھو کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ جب شام ہوئی تو یہ آوارہ گرد بھی ادھر ادھر پھرتا ہوا مندر میں پہونچا۔ کٹنی اسے دیکھتے ہی تاڑ گئی کہ اسی شخص کی ضرورت ہے کیونکہ اس کا رنگ زرد تھا، ہونٹوں پر ٹھنڈی سانسیں تھیں، آنکھیں پرنم تھیں، چہرہ اترا ہوا اور رنجیدہ اور "ہائے کام کندلا" کے نعرے لگا رہا تھا۔ اس عورت نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا

کہ میں راجہ کے حکم سے تمھیں تلاش کرتی ہوئی آئی ہوں۔ میرے ساتھ چلو تو تمھارا مطلب سب حاصل ہو جائے گا۔ مادھو اس عورت کے ساتھ راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راجہ نے حال دریافت کیا۔ برہمن نے تمام سرگذشت بیان کی اور عرض کی کہ "اگر کام کندلا نہ ملی تو میرا جینا دشوار ہے" راجہ نے تمام قصہ سُن کر فرمایا کہ "اے شخص تو نے برہمن ہو کر ایک بیسوا، ایک حسن فروش عورت کے عشق میں اپنا حال اس قدر تباہ کیا تو کچھ اچھا نہ کیا۔ یہ تیری شان کے خلاف ہے" مادھو نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ "مہاراج! عشق کا مذہب نرالا ہے۔ جو لوگ عاشق ہوتے ہیں وہ اپنا تن، من، دھن سب قربان کر دیتے ہیں۔ انھیں نیکی و بدی کا کوئی خیال نہیں رہتا۔ عشق کا دیوتا اندھا ہے وہ اپنا تیر دل سے پار کرنے سے قبل عاشق کی ظاہری اور باطنی آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔" راجہ برہمن کو لے کر اپنے ساتھ اپنے محل میں آیا اور وہاں کی حسین و جمیل عورتوں کو حکم دیا کہ وہ خوب بن ٹھن کر آئیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ راجہ نے مادھو سے کہا کہ "تم ان خوبصورت عورتوں میں سے جس کسی کو پسند کرو وہ تم کو دیدی جائے گی اس کے ساتھ آرام سے زندگی بسر کرنا اور اب اس رنڈی کا خیال دل سے دور کرو"۔ برہمن نے عرض کیا کہ "مہاراج!

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

میرے دل میں تو کام کندلا بسی ہے۔ پھر کسی دوسرے کی جگہ اس دل میں کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس کے سوا میری نظر میں کوئی نہیں سماتا۔

عشق کی پیاس صرف معشوق کے ملاپ کے پانی ہی سے بجھ سکتی ہے۔
دوسرے پانی کی طرف عاشق کی طبیعت مائل نہیں ہوتی" جب راجہ نے
برہمن کے عشق کی حالت اس درجہ دیکھی تو دل میں یہ خیال کیا کہ واقعی
کام کندلا کے بغیر اس کو قرار نہ آئے گا۔ اس لئے اسے ساتھ لے چلوں
اور اس کی محبوبہ کو دلا دوں۔ راجہ نے برہمن سے کہا کہ پنڈت جی تم تردد
نہ کرو میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں تم اشنان کرو اور کچھ کھاؤ پیو۔ اسی عرصہ
میں نوکروں کو میں حکم دیتا ہوں کہ وہ سفر کی تیاری کریں۔ غرض سفر کی
تیاری ہوگئی۔ شاہی خیمے لد گئے اور کاما نگر کی طرف کوچ ہو گیا منزلیں
طے کر کے منزل مقصود پر پہونچے اور راجہ کام سین کے نام ایک خط لکھا
کہ "ہم کام کندلا طوائف کے لئے آئے ہیں یا تو تم اس کو خوشی سے
بھیجدو ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کام سین نے خط کے مضمون سے
آگاہ ہو کر جواب دیا کہ اس کا جواب تلوار سے دیا جائے گا۔ بکرم کو لکھ بھیجو
کہ وہ شوق سے آئے ہم جنگ کو تیار ہیں۔ دونوں طرف لڑائی کی تیاری
کا حکم ہو گیا مگر پھر بکرم کو خیال آیا کہ کام کندلا کی محبت کا بھی امتحان لینا
ضرور ہے۔ اس لئے راجہ نے ایک وید کا بھیس بدلا اور شہر میں داخل
ہو کر اس رنڈی کا پتہ دریافت کیا۔ اور اس کی گلی میں بید، حکیم کی صدا
دیتا ہوا گذرا۔ آواز سن کر ایک لونڈی باہر نکلی اور کہنے لگی کہ تم ہماری
مالکہ کام کندلا کا علاج کرو۔ اگر وہ اچھی ہوگئی تو تم کو انعام سے خوش کر دیا
جائے گا۔ راجہ اس کنیز کے ساتھ محل میں داخل ہوا۔ کام کندلا کو دیکھا کہ

بیہوش پڑی ہے۔ نبض دیکھ کر کہا کہ اس کو عشق کی بیماری ہے۔ اس کے سوائے اور کوئی مرض نہیں۔ یہ سن کر کام کندلا نے آنکھیں کھول دیں اور بولی کہ مہاراج اگر آپ کے پاس اس کا کوئی علاج ہو تو ضرور کیجئے۔ بید نے کہا کہ علاج تو تھا مگر اب اس کا وقت گذر گیا۔ کام کندلا نے دریافت کیا کہ کیا علاج تھا اور اب کیوں نہیں ہو سکتا۔ راجہ نے جو وید بنا ہوا تھا بیان کیا کہ تمہارا علاج ایک برہمن مادھو نامی کے ذریعہ سے ہو سکتا تھا۔ مگر وہ مرض عشق میں مبتلا تھا اس لئے شہر اجین میں اس کا انتقال ہو گیا۔ یہ سنتے ہی کام کندلا نے ہائے کا نعرہ مارا اور اس کی روح تن بدن سے نکل گئی۔ تمام محل میں کہرام مچ گیا۔ ہر شخص رونے پیٹنے میں مصروف ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر بکرم نے کہا کہ تم لوگ گھبراؤ نہیں یہ ابھی زندہ ہے صرف غشی طاری ہو گئی ہے۔ میں ابھی اپنے گھر جا کر دوا لاتا ہوں اور اسے ہوش میں لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہاں سے اپنے لشکر میں آیا اور مادھو سے آ کر کام کندلا کے مرنے کا حال بیان کیا۔ اس نے بھی ہائے کا نعرہ مارا اور جان دیدی۔ اس وقت راجہ اپنے دل میں سخت پچھتایا اور سوچنے لگا کہ جس شخص کے لئے اس قدر دردسری اور تکلیف کی وہ تو چل دیا اور ہم اس کا مقصد بھی پورا نہ کر سکے۔ اس لئے ایسے جینے سے مرنا بہتر ہے۔ فوراً راجہ نے حکم دیا کہ صندل وغیرہ جمع کر کے بہت جلد چتا تیار کی جائے۔ وزیروں اور امیروں نے ہر چند سمجھایا مگر راجہ نے کسی کی بات نہ مانی۔ غرض راجہ چاہتا تھا کہ چتا میں بیٹھ کر آگ لگا دے کہ اس کے بیروں نے آ کر فوراً ہاتھ پکڑ لیا اور جان

دینے کی وجہ دریافت کی۔ راجہ نے کہا کہ میری وجہ سے دو آدمیوں کی جانیں ضائع ہوئیں اس لئے میرا جینا بُرا ہے۔ بیتال بولے کہ ہم ابھی آبِ حیات لاکر دونوں کو زندہ کئے دیتے ہیں۔ آبِ حیات لایا گیا۔ برہمن پر چھینٹا دیا گیا تو وہ فوراً زندہ ہوگیا۔ اس کے بعد کام کندلا پر بھی وہی عمل کیا گیا وہ بھی زندہ ہوگئی اور راجہ کو دیکھ کر بولی کہ تم کون ہو؟ تب راجہ نے تمام بھید بتایا اور کہا میں تمھیں مادھو برہمن سے ملانے آیا ہوں۔ غرض وہاں سے آکر راجہ نے جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ طبل جنگ پر چوب پڑی۔ رات بھر تیاریاں ہوتی رہیں۔ صبح ہوتے ہی دونوں طرف کی فوجیں بڑھیں۔ بکرم نے کام سین کو شکست دی۔ ہارے راجہ نے صلح کا پیغام بھیجا جو منظور ہوا۔ غرض کام کندلا بکرم کے حوالہ کردی گئی۔ بکرم نے اسے مادھو کے حوالہ کردیا۔ پھر وہاں سے فتح کا پھریرا اڑاتا ہوا اجین کو واپس آیا۔ جہاں مادھو کو مال و دولت دے کر رخصت کیا۔

اس قدر قصہ بیان کرکے پتلی بولی کہ اے راجہ بھوج! اگر تجھ میں اس قدر ہمت اور شجاعت ہو تو اس سنگھاسن پر قدم رکھنے کا ارادہ کر ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ آج کا دن بھی ٹل گیا۔ دوسرے روز جب راجہ بھوج پھر تخت نشینی کے ارادے سے آیا اور چاہا کہ سنگھاسن پر قدم رکھے "انوپ ریکھا" اُنیسویں پتلی یوں گویا ہوئی:-

۲۲- انوپ ریکھا

مہاراج! جس خیال میں آپ ہیں وہ دل سے دور کیجئے اور پہلے میری ایک عرض سنئے۔ ایک روز راجہ بیر بکرماجیت نے دربار عام کیا۔ دربار گرم تھا کہ راجہ نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ "انسان کو عقل اور سمجھ قسمت سے حاصل ہوتی ہے یا ماں باپ کی تعلیم سے۔ وزیر نے جواب دیا کہ مہاراج! جیسے کرم کوئی شخص اپنے پہلے جنم میں کرتا ہے ویسی ہی سزا خدا اس کی قسمت میں لکھ دیتا ہے۔ اسی سے انسان کو اپنے پچھلے کرموں کی نسبت سے عقل وسمجھ حاصل ہوتی ہے۔ ماں باپ کے سکھانے سے کچھ نہیں آتا۔ جو کچھ انسان کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے وہی اسے ملتا ہے۔ اگر انسان کو دوسرے انسان کے سکھانے سے عقل اور سمجھ اور علم حاصل ہوتے تو دنیا میں ہر شخص پنڈت ہوتا۔ اس لئے مہاراج تقدیر کے بغیر ودیا حاصل نہیں ہوتی۔ ہزار کوئی کچھ کرے تقدیر کا لکھا کوئی نہیں مٹا سکتا۔ راجہ نے فرمایا کہ ہم تو دنیا میں یہی دیکھتے ہیں کہ لڑکا پیدا ہوتے ہی اپنے ماں باپ سے جو کچھ سنتا سیکھتا ہے یاد رکھتا ہے اسی پر عمل کرتا ہے۔ اس میں تقدیر کے لکھے کا کیا دخل؟ اس کے علاوہ جیسی صحبت میں کوئی شخص بیٹھتا ہے

ویسا ہی رنگ پکڑتا ہے۔ وزیر نے عرض کیا کہ سرکار ہم کو اتنی عقل کہاں جتنی حضور کو ہے۔ لیکن آپ یہی مان لیں کہ قسمت کا لکھا ہمیشہ ہوتا ہے۔ راجہ نے فرمایا کہ اچھا اس کا امتحان کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد راجہ نے آبادی سے بہت دور ایک گنجان اور سنسان جنگل میں ایک محل بنوایا جہاں انسان کی آواز تک نہ پہونچ سکتی تھی۔ وہاں اپنے ایک بچے کو جو اسی وقت پیدا ہوا تھا بھیجدیا اور اس کے ساتھ ایک دایہ کردی جو آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری، اور زبان سے گونگی تھی۔ یہی دایہ اسے دودھ پلاکر پالتی تھی۔ اسی طرح وزیر کے بیٹے، کوتوال کے بیٹے اور ایک برہمن کے بیٹے کو پیدا ہوتے ہی گونگی، بہری اور اندھی اناؤں کے ساتھ اس محل میں پرورش کے لئے بھیجدیا اور محل کے چاروں طرف دو دو کوس کے فاصلہ پر پہرہ لگا دیا کہ محل کی طرف کوئی شخص جانے نہ پائے۔ غرض اسی طرح بارہ برس گذر گئے تو ایک روز برہمنی نے اپنے شوہر سے کہا کہ بارہ برس گذر گئے اور مجھے اپنے بیٹے کی صورت تک دیکھنا نصیب نہیں ہوئی۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں دم نکل جائے اور میرے دل میں اپنے بچے کی صورت دیکھنے کی حسرت ہی رہ جائے۔ بیوی کی بات سُن کر برہمن راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور بارہ برس کا زمانہ گذر گیا کہ میں نے اپنے بیٹے کی صورت تک نہیں دیکھی۔ اب میرا ارادہ ہے کہ تمام گھر بار بیٹے کے سپرد کرکے خود سنیاسی ہو جاوں اور باقی زندگی خدا کی یاد میں بسر کروں۔ یہ سُن کر راجہ نے وزیر سے فرمایا کہ واقعی عرصہ ہوگیا اب

ان بچوں کو بلایا جائے۔ وزیرِ اعظم خود سوار ہو کر اس محل میں پہونچا اور سب سے پہلے راجکمار کو لے آیا۔ شہزادے کے ناخن اور بال بڑھے ہوئے تھے۔ میلا کچیلا لباس پہنے تھا۔ اسی طرح راجہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ راجہ نے لڑکے سے دریافت کیا کہ بیٹا تم اچھے ہو۔ اتنے دن سے تم کہاں تھے اور اب کہاں سے آئے ہو؟ شہزادے نے ہنس کر جواب دیا کہ مہاراج کی مہربانی سے سب خیر و عافیت ہے۔ اور چونکہ آج حضور کے درشن نصیب ہوئے ہیں اس لئے آج بھی خیریت ہے۔ راجکمار کا جواب سُن کر راجہ بہت خوش ہوا اور وزیر کی طرف دیکھا۔ وزیر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ حضور یہ تمام دان قسمت کی دین ہے اس کے بعد وزیر کا لڑکا بلایا گیا وہ اسی وحشیانہ صورت سے راجہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ وزیر کا بچہ شرم کی وجہ سے سر جھکائے کھڑا تھا کہ راجہ نے دریافت کیا کہ تم کہاں تھے۔ کہاں سے آرہے ہو۔ اچھے تو ہو۔ وزیر کے بچے نے جواب دیا کہ مہاراج! خیریت کیسی۔ جب اسی سنسار میں پیدا ہوئے ہیں تو خیریت کہاں؟ ادھر پیدا ہوئے ادھر ناپید۔ انسان ریت کی گھڑی ہے کہ ایک طرف بڑھتی ہے تو دوسری طرف چلتی ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ زمانہ گذرتا ہے اور زمانہ جانتا ہے کہ انسان ہی کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ دنیا میں خیریت کہاں؟ وزیر کے بچے کی (باتیں) سُن کر راجہ کو تعجب ہوا۔ اسی طرح کوتوال کا بچہ راجہ کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے آتے ہی آداب عرض کیا اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ راجہ نے خیریت دریافت کی تو لڑکے نے جواب دیا کہ حضور! ہم لوگ

رات دن شہر کی نگرانی کرتے ہیں ۔ ہر وقت پہرہ دیتے ہیں ۔ پھر بھی چور آکر چوری کر جاتے ہیں ۔ ہم مفت میں بدنام ہوتے ہیں ۔ جب اس بغیر خطا اور قصور کے بدنامی ہو تو پھر خیریت کیسی ؟ اس کے بعد راجہ کے سامنے برہمن کا بچہ پیش کیا گیا ۔ برہمن کے بچے نے منتر پڑھ کر راجہ کو دعا دی ۔ راجہ نے خیریت دریافت کی ۔ برہمن کے بچے نے جواب دیا کہ مہاراج خیریت کہاں ؟ عمر دن پر دن گھٹتی جاتی ہے ۔ خیریت تو اُس وقت سمجھنا چاہیئے جب انسان امر ہو ۔ انسان کے ساتھ جب زندگی اور موت لگی ہوئی ہے تو پھر خیریت کہاں ! اور جینے کی کیا خوشی ؟" راجہ نے چاروں لڑکوں کی باتیں سن کر کہا کہ واقعی اے وزیر تو نے سچ کہا کہ انسان پڑھانے سے پنڈت نہیں ہوتا ۔ اگر علم انسان کی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے تو وہ حاصل ہوتا ہے ۔ یہ کہہ کر راجہ وزیر سے بہت خوش ہوا اور اس کے درجے میں ترقی کی اور تمام سلطنت کے کام اس کے سپرد کر دیئے ۔ ان چاروں لڑکوں کی شادیاں بہت دھوم دھام سے کیں اور بہت کچھ مال دیا ۔

اس قدر قصہ بیان کر کے پتلی نے کہا کہ دیکھا راجہ بھوج آپ نے ! راجہ بیر بکرما جیت جیسا عقلمند اور فیاض آدمی کلجگ میں کوئی پیدا نہیں ہوا ۔ آج کل چھوٹے چھوٹے آدمی بھی اپنی بات کی پچ کرتے ہیں ۔ لیکن بکرما جیت نے باوجود اس قدر مرتبہ اور بزرگی کے بھی ہٹ نہ کی اور جو بات انصاف کی تھی مان لی ۔ اگر آپ بھی ایسا کام کریں اور آپ میں بھی اس قدر لیاقت ہو تو اس سنگھاسن پر شوق سے تشریف

رکھئے ورنہ یہ خیال ہی دل سے دور کر دیجئے"۔ راجہ چپ ہو گیا۔ اس دن بھی تخت پر بیٹھنے کا وقت ٹل گیا۔ دوسرے دن یہ ارادہ کر کے کہ خواہ کچھ ہو آج ضرور تخت پر بیٹھ جاؤں گا۔ دربار میں آیا اور چاہتا تھا کہ سنگھاسن پر قدم رکھے کہ "کرناوتی" تیئیسویں پتلی افسوس کر کے یوں بولی ۔
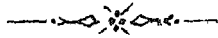
۲۳۔ کرناوتی

"سُن راجہ بھوج! اگر تو نے اس سنگھاسن پر قدم رکھا تو فوراً جل کر راکھ ہو جائے گا۔ افسوس تجھے اب تک شرم نہ آئی کہ اتنی باتیں سنتا ہے اور بار بار تخت پر بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اگر کوئی غیرت دار ہوتا تو ہرگز منہ نہ دکھاتا جس سنگھاسن پر راجہ بیر بکرماجیت جیسا راجہ بیٹھا ہو اس پر پاؤں رکھنے کی تیرے دل میں ہوس ہے۔ کہیں کوا مور کی برابری کر سکتا ہے ہنس کی برابری مرغابی کر سکتی ہے؟ کیا شیر سے گیدڑ کا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ عالم کا مقابلہ جاہل کر سکتا ہے؟۔ راجہ بھوج! تو بالکل بیوقوف اور بے عقل ہے جیسے ایک مچھلی تھوڑے سے پانی میں زیادہ اچھلا کرتی ہے ویسے ہی اپنی چھوٹی سی سلطنت پر تجھ کو گھمنڈ ہے۔" اس قدر جھڑکنے اور سخت سست کہنے کے بعد وہ پتلی زار زار رونے لگی۔ راجہ بھوج بھی گھبرا گیا اور اس نے پتلی سے دریافت کیا کہ "اے پتلی تو کیوں اس طرح روتی ہے کچھ بیان تو کر۔ کم از کم یہی بتا کہ راجہ بیر بکرماجیت میں کیا گن تھے۔" یہ سُن کر پتلی نے کہا کہ "راجہ تم ذرا اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر میرا قصہ غور سے سنو تو میں بیان کروں۔" راجہ بھوج نے اپنے لئے ایک دوسرا تخت بچھوا لیا اور اس پر بیٹھ کر

پتلی کی باتیں سننے لگا۔ پتلی نے کہا کہ راجہ بھوج! تم راجہ بکرما جیت کے گن کیا سنو گے اس جیسا سخی اور داتا آج تک کلجگ میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی پیدا ہوگا جس وقت بکرما جیت اپنے بھائی سنگھ کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا اُس وقت اس نے سنگھ کے سب سے بڑے وزیر کو طلب کر کے فرمایا کہ تم سے ہمارا کام نہیں چل سکے گا۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ تم بیس غلام ایسے تلاش کر کے لادو جو سلطنت کا کام کرنے کے قابل ہوں۔ وزیر نے شاہی حکم کی تعمیل کی بیس غلام ایسے پسند کر کے راجہ کے سامنے پیش کئے جو شرافت، لیاقت اور خوبصورتی میں بہت اچھے تھے۔ راجہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ان کو اپنی خدمت میں حاضر رہنے کا حکم دے دیا۔ کچھ دن بعد انہیں غلاموں میں سے لیاقت کے مطابق کسی کو دیوان مقرر کیا کسی کو کوتوال، کسی کو فوجدار۔

الغرض ہر ایک کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کر دیا۔ باقی تمام پُرانے ملازموں کو برطرف کر دیا۔ نئے سرے سے بندوبست کیا۔ وزیر اعظم جو پُرانا تھا جب اپنے محل میں ہوتا تو تمام پُرانے ملازم اس کے پاس حاضر ہوا کرتے اور ادھر اُدھر کی گپیں ہانکا کرتے۔ چند روز بعد اس عقلمند وزیر نے ان لوگوں کو اپنے یہاں آنے سے منع کر دیا اور کہا کہ چونکہ اب تم لوگوں کا کوئی کام مجھ سے نہیں ہے اس لئے اگر راجہ کو کسی نے اطلاع دے دی کہ تم لوگ میرے پاس آتے جاتے ہو تو وہ مجھ سے ناخوش ہوگا اور سمجھے گا کہ میں اپنے گھر میں بیٹھ کر تم لوگوں سے کچھ سازش کرتا ہوں۔ بُرا ماننے کی بات

نہیں میں اپنی بدنامی سے ڈرتا ہوں۔ اس کے بعد کوئی شخص وزیر کے یہاں
نہ آیا۔ اب وزیر کو فکر ہوئی کہ کوئی ایسا کام کیجئے جس سے راجہ خوش ہو جائے
دن رات اسی فکر میں رہتا تھا۔ اتفاق کی بات ایک دن وہ ایک دریا
میں اشنان کرنے لگا اور پانی میں کھڑا ہو کر منتر پڑھ رہا تھا کہ دریا میں بہتا
ہوا ایک نہایت ہی خوبصورت اور دلفریب پھول نظر آیا کہ اس نے آج تک
کبھی نہ دیکھا تھا۔ وزیر نے وہ پھول پکڑ لیا اور خوش خوش آ کر بکرم کی نذر کیا۔
راجہ وہ پھول لے کر بہت خوش ہوا۔ اور وزیر کو اس قدر بڑے اختیارات
دیئے کہ تمام سیاہ سفید کا مالک کر دیا۔ اس کے بعد وزیر کو حکم دیا کہ مجھے
اس پھول کا درخت لا دو۔ اگر لے آؤ گے تو میں بیحد خوش ہوں گا۔ اگر
نہ لائے تو میں تمہیں اپنے ملک سے نکال دوں گا۔ راجہ کا یہ حکم سن کر وزیر
اپنے محل میں آیا اور دل میں سوچنے لگا کہ خدایا میں نے پچھلے جنم میں ایسا
کون سا گناہ کیا تھا کہ اب اس کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوا۔ میں نے
اس قدر خوبصورت چیز راجہ کو نذر کی جسے اس نے خوش ہو کر لیا۔ مگر یہ میں
اس قدر ناخوش ہو گیا۔ واہ ری قسمت! تیرے بھی ڈھنگ نرالے ہیں کہ
بھلائی کی اور نتیجہ برائی نکلا۔ غرض وزیر کو بے حد فکر اور پریشانی تھی کہ اس
پھول کا درخت کہاں سے پیدا کروں۔ اگر نہیں لاتا ہوں تو شہر بدر کیا جاتا
ہوں۔ اب میرا وقت قریب آ پہونچا ہے۔ مگر نامردوں اور کم حوصلہ لوگوں
کی طرح جان نہ دینا چاہیئے۔ مناسب ہوگا کہ جنگل میں جا کر اس پھول کی
تلاش کی جائے۔ مل جائے تو کیا کہنا ورنہ اسی تلاش میں جان دیدی جائے۔

یہ سوچ کر وزیر نے اپنے داروغہ کو بلا لیا اور حکم دیا کہ کسی نہایت ہوشیار بڑھئی کو لاؤ جو ہم کو ایسی کشتی تیار کردے جو چپوؤں اور ملاحوں کی مدد کے بغیر آسانی سے ہر طرف چل سکے۔ داروغہ نے حکم کی تعمیل کی اور ایک نہایت ہوشیار بڑھئی کو بلا کر کشتی تیار کرنے کا حکم دیا اور کچھ رقم پیشگی بھی دیدی۔ چند دن کے بعد وہ کشتی تیار ہوگئی۔ وزیر نے دریا کے کنارے جاکر کشتی دیکھی اور بہت خوش ہوا اور اس بڑھئی کو نقد روپیہ کے علاوہ پانچ گاؤں بھی انعام دئے۔ اس کے بعد سفر کا سامان لے کے کشتی میں بیٹھا اور روانہ ہو گیا۔ جس طرف سے وہ پھول بہتا ہوا آیا تھا اسی طرف کا رُخ کیا۔ راستے میں دونوں کناروں کے درختوں پر نگاہ ڈالتا جاتا تھا۔ چلتے چلتے بہت دنوں کے بعد ایک نہایت گنجان اور نہایت چوڑے جنگل میں پہونچا۔ وہاں پہونچتے پہونچتے کھانے کا سامان ختم ہوگیا تو بہت فکر ہوئی۔ جنگلی پھلوں پہ بسراوقات کرنا پڑی۔ چلتے چلتے ایک ایسے مقام پہ پہونچا جہاں دریا کی راہ میں ایک پہاڑ حائل تھا۔ معلوم ہوا کہ دریا میں پانی اسی پہاڑ سے آتا ہے۔ پہاڑ پر بڑی مشکل سے چڑھا۔ ایک سنسان مقام تھا۔ ہر طرف شیر، ہاتھی، گینڈے، ارنا بھینسے چیخ رہے تھے۔ وزیر ان مہیب جانوروں کی آوازوں سے سہم رہا تھا۔ چلتے چلتے اس پہاڑ کو طے کیا۔ آگے جاکر کیا دیکھتا ہے کہ ایک ویسا ہی پھول بہتا چلا آتا ہے۔ اس واقعہ سے وزیر کے دل کو کسی قدر ڈھارس بندھی اور اس نے خیال کیا کہ جب دوسرا پھول بھی یہاں مل گیا ہے تو اس کا درخت بھی یہیں کہیں قریب ہی ہوگا۔

یہ سوچ کر اور آگے بڑھا۔ جس قدر آگے بڑھتا گیا ویسے ہی پھول زیادہ نظر آ
لگے۔ وزیر اور آگے بڑھا۔ کچھ دور پر ایک دوسرا پہاڑ نظر آیا جس کے دامن
میں ایک نہایت خوبصورت مندر بنا ہوا تھا۔ مندر کو دیکھ کر دل نے گواہی دی
کہ ضرور یہاں کوئی آدمی بھی ہوگا۔ غرض وزیر اس مندر میں گیا تو کیا دیکھتا
کہ ایک درخت میں ایک سنیاسی فقیر زنجیر سے الٹا لٹک رہا ہے۔ ہڈی
چمڑے کے سوا جسم میں کچھ باقی نہیں۔ تمام جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے
فقیر کے منہ سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں اور ہر قطرہ پانی میں گرتے ہی
پھول بن کر بہہ جاتا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر وزیر حیران رہ گیا۔ وہاں سے
نیچے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ بیس جوگی جٹا دھاری گیان، دھیان میں
بیٹھے ہوئے ہیں مگر وہ بھی سوکھ کر لکڑی بن گئے ہیں۔ ان کے چاروں طرف
کونڈی سونٹے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ عجیب تماشہ دیکھ کر وزیر وہاں سے واپس
ہوا اور اپنی کشتی میں سوار ہو کر کچھ دنوں بعد اپنے وطن میں پہنچا۔ گھر میں شادیانے
بجنے لگے جب یہ خبر راجہ کو معلوم ہوئی تو اس نے وزیر کو بلایا اور خیریت
دریافت کی۔ وزیر نے وہ پھول بھی جو پہاڑ پر سے لایا تھا راجہ کی خدمت میں
پیش کئے اور جو عجیب واقعہ وہاں دیکھا تھا وہ سب رتی رتی بیان کیا۔ وزیر کا
بیان سن کر راجہ ہنسا اور فرمایا کہ وزیر صاحب اس واقعہ کے تشریح آپ سے
میں بیان کرتا ہوں۔ جو سنیاسی فقیر درخت میں لٹکا ہوا آپ نے دیکھا
وہ حقیقت میں میرا پرانا جسم ہے۔ پچھلے جنم میں میں نے اتنی تپسیا کی تھی
ان کا پھل مجھے اس جنم میں ملا ہے اور جو بیس جوگی تم نے دیکھے ہیں

یہی بلینش غلام ہیں جو تم نے ہم پہونچا دئے ہیں۔ اسی زمانے کی محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ اس زمانے میں میرے دبدبے کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ اسی طاقت کے بھروسہ پر میں نے سنگھ کو قتل کیا۔ یہ پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ تھا۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ بہرحال اب تم کچھ فکر نہ کرو۔ جبتک میں زندہ ہوں اس وقت تک تم بھی وزیر رہوگے۔ تمھارا بھی اس میں کوئی قصور نہیں۔ جیسا تم نے پچھلے جنم میں کیا تھا ویسا ہی پھل تم کو اس جنم میں ملا۔ اور یہی حال ان جوگیوں کا ہے جس طرح انھوں نے پچھلے جنم میں مجھ پر اپنی جانیں فدا کی تھیں اسی طرح وہ اس جنم میں عیش و آرام کر رہے ہیں۔ وزیر صاحب آپ کو اپنے حال سے مطلع کرنے کے لئے میں نے آپ کو اتنی تکلیف دی تھی۔ اب آپ میرا مطلب سمجھ گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بکرم اپنے بھائی کو قتل کرکے تخت پہ بیٹھا درحقیقت میں نے کسی کو قتل نہیں کیا بلکہ یہ تقدیر کا لکھا پورا ہوا اور یہی ہونا تھا۔ بہرحال میں نے جو کچھ تماشہ تم کو دکھایا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا۔ راز میں رکھنا۔ ورنہ جو کوئی سنے گا وہ تخت اور تاج کے لالچ سے ایسا ہی کرنے لگے گا۔

اس قدر داستان بیان کرکے پتلی نے کہا کہ بکرم نے تمام سلطنت کا حاکم اپنے وزیراعظم کو کردیا اور تمام سلطنت حوالہ کردی۔ اب جو کوئی اس کے مانند ہو وہ اس تخت پہ بیٹھے۔ وہ دن بھی ٹل گیا۔ دوسرے روز راجہ بھوج جب تخت پر بیٹھنے کے ارادے سے آیا تو "چیتر کلا" چوبیسویں[۲۴] پتلی یوں گویا ہوئی۔

۲۴- چتر کلا

مہاراج! میں ایک روز کا واقعہ آپ سے عرض کرتی ہوں ذرا اطمینان سے سنئے۔ ایک دن راجہ بیر بکرماجیت دریا پر دسہرہ نہانے گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک بنئے کی حسین و نوجوان عورت دریا کے کنارے کھڑی ہوئی بال سکھا رہی ہے اور اس کے سامنے ایک ساہوکار بیٹھا ہوا اپنی پیشانی پر ٹیکا لگا رہا ہے۔ دونوں کے آپس میں اشارے کنایے ہو رہے ہیں۔ کبھی وہ عورت ہاتھ نچا کر بھویں مٹکا کر بال سلجھاتی ہے اور کبھی سر کا آنچل سینہ پر سرکا کر اپنا جسم دکھاتی ہے اور چھپا لیتی ہے۔ کبھی آرسی دکھا کر چومتی ہے اور سینہ سے لگا لیتی ہے۔ غرض اسی طرح نئے نئے غمزے کرتی ہے۔ ساہوکار بھی اسی قسم کی حرکتیں کر رہا ہے۔ راجہ نے ان کی یہ حرکتیں دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ ان کا تماشہ دیکھنا چاہئے۔ غرض اشنان اور پوجا پاٹ کرنے کے بعد وہ ان دونوں کی فکر میں رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عورت اشنان سے فرصت پا کر چادر اوڑھ گھونگھٹ نکال اپنے گھر کو چلی اور وہ ساہوکار بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ راجہ نے ان دونوں کے پیچھے ایک ایک جاسوس لگا دیا اور اسے سمجھا دیا کہ دونوں کے مکان معلوم کر کے تمام حالات سے بہت جلد

اطلاع دے - وہ جاسوس ان دونوں کے پیچھے گیا۔ جب وہ عورت اپنے مکان کے دروازے پر پہونچی تو اس نے مڑ کر دیکھا۔ سر کھول کر دکھایا اور سینہ پر ہاتھ رکھ کر گھر میں گھس گئی۔ ساہوکار زادے نے بھی اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا وہ جاسوس یہ تمام حال دیکھ کر واپس آیا اور راجہ سے بیان کئے۔ جب راجہ اپنے دربار میں آیا تو ایک پنڈت سے کہا کہ کوئی تریاچرتر سنا دے۔ پنڈت نے عرض کیا کہ سرکار! میری کیا مجال ہے جو حضور کے سامنے تریاچرتر بیان کروں۔ مرد اور عورت کا راز تو برہما بھی نہیں جانتا انسان کی تو کیا قدرت ہے۔ جب تک کوئی شخص کسی واقعہ کو خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھے اس وقت تک بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پنڈت کی بات سُن کر راجہ چُپ ہو گیا اور دل میں یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح اس عورت کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیئے۔ اتنے میں شام ہو گئی۔ راجہ نے رات کے وقت اس جاسوس کو بلایا اور دریافت کیا کہ جو کچھ اشارے ان دونوں میں ہوئے تھے ان کا کچھ مطلب تو نے سمجھا؟ جاسوس نے کہا کہ جہاں پناہ! میں کچھ کچھ سمجھا تو ہوں مگر کہتے ہوئے شرم آتی ہے"۔ راجہ نے فرمایا کہ اس میں خوف اور شرم کی کوئی ضرورت نہیں۔ بالکل صاف صاف بیان کرو۔ جاسوس نے عرض کیا کہ حضور! اس عورت نے سر کھول کر چھاتی پر جو ہاتھ رکھا تھا تو اس سے اشارہ کیا کہ جس وقت اندھیری رات آدھی ادھر آدھی اُدھر (مانگ سے مطلب ہے) ہو گی تو میں تجھ سے ملوں گی۔ اور اس مرد نے بھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا تھا کہ بہت اچھا۔ راجہ نے سُن کر فرمایا کہ "واقعی جو کچھ تو نے سمجھا وہ صحیح سمجھا۔

ان اشاروں کا یہی مطلب ہے۔ بہرحال اب تو ہم کو اس عورت کے مکان پر لے چل" وہ جاسوس راجہ کو اس عورت کے مکان پر لے گیا۔ راجہ نے اس شخص کو تو رخصت کر دیا اور خود موقعہ کا منتظر رہا۔ مکان کے پیچھے ایک کھڑکی تھی جس میں سے چراغ کی روشنی باہر نکل رہی تھی اور جب کبھی وہ عورت کھڑکی سے باہر جھانکتی تھی تو اس کی جھلک بھی نظر آجاتی تھی۔ جب آدھی رات ہوئی اور چاروں طرف خوب تاریکی چھاگئی اور ہر طرف سناٹا ہوگیا تو راجہ نے کھڑکی میں ایک کنکری ماری۔ فوراً اس عورت نے کھڑکی سے جھانکا اور سمجھی کہ اس کا آشنا یعنی ساہوکار آگیا ہے۔ وہ عورت اپنے تمام زیور اور جواہرات لے کر راجہ کے پاس آگئی اور کہا کہ مجھے لے چلو۔ راجہ نے آواز بدل کر کہا کہ" یوں تو لے جانا فضول ہے کیونکہ تیرا شوہر زندہ ہے اس کے ساتھ مقدمہ بازی کون کرے گا۔ اس لئے مناسب ہے کہ تو پہلے اپنے شوہر کو قتل کر آ۔ تاکہ ہمیشہ کا کھٹکا دور ہو اور پھر ہم دونوں اطمینان کے ساتھ عیش کریں۔ یہ سنتے ہی وہ عورت فوراً مکان میں داخل ہوئی اور خنجر لے کر اپنے شوہر کو قتل کر دیا واپس آکر جواہر اور زیور کا ڈبہ راجہ کو دیا اور دونوں وہاں سے شہر کے باہر چل دئے۔ جب دریا پر پہونچے تو راجہ نے دل میں سوچا کہ جس عورت نے اپنے شوہر کو قتل کرنے میں کچھ تامل نہ کیا اس سے کسی دوسرے شخص کو کیا امید ہوسکتی ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ایسی بیوفا اور ظالم سے کنارہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اب یہ کیا کرتی ہے۔ یہ بات دل میں سوچ کر راجہ نے عورت سے کہا کہ" میری جان! ذرا میں دریا میں

اتر کر دیکھ لوں کہ اس میں کتنا پانی ہے اور پار اترنے کا موقع کس جگہ ہے۔ پھر تجھے آکر اسی گھاٹ سے لے چلوں گا'' یہ کہہ کر راجہ دریا میں اترا اور تیر کر پار ہو گیا اور پکار کر کہا کہ ''دریا میں پانی بیحد گہرا ہے میں تجھے پار نہیں اتار سکتا اس لئے مناسب ہے کہ تو اپنے گھر کو واپس چلی جائے'' یہ کہہ کر راجہ چل دیا۔ عورت نے دل میں سوچا کہ بڑا بے وفا اور دغا باز مرد ہے۔ جواہر اور زیور جو اس کے قبضے میں آگئے ہیں اس لئے اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ خیر ابھی کچھ رات باقی ہے اپنے گھر واپس چل کر کوئی اور بندوبست کیا جائے۔ یہ سوچ کر وہ عورت اپنے گھر واپس گئی اور مقتول شوہر کے پاس جا کر چیخیں مار مار کر رونے لگی اور چلائی کہ میرے شوہر کو چوروں نے قتل کر دیا۔ یہ شور غل سن کر گھر اور ہمسایہ کے تمام آدمی جاگ پڑے اور موقعہ پر پہونچ کر بنئے کو مقتول پایا۔ عورت نے بتایا کہ چور ابھی اس کھڑکی سے کود کر بھاگے ہیں۔ عورت سر پٹک پٹک کر بَین کرتی تھی کہ ''ہائے میرا سہاگ گیا۔ ہائے مجھے تنہا چھوڑے جاتا ہے۔ ہائے میں بے وارث رہ گئی۔ ہائے اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گی۔ ہائے میں تو ستی ہوں گی'' تمام آدمیوں نے اس عورت کو سمجھایا مگر اس نے ایک نہ سنی اور ستی ہو کر جان دینے پر آمادہ ہو گئی۔ بنئے کی ارتھی اٹھائی گئی۔ چتا قائم ہوئی اور وہ عورت شوہر کی لاش گود میں لیکر چتا میں بیٹھی۔ شہر کے تمام آدمی تماشہ دیکھنے آئے۔ آخری وقت بھی لوگوں نے بہت کچھ سمجھایا مگر وہ باز نہ آئی اور خود اپنے ہاتھ سے چتا میں آگ لگائی۔ اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔ جب کپڑے اور بال جل کر جسم میں آگ لگنے لگی تو

گھبرا کر چتا سے کود کر بھاگی اور دریا میں کود پڑی۔ اب راجہ سے ضبط نہ ہو سکا
اس نے پکار کر کہا کہ "واہ واہ! تریا چرتر جانے نہ کوے، مار خصم کو ستی ہوئے"
عورت نے راجہ کی طرف دیکھ کر جواب دیا کہ "راجہ ذرا اپنے گھر کا حال تو
جا کر دیکھو۔ اس شہر میں ہم سات سہیلیاں تھیں۔ ایک میں تھی اور چھ تیرے
محل میں ہیں جو رانیاں کہلاتی ہیں۔ جا اور ان کا تماشہ دیکھ۔ یہ کہہ کر وہ عورت
دریا میں ڈوب گئی۔ راجہ اپنے محل میں آیا اور ایک مقام پر اس طرح
چھپ گیا کہ وہ سب کو دیکھتا تھا مگر اسے کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ اسی طرح
ایک دن اور ایک رات وہاں چھپا رہا۔ جب دوسری رات ہوئی تو چھ رانیاں
ہاتھوں میں سونے کی تھالیاں لے کر چلیں جن میں قسم قسم کے پکوان اور اعلیٰ
درجے کی مٹھائیاں چنی ہوئی تھیں۔ راجہ نے بھی ان کا پیچھا کیا۔ شاہی محل کے
پیچھے ایک احاطہ تھا اس میں سے گذر کر رانیاں ایک بن میں پہونچیں جہاں
ایک جوگی اپنی جھونپڑی میں آسن جمائے اور دھیان لگائے بیٹھا ہوا تھا
رانیوں نے نہایت ادب کے ساتھ جھک کر اس جوگی کو سلام کیا اور اس کے
پاس جا کر بیٹھ گئیں۔ جوگی اپنے کام سے فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوا اور
ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگا۔ رانیوں نے وہ کھانا جوگی کے سامنے رکھ دیا
اس نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اس کے بعد پان کھا کر ایک ایسا عمل کیا کہ
اس کے ایک جسم کے چھ جسم بن گئے اور اس طرح اس نے سب رانیوں
کے ساتھ منہ کالا کیا۔ اس کے بعد رانیاں رخصت ہو کر اپنے محل میں آ داخل
ہوئیں۔ راجہ نے یہ تمام حال دیکھ کر بیحد افسوس کیا کہ اس جوگی نے اپنے

تپسیا کا ستیاناس کیا اور ان عورتوں کی عصمت بھی خراب کی۔ پھر کچھ سوچ کر وہ اس جوگی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ جوگی نے جب راجہ کو دیکھا تو کسی قدر ڈرا اور پوچھا کہ "مالک آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ اگر کوئی مطلب ہو تو فرمایئے"، راجہ نے فرمایا کہ مجھے ہر وقت آپ کی زیارت کا شوق تھا اس لئے میں حاضر ہوا ہوں" جوگی نے کہا کہ مہاراج! جو آپ کے دل کی خواہش ہو وہ فرمایئے تاکہ پوری کر دی جائے۔ راجہ نے فرمایا کہ "جوگی جی وہ ترکیب مجھے بھی سکھایئے جس سے ایک جسم کے چھ جسم بن جاتے ہیں۔ ورنہ میں آپ کو قتل کر دوں گا" جوگی نے ڈر کے مارے راجہ کو وہ عمل بتا دیا۔ راجہ نے عمل سیکھنے کے بعد اس کی جانچ کی اس کے بعد جوگی کو مار ڈالا۔ پھر وہاں سے راجہ اپنے محل میں آیا اور جہاں اس کی چھ رانیاں بیٹھی تھیں وہیں آ کر وہ بھی بیٹھ گیا۔ راجہ کو دیکھ کر چھوں رانیاں اٹھیں اور خدمت میں مصروف ہو گئیں کسی نے پنکھا ہلایا، کسی نے منہ ہاتھ دھلایا، کسی نے پان بنا کر کھلایا۔ اسی طرح ہر ایک اپنی اپنی محبت جتانے لگی۔ جوں جوں وہ پیار کی باتیں کرتی تھیں راجہ بے پروائی کرتا تھا۔ آخر راجہ نے فرمایا کہ "اے رانیو! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم تو تم سے اس قدر محبت کرتے ہیں اور تم دوسرے مرد کا خیال دل میں لاتی ہو۔ یہ بات تمھیں مناسب نہیں" یہ بات سن کر رانیوں نے کہا کہ "مہاراج آپ ہماری جان کے مالک ہیں، آپ ہی کو دیکھ کر ہم جیتے ہیں اور آٹھوں پہر ہم کو آپ کا ہی خیال رہتا ہے۔ اگر آپ کبھی باہر تشریف لے جاتے ہیں تو ہم چکور کی طرح آپ کا چاند سا منہ دیکھنے کو ترستے ہیں اور

بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپتے ہیں اور دم بھر کی جدائی میں ہم پھول کی طرح کمھلا جاتے ہیں۔" یہ خوشامدانہ باتیں سُن کر راجہ بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ تم سچ کہتی ہو۔ اور تمھارا قول اتنا ہی صحیح ہے جتنا ایک جوگی کا چھ بن جانا اور پھر چھ سے ایک ہو جانا۔ جب یہ بات رانیوں نے سُنی تو چُپ ہو گئیں مگر پھر کہنے لگیں کہ مہاراج آپ ایسی تعجب کی بات فرماتے ہیں جو نہ کسی نے دیکھی نہ سُنی اور جس کا کوئی شخص اعتبار نہیں کر سکتا۔" راجہ نے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ چلو ہم تم کو یہ بات دکھائے دیتے ہیں۔ وہ رانیاں راجہ کے ساتھ چلیں۔ راجہ ان کو جوگی کے مندر پر لے گیا اور جوگی کی لاش دکھا کر دریافت کیا کہ "اب تم نے جانا یا نہیں؟" یہ حال دیکھ کر رانیاں سہم گئیں اور سمجھیں کہ راجہ کو ان کا حال معلوم ہو گیا ہے۔ راجہ نے چھؤں رانیوں کا سر کاٹ کر وہیں ایک غار میں ڈال دیا اور منہ بند کر دیا۔ واپس آ کر منادی کرائی کہ شہر میں جس قدر برہمن ہوں، مرد، عورت سب حاضر ہوں۔ جب وہ لوگ حاضر ہوئے تو راجہ نے رانیوں کے تمام کپڑے اور زیور ان کو تقسیم کر دئے اور ہر برہمن کو ایک ایک گاؤں دیا اور جس قدر برہمن کی لڑکیاں بن بیاہی تھیں ان سب کو خوب جہیز دے کر ان کی شادیاں کر دیں۔

اس قدر قصہ بیان کر کے پتلی نے کہا کہ "راجہ بھوج! ہم نے مانا کہ آپ پنڈت ہیں مگر اس سنگھاسن پر وہی شخص بیٹھ سکتا ہے جو راجہ بکرم کے مانند ہو۔ اُس روز بھی تخت پر بیٹھنے کا وقت گذر گیا۔ راجہ دربار برخاست کر کے اپنے محل میں گیا اور دوسرے روز جب آ کر تخت کی طرف قدم بڑھایا تو "جے لکشمی" پچیسویں پتلی یوں گویا ہوئی:۔

۲۵- لکشمی بے

"مہاراج! میں آپ سے ایک قصہ بیان کرتی ہوں۔ ذرا غور سے سنئے۔ ایک بھاٹ تھا جس کی حالت بہت خراب تھی۔ دنیا بھر کے راجاؤں کی خدمت میں وہ حاضر ہو آیا تھا۔ مگر کسی سے بھی اس کو ایک کوڑی کا فائدہ نہ پہونچا۔ ایک دن وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اس فکر میں مبتلا تھا کہ لڑکی جوان ہوگئی ہے مگر شادی بیاہ کرنے کے لئے ٹکا بھی پاس نہیں ہے۔ اسی اثنا میں اس بھاٹ کی بیوی نے کہا کہ "مہاراج! تم دنیا بھر میں پھر آئے مگر یہ بتاؤ کہ کیا کما کر لائے ہو" بھاٹ نے جواب دیا کہ "افسوس ہے بیوی میری قسمت میں دولت نہیں ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں کوئی راجہ ایسا نہیں جس کے پاس میں نہیں گیا۔ آؤ بھگت انھوں نے بہت کچھ کی مگر نقد ایک پیسہ بھی ہاتھ نہیں آیا۔ اب میرے دل میں آیا ہے کہ راجہ بیر بکرماجیت کے پاس جاؤں کیونکہ اب یہی ایک راجہ باقی رہ گیا ہے۔ اس سے بھی کچھ مانگ کر دیکھوں تاکہ دل میں یہ ارمان بھی نہ رہ جائے"۔ بیوی نے سمجھایا کہ "بس میاں اب تم کہیں نہ جاؤ اطمینان کے ساتھ خدا پر بھروسہ کر کے گھر بیٹھو جو کچھ تقدیر میں ہوگا وہ یہیں

بیٹھے مل جائے گا" بھاٹ نے کہا کہ "میں نے سنا ہے راجہ بیر بکرماجیت بڑا سخی ہے۔ دینے لینے میں اپنا جواب نہیں رکھتا جو کوئی اس کے پاس جاتا ہے کبھی خالی ہاتھ نہیں آتا اور ہمیشہ اس کے دل کی مراد پوری ہوتی ہے" غرض وہ بھاٹ بکرماجیت کے پاس گیا اور دعا دے کر عرض کیا کہ "میں سب جگہ گھوم آیا ہوں۔ اب آپ کی تعریف سن کر یہاں حاضر ہوا ہوں۔ آپ دنیا میں راجہ اندر کے اوتار اور علم و ہنر کے قدر دان ہیں۔ آپ کے مقابلہ میں دان پن کرنے والا اس وقت دنیا میں کوئی نہیں۔ خیر خیرات میں آپ دوسرے راجہ ہریشچندر ہیں دنیا بھر میں آپ کی سخاوت کی تعریف ہو رہی ہے۔ مہاراجہ میں کالی دیوی کا بیٹا ہوں۔ مگر اس مرتبہ میں بھاٹ کے گھر پیدا ہوا ہوں۔ اب میں آپ کی آزمائش کرنے یہاں آیا ہوں۔ آپ میرے دل کی مراد پوری کریں۔ آپ کے سوائے دنیا میں میری آرزو پوری کرنے والا مجھے کوئی نظر نہیں آتا" بکرماجیت نے بہت خوشی سے فرمایا کہ "آپ اپنا مطلب کہئے۔ تاکہ آپ کی مراد پوری کی جائے"۔ بھاٹ نے کہا کہ "مہاراج! پہلے آپ مجھ سے وعدہ فرمائیں تو اطمینان ہو" راجہ نے وعدہ کیا تو بھاٹ نے کہا کہ "مہاراج! آپ مجھے اتنی دولت عطا فرمائیے جتنی میں مانگوں تاکہ میں اپنی بیٹی کی شادی کروں۔ بارہ برس کی کنواری لڑکی گھر میں بیٹھی ہے۔ اسی لئے میں آپ کا امتحان لینے آیا ہوں" راجہ نے ہنس کر وزیر کو حکم دیا کہ جو کچھ یہ شخص مانگے وہ اسے دیدیا جائے۔ بھاٹ نے عرض کیا کہ "مہاراج!

جو کچھ آپ دینا چاہیں وہ اپنے سامنے ہی دلا دیجئے۔ کیونکہ دنیا میں اب مجھے کسی کا اعتبار نہیں رہا۔ راجہ نے دس لاکھ روپیہ نقد اور بہت سے جواہر اور زیور سونے چاندی کی کشتیوں میں بھر بھر کر عنایت فرمائے۔ بھاٹ نے دعائیں دیں اور تمام دولت لے کر اپنے گھر آیا اور جو کچھ راجہ نے عطا فرمایا تھا وہ سب شادی میں خرچ کر ڈالا ایک پیسہ اپنے پاس نہ رکھا۔ راجہ نے بھاٹ پر دو جاسوس تعینات کر دئے تھے اور یہ حکم دیا کہ دریافت کرو کہ یہ بھاٹ اس تمام روپیہ، پیسہ کو کیا کرتا ہے۔ جب وہ شادی کر چکا تو جاسوسوں نے آ کر راجہ کو اطلاع دی کہ بھاٹ نے سب کچھ خرچ کر ڈالا رات کی روٹی کا محتاج ہے۔ اور اپنی بیٹی کی شادی اس نے ایسی کی ہے کہ اس کلجگ میں اور کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ سُن کر راجہ بہت خوش ہوا اور کئی لاکھ روپیہ اور اس بھاٹ کو بھیج دئے۔ اور فرمایا کہ میں بڑا خوش قسمت ہوں کہ میرے راج میں ایسے ایسے عالی حوصلہ لوگ موجود ہیں۔

یہ قصہ بیان کر کے پتلی نے کہا کہ "دیکھا راجہ بھوج! کہ راجہ بیر بکرماجیت نے باوجود اس قدر دولت عطا کر دینے کے پھر بھی بھاٹ کا خرچ سُن کر اسے اور دولت بھیج دی۔ اگر کوئی سخی ہو تو ایسا ہو۔ اور ایسا ہی سخی آدمی اس سنگھاسن پر بیٹھ سکتا ہے۔

اس دن بھی تخت پر بیٹھنے کا وقت گذر گیا - راجہ نا اُمید ہوکر اپنے محل میں داخل ہوا - دوسرے دن جب پھر تخت نشینی کے ارادے سے دربار میں آیا اور تخت پر قدم رکھنا چاہا تو فوراً "مدیاوتی" چھبیسویں[۲۶] پتلی اس طرح ہمکلام ہوئی :-

۲۶ - پدماوتی

مہاراج! میں علم اور حکمت کی ایک بات عرض کرتی ہوں آپ ذرا غور سے سنئے۔ جب آدمی پیدا ہوتا ہے تو کچھ ساتھ نہیں لاتا اور جب مرتا ہے تو کچھ لے نہیں جاتا۔ یہی اس دنیا کا چلن ہے۔ مناسب یہی ہے کہ انسان دنیا میں آکر کچھ نیک عمل کرے تاکہ نتیجہ اچھا ہو۔ دنیا کی زندگی آنی جانی ہے۔ اس لئے انسان کو لازم ہے کہ اس تھوڑی سی زندگی میں ایسے کام کرے جو مرنے کے بعد نام چھوڑ جائے اور دونوں جہاں میں آرام پائے۔ ایسا آدمی بار بار جنم نہیں لیتا۔ جب پہلے جنم میں خیر خیرات اور عبادت کرتا ہے تو پھر فنا نہیں ہوتا۔ اس لئے مہاراج! جہاں تک ہو سکے دولت خیرات کرو اور کسی قسم کی فکر دل میں نہ رکھو۔ بس خیرات کرنا اپنا معمول کر لو۔ آئندہ جنم میں اپنی انسانی صورت قائم رکھنے کے لئے اس کے سوائے اور کوئی ذریعہ نہیں کہ خیر خیرات، نیک عمل اور خدا کی عبادت کرے۔ مرنے کے بعد انسان کے ساتھ کچھ نہیں جاتا۔ بتاؤ ہریش چندر، راجہ کرن، بکرماجیت کیا لے گئے؟ —

اس قدر نصیحت کرنے کے بعد پتلی نے کہا ایک روز راجہ بکرماجیت

اپنے دربار میں بیٹھا تھا کہ ایک لونڈی نے آکر عرض کی کہ مہاراج تشریف لے چلیے۔ پوجا کا وقت ختم ہو رہا ہے'' یہ سن کر راجہ نے سوچا کہ یہ لونڈی ٹھیک کہتی ہے۔ میری تمام عمر رائگاں گئی اور کبھی خدا کی عبادت اور نیک عمل کی توفیق نہ ہوئی۔ اب مناسب ہے کہ تخت و تاج کو لات مار کر فقیری کی دولت کمائیے تاکہ آئندہ جنم میں کام آئے۔ غرض راجہ نے سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی اور تپشیا کی غرض سے ایک جنگل میں چلا گیا وہاں سنیاسیوں کی ایک جماعت پہلے سے موجود تھی۔ ہر جوگی آسن جمائے دھونی رمائے خدا کی یاد میں محو تھا۔ اپنے اپنے طریقہ پر ہر شخص عبادت میں مصروف تھا۔ ہر شخص اپنے جسم کا گوشت کاٹ کاٹ کر آگ میں جلا رہا تھا۔ ان جوگیوں کو دیکھ کر راجہ بھی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ خود بھی عبادت کرتا تھا اور دوسروں کا حال بھی دیکھتا تھا۔ چند دنوں میں تمام جوگیوں اور راجہ نے اپنا تمام جسم آگ میں جلا دیا۔ اسی جگہ شیوجی کا ایک مندر تھا اسمیں سے ایک پوجاری برآمد ہوا۔ جس نے تمام جوگیوں کی دھونی میں سے راکھ سمیٹ کر علیحدہ علیحدہ ڈھیریاں لگائیں، اور پھر جاکر شیوجی کو اطلاع دی۔ شیوجی نے حکم دیا کہ آب حیات لے جاکر ان پر چھڑک دو۔ پوجاری نے ڈھیری پر آب حیات چھڑکا اسی میں سے ایک جوگی خدا کا نام لیتا ہوا زندہ ہو گیا۔ اسی طرح تمام جوگی تو زندہ ہو گئے مگر وہ راجہ کو زندہ کرنا بھول گیا۔ تمام جوگی شیوجی کی تعریف اور بھجن گانے میں مصروف ہوے اور بولے کہ مہاراج! آپ بھگتوں کے راجہ ہیں۔ بے بسوں اور بیکسوں کے وارث ہیں۔

جس نے آپ کی عبادت کی اسی نے پھل پایا۔ جہاں کہیں آپ کے خدمتگاروں اور نام لینے والوں کو تکلیف ہوئی وہیں آپ نے ان کی مدد کی۔ اے مہاراج ایک راجہ بھی ہمارے ساتھ عبادت میں مشغول تھا۔ معلوم نہیں کہ اس کو زندہ کرنے کا آپ نے حکم دیا ہے یا نہیں۔ مہادیو نے جوگیوں کی یہ عرض سُن کر اپنے پوجاری کو حکم دیا کہ جو دھونی باقی رہ گئی ہے اس پر بھی آب حیات چھڑکو۔ جب اس حکم کی تعمیل کی گئی تو راجہ بھی "ہری ہری" کرتا ہوا زندہ ہوگیا اور ہاتھ جوڑ کر مہادیو کی تعریف کرنے لگا کہ مہاراج دنیا میں مخلوق کے پالنے والے آپ ہیں۔ آپ کے سوائے کوئی کسی کی مدد کرنے والا نہیں جس نے دنیا میں پیدا ہو کر آپ کو نہ پہچانا اس کی زندگی بیکار گئی۔ شیوجی نے تمام زاہدوں کو انعام دئے۔ سب کے بعد راجہ سے کہا کہ جو تیرا دل چاہے ہم سے مانگ لے۔ ہم تجھے فوراً عطا فرمائیں گے۔ یہ سُن کر راجہ نے عرض کیا کہ "مہاراج آپ کے عنایت سے میرے پاس سب کچھ ہے لیکن ایک چیز مانگتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اب اس دنیا میں بار بار پیدا ہو کر مرنے سے آپ مجھے نجات دیں اور جس طرح دوسرے خدمتگاروں کو آپ نے نجات دی ہے اسی طرح مجھ ناچیز اور حقیر انسان کا بھی بھلا کیجئے،" راجہ کی درخواست سُن کر مہادیو جی نے خوش ہو کر کہا کہ "بکرماجیت تیرے مانند نیک کام کرنے والا اسوقت کلجگ میں کوئی نہیں ہے۔ تو ہی ایک ایسا شخص ہے جو فقیر بھی اور سخی بھی، جوانمرد بھی اور دریا دل بھی، تو ہی تمام کلجگ کے راجاؤں کی

مدد کرنے والا ہے۔ میرا حکم یہ ہے کہ تو واپس جا اور دنیا کے کام انجام دے جب تیری موت کا وقت قریب آئیگا تب تو میرے پاس آنا۔ جا میں نے تجھے اپنا قول دیا کہ آخری وقت میں تجھے نجات دوں گا" یہ سن کر پھر راجہ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ "مہاراج! سچ تو یہ ہے کہ دنیا آپ کی باتیں نہیں سمجھ سکتی ہے۔ یا تو آپ مجھے اسی وقت نجات دیجئے یا میں اپنی جان دے دیتا ہوں" مہادیو جی نے ہنس کر فرمایا کہ اگر تو نے خودکشی کی تو پھر تو نہ زندوں میں رہے گا نہ مردوں میں اور پھر تجھ کو اویربل کے دن بھگتنا پڑیں گے۔ اس لئے جو کچھ ہم نے ہدایت کی ہے اس پر عمل کر" یہ کہہ کر شیوجی تو کیلاس کو گئے اور راجہ کو ایک کنول کا پھول دے کر فرما گئے کہ جب یہ پھول مرجھا جائے گا تو سمجھ لینا کہ اب زندگی کے صرف چھ ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ بکرماجیت وہ پھول لے کر اپنے محل میں آیا اور سلطنت کرنے لگا۔ کئی برس بعد وہ پھول مرجھا سا گیا تب راجہ نے سمجھ لیا کہ اب چھ مہینے بعد مروں گا تمام روپیہ، پیسہ برہمنوں کے حوالے کر کے فقیرانہ لباس پہن کر کیلاس کو چلا گیا۔

یہ قصہ بیان کر کے پتلی نے کہا کہ دیکھا راجہ بھوج! آپ نے کہ راجہ بیر بکرماجیت نے کتنا بڑا کام کیا۔ اپنا جینا اور مرنا دونوں کام درست کئے۔ اسی لئے میں آپ سے عرض کرتی ہوں کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ موت اور زندگی ساتھ ساتھ ہیں۔ رنج اور آرام انسان کی زندگی کے ساتھ ہیں اور نیکی بدی بھی ساتھ ہیں۔ صرف ایک برہما

ن باتوں سے الگ ہے۔ مہاراج! دنیا میں جو کچھ ہے وہ کرموں کا تماشہ ہے۔ نیک کرموں کی شہرت دنیا میں رہ جاتی ہے اسی کو بقا سمجھنا چاہیئے ورنہ سب فنا ہے۔

وہ دن بھی یوں ہی گذر گیا۔ راجہ بھوج! مایوس ہو کر دربار سے اُٹھ کر محل میں آیا۔ دوسرے روز سنگھاسن پر بیٹھنے کے ارادے سے پھر دربار میں آیا۔ اور اہل دربار سے فرمایا کہ یہ پتلیاں یونہی جھوٹی سچی باتیں بنا کر میرا وقت خراب کرتی ہے اب میں ہرگز ان کے فریب میں نہ آؤں گا۔ اور آج ضرور سنگھاسن پر بیٹھوں گا۔ یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ تخت پر پاؤں رکھے کہ فوراً "جگجوتی" ستائیسویں[۲۷] پتلی بولی:۔

۲۷۔ جنجوتی
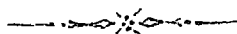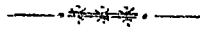
"مہاراج! ایک روز راجہ بکرماجیت اپنے دربار میں تھا۔ ادھر اُدھر کی باتیں ہو رہی تھیں کہ اسی اثنا میں کسی شخص نے کہا کہ اس زمانے میں راجہ اندر کا ثانی کوئی نہیں ہے کیونکہ وہ دیولوک کا راج کرتا ہے۔ یہ بات سُن کر راجہ اس وقت تو چُپ رہا مگر بعد میں اپنے موکلوں کو طلب کر کے ان کو حکم دیا کہ اندر پوری کو لے چلو۔ بیتال فوراً لے کر اُڑے اور پلک جھپکنے میں راجہ اندر کے دربار میں پہونچا دیا۔ بکرم نے جاتے ہی ادب کے ساتھ جھک کر سلام کیا اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ راجہ اندر نے بیٹھنے کی اجازت دی اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں اور کیا مقصد ہے۔ بکرم نے کہا کہ "مہاراج! میں شہر امباوتی کا راجہ بکرم ہوں۔ حضور کی قدمبوسی کو حاضر ہوا ہوں"۔ راجہ اندر نے خوش ہو کر فرمایا کہ ہم نے بھی آپ کی بہت شہرت سُنی تھی اور آپ سے ملاقات کرنے کی تمنا تھی۔ مگر آپ نے یہ اُلٹی بات کی کہ آپ خود میرے یہاں تشریف لے آئے۔ بہرحال اب جو کچھ آپ کا مقصد ہو وہ بیان فرمائیے" بکرماجیت نے عرض کیا کہ "مہاراج! میرے یہاں آپ کی عنایت سے سب کچھ موجود ہے"

راجہ اندر نے خوش ہو کر بکرم کو ایک خوبصورت تاج اور ایک گھوڑا دے کر یہ دعا دی کہ جو کوئی تیرے سنگھاسن کی طرف بُری نظر سے دیکھے گا وہ فوراً اندھا ہو جائے گا۔ بکرم وہاں سے رخصت ہو کر اپنے شہر میں واپس آیا۔ ہر طرف شادیانے بجنے لگے۔ اسی اثناء میں راجہ بھوج کی جو شامت آئی تو پتلی کی بات غلط سمجھ کر اس نے سنگھاسن پر قدم رکھا اور بیٹھنا چاہا مگر فوراً اندھا ہو گیا اور پاگلوں کی طرح باتیں کرنے لگا۔ پھر اس نے چاہا کہ تخت پر سے ہاتھ اٹھائے مگر ہاتھ نہیں اٹھتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر تمام پتلیاں قہقہہ مار کر ہنسیں اور تمام دربار حیران ہو گیا۔ اور ہر شخص افسوس کرنے لگا کہ راجہ نے سخت غلطی کی کہ پتلی کی بات سُنے بغیر سنگھاسن پر قدم رکھا۔ جب ہی اس حال کو پہونچا۔ اس وقت خود راجہ بھوج بھی سخت شرمندہ تھا۔ پتلی نے کہا کہ "او بیوقوف راجہ! تو نے ہماری بات کا اعتبار نہ کیا اب اپنے کئے کی سزا پائی۔ اب تو ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہے گا"
راجہ بھوج رنجیدہ ہو کر کہنے لگا کہ "خدا کے لئے اس مصیبت کا کوئی علاج بتاؤ" پتلی نے کہا کہ "اچھا راجہ بیر بکرماجیت کا ادب سے نام لے تو اس عذاب سے نجات پائے گا" راجہ بھوج نے بکرماجیت کا نام لیا تو فوراً ہاتھ چھوٹ گیا اور آنکھوں سے بھی نظر آنے لگا۔ فوراً سنگھاسن پر سے اُتر آیا۔ تمام اہل دربار ڈر گئے اور راجہ بھوج بھی ڈر گیا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ واقعی اس کلجگ میں راجہ بیر بکرماجیت کے مانند ہونا دشوار ہے۔ پتلی نے کہا کہ راجہ بھوج! میں نے اسی لئے تجھے

سمجھایا تھا مگر تونے میری بات غلط سمجھی۔ تو جاہل ہے۔ عقل تیرے پاس نہیں پھٹکی، جو کچھ علم تونے پڑھا ہے وہ سب بیکار ہے۔ تو خود کو راجہ بکرماجیت کے مانند ہرگز نہ سمجھ۔ وہ دیوتاؤں کے مانند تھا۔ اس جیسی عقل تجھے کہاں نصیب ہے۔ اس سنگھاسن پر بیٹھنے کی امید اپنے دل سے نکال دے۔ اس پر بیٹھنا تیرے لئے ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ دنیا میں اور بھی باتیں ہیں جو تیرا دل چاہے کر۔ اور اگر سمجھدار ہے تو ایسی باتیں کر جن سے تیری سلطنت کو مضبوطی حاصل ہو اور تیرے رعب داب میں ترقی ہو۔ نام اور شہرت دنیا میں باقی رہے۔ ان باتوں میں وہ دن بھی گذر گیا۔ راجہ بھوج دربار سے اُٹھ کر محل میں داخل ہوا۔ رات کروٹیں لے لے کر بسر کی صبح کو پھر تخت پر بیٹھنے کے ارادے سے دربار میں آیا۔ چاہتا تھا کہ سنگھاسن پر قدم رکھے کہ فوراً "منموہنی" اٹھائیسویں پتلی یوں گویا ہوئی۔

---

۲۸ - منموہنی

"مہاراج! اگر کلجگ میں راجہ بیر بکرما جیت جیسا شہزور، سخی، دریا دل اور عقلمند کوئی راجہ گذرا ہو تو آپ مجھے بتائیے۔ جو کچھ میں عرض کرتی ہوں آپ اسے صحیح مانیے۔ ایک روز میں نے ہنسی ہنسی میں راجہ بیر بکرما جیت سے عرض کیا کہ "مہاراج! پاتال میں راجہ بل اتنا دبدبے والا راجہ ہے کہ آپ اس کے خادموں کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اگر آپ اپنی سلطنت کو طاقتور کرنا چاہیں تو ایک مرتبہ راجہ بل سے ضرور ملاقات کر لیجئے" یہ بات سنتے ہی بکرم نے فوراً اپنے بیتالوں کو طلب کیا اور حکم دیا کہ پاتال میں راجہ بل کے پاس لے چلو۔ بیتالوں نے راجہ کو اپنے کندھے پر سوار کر کے آناً فاناً وہاں پہونچا دیا۔ راجہ بکرما جیت نے جب راجہ بل کے راجدھانی کی خوبصورتی اور رونق دیکھی تو حیران ہو گیا اور دل میں کہنے لگا کہ ایسا بارونق شہر آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ بالکل کیلاس ہو رہا ہے۔ غرض بکرم شہر کی سیر کرتا ہوا شاہی محل کے اس دروازے پر پہونچا جہاں دروازے کے دونوں طرف بڑے بڑے ڈراؤنے شیر بنے ہوئے تھے۔ اور بڑی عاجزی سے دربانوں سے کہا کہ اپنے راجہ کو اطلاع کر دو کہ مرت لوک سے راجہ بکرم

آپ کی زیارت کے شوق میں حاضر ہوا ہے۔ دربانوں نے جا کر راجہ بَل
کو اطلاع دی تو اس نے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں کسی
راجہ سے نہیں مل سکتا۔ دربان نے آکر بکرم کو اطلاع دے دی۔ بکرم
نے کہا کہ جب تک میں مل نہیں لوں گا اس وقت تک یہاں سے قدم
نہ ہٹاؤں گا۔ راجہ بَل نے کہلا بھیجا کہ بکرم تو کس گنتی میں ہے اگر راجہ اندر
بھی آئے تو ہم ملاقات نہیں کریں گے۔ جب راجہ بکرم کو کئی دن گذر گئے
تو اس نے مارے رنج کے اپنا سر کاٹ ڈالا۔ راجہ بَل کے دربار میں یہ
خبر سُن کر کہرام مچ گیا۔ راجہ بَل نے ایک خادم کو حکم دیا کہ آبِ حیات
لے جا کر بکرم کی لاش پر چھڑک دو۔ خادم نے تعمیل حکم کی بکرم فوراً زندہ
ہو گیا۔ راجہ بَل نے کہلا بھیجا کہ اس وقت بکرم جائے اور سلطنت کے
کاروبار کرے۔ شیوراتری کے دن آئے تو ملاقات کی جائے گی۔ بکرم
نے یہ سُن کر کہا کہ میں ایسی باتوں میں نہیں آسکتا۔ میں مہاراج کے فوراً
درشن کرنا چاہتا ہوں۔ خادم نے بکرم کا پیغام اپنے راجہ کو جا کر سنا دیا۔
جب اسی طرح بہت عرصہ گذر گیا تو بکرم نے پھر اپنا سر کاٹ ڈالا۔ اس
واقعہ کی اطلاع پھر راجہ بَل کو دیدی گئی۔ اس نے آبِ حیات چھڑکوا کر
زندہ کر دیا۔ بکرم نے پھر ملاقات کا تقاضا کیا۔ لوگوں نے بہتیرا سمجھایا مگر
وہ اپنی ضد سے باز نہ آیا۔ اس وقت تمام درباریوں نے راجہ بَل کی
منت سماجت کی اور عرض کیا کہ "مہاراج! واقعی بکرم بڑا بہادر اور جوانمرد
ہے۔ وہ بڑا سخی ہے، آپ اس کی آرزو پوری کر دیجئے" جب درباریوں نے

سخت تقاضا کیا تو راجہ بل خود اٹھ کر دروازے پر آیا۔ جب بکرم نے زیارت کی تو پیر چوم کر بولا کہ مہاراج! میرا مقدر بڑا زبردست ہے جو مجھے آپ کے درشن نصیب ہوئے۔ میرے جنم جنم کے دکھ مٹ گئے۔ لیکن میں سخت حیران ہوں کہ میں نے ایسا کیا قصور کیا تھا جو آپ مجھے اپنی زیارت سے محروم رکھتے تھے اور اپنی چوکھٹ پر میرا حاضر ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔" راجہ بل نے فرمایا کہ "واقعی اے بکرماجیت اس وقت تجھ سے زیادہ کوئی بہادر اور سخی نہیں ہے۔ تجھ سے پہلے راجہ ہرش چندر اور راجہ جگت دیو دونوں بڑے سخی اور دریا دل گذرے ہیں۔ مگر وہ اس قدر بہادر اور دلیر نہ تھے۔ ان لوگوں نے بھی مجھ سے ملاقات کرنے کی آرزو کی تھی مگر میں نے انکار کر دیا تھا۔ تم بیچارے ایک ملک کے راجہ کس گنتی میں ہو۔ مگر تیری عبادت بہت طاقتور ہے اسی وجہ سے میں ملاقات کرنے پر رضامند ہوا" بکرم نے عرض کیا کہ "مہاراج! آپ نے میرے حال پر بیحد عنایت فرمائی کہ درشن دے کر دنیا سے بے فکر کر دیا" راجہ بل نے فرمایا کہ "اب ہم تم کو رخصت کرتے ہیں تم جا کر اپنی سلطنت کا کام دیکھو اور یہ لعل ہماری طرف سے قبول کرو۔ اس کا وصف یہ ہے کہ جو کچھ تم اس سے مانگو گے یہ فوراً حاضر کرے گا"۔ بکرم لعل لے کر وہاں سے رخصت ہوا اور بیتالوں پر سوار ہو کر اپنے شہر کے باہر اترا۔ شہر کے باہر دریا کے کنارے دیکھا کہ ایک عورت کا شوہر مر گیا ہے۔ اور وہ چیخیں مار مار کر رو رہی ہے اور بین کر رہی ہے کہ ہائے دنیا سے میرا مالک اٹھ گیا۔ ہائے میں بیکس رہ گئی۔

ہائے میں تیرا مرنا کیونکر برداشت کروں گی اور میری برادری میں آبرو کیونکر رہے گی۔ بکرم سے اس عورت کی آہ وزاری نہ سنی گئی اور اس کے پاس جا کر وہ لعل اس کو بخش دیا اور اس کے گُن بتا دئے۔ عورت لعل لے کر آنکھیں ملتی ہوئی اپنے گھر کو روانہ ہوئی اور بکرم بھی اپنے محل میں داخل ہوا۔
اس قدر قصہ بیان کرکے پتلی نے کہا کہ راجہ بھوج دیکھا تو نے کہ راجہ بکرماجیت کس قدر عالی حوصلہ اور بہادر تھا اور کس قدر رعایا پروری کرتا تھا۔ اگر تم سات مرتبہ بھی جنم لوگے تو اس کے مانند نہ ہو سکوگے۔ وہ دن بھی گذر گیا۔ دوسرے روز جب راجہ نے تخت پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو "بیدیہی" انتیسویں پتلی یوں گویا ہوئی۔
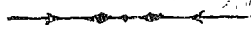
۲۹۔ بیدیہی

مہاراج! نہایت افسوس کی بات ہے کہ آپ سے میری اتنی سہیلیوں نے راجہ بیر بکرماجیت کے گن بیان کئے مگر پھر بھی آپ اپنے دل میں نادم نہ ہوئے اور سنگھاسن پر بیٹھنے کی آرزو اب تک دل میں ہے۔ پہلے آپ میری ایک بات سن لیجئے۔ اس کے بعد تخت پر بیٹھنے کا ارادہ فرمائیے۔

ایک دن راجہ بکرماجیت نے خواب میں دیکھا کہ ایک سونے کا محل ہے جس میں قسم قسم کے جواہر جڑے ہوئے جگمگا رہے ہیں۔ محل کے اندر قسم قسم کے مزے دار کھانے چنے ہوئے ہیں۔ عطردان، گلاب پاش، اور خاصدان دھرے ہوئے ہیں۔ چنگیروں میں رنگ برنگ کے تازہ پھولوں کے زیور سجے ہوئے ہیں۔ محل کے چاروں طرف باغ ہے جو ہر قسم کے پھولوں سے بھرا ہے۔ جن کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے دماغ بسا جا رہا ہے۔ ایک کمرہ میں پھولوں کی سیج آراستہ ہے۔ دیواروں پر طرح طرح کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اور بڑے محلوں میں چند حسین عورتیں قسم قسم کے ساز لئے سُر ملائے گا رہی ہیں اور بیچ میں ایک فقیر بیٹھا ہوا اس روحانی غذا سے لطف اُٹھا رہا ہے۔ راجہ نے یہ تماشہ دیکھ کر دل میں کہا کہ بڈھا ہرگز اس قابل نہیں کہ

حسینوں کی محفل میں بیٹھ سکے ۔ اتنے میں راجہ کی آنکھ کھل گئی ۔ صبح کو ضروریات سے فارغ ہوکر اپنے بیتالوں کو طلب کیا اور خواب کا حال بیان کرکے حکم دیا کہ جو مقام میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے وہاں پہنچاؤ حکم سنتے ہی بیروں نے فوراً پہونچادیا۔ بکرم نے ان بیتالوں کو تو رخصت کیا اور خود اس باغ میں داخل ہوا ۔ اس بہشتی محل کی بلندی اور شان دیکھ کر حیران رہ گیا اور دل میں کہنے لگا کہ واقعی یہ مکان دیوتاؤں کا بنوایا ہوا ہے کیونکہ انسان کا تو اتنا مقدور نہیں جو ایسا عالیشان اور خوبصورت محل بنا سکے ۔ محل کو دیکھتا ہوا راجہ بکرم اندر داخل ہوا ۔ اور محفل میں جا کھڑا ہوا ۔ عورتیں جو گا رہی تھیں وہ راجہ کو دیکھ کر ڈر گئیں اور خاموش ہوگئیں ۔ جوگی سے اطلاع کی وہ فوراً باہر آیا ۔ بکرم کو دیکھ کر ڈپٹ کر بولا کہ ”اے شخص تو کون ہے جو یہاں بے بلائے مہمان کی طرح نازل ہوگیا ۔ اسوقت مجھ پہ سخت غصہ طاری ہے اگر میں تجھے بددعا دیتا ہوں تو تو ابھی جل کر خاک کا ڈھیر ہو جائے گا ۔ تو میرے محل میں کیوں آیا اور میری محفل میں گڑبڑ مچائی“ بکرم نے فقیر کو اس قدر غضبناک دیکھا تو ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ ”جناب والا ! مجھے معلوم نہ تھا ۔ میں غلطی سے یہاں حاضر ہوگیا ہوں مجھے آپ کی زیارت کی آرزو تھی ۔ حضور آپ کے غصے کی کون تاب لا سکتا ہے ۔ بہر حال اب آپ مجھے معاف فرمائیں کیونکہ مجھ سے قصور ہوا میں آپ کا غلام ہوں“ بکرم کی نرم باتیں سن کر جوگی کسی قدر ٹھنڈا ہوا اور کہنے لگا کہ ”واقعی اس وقت مجھے غصہ تو بیحد آیا تھا اگر تو میرے سامنے

گر نہ پڑتا تو میں تجھے ضرور بد دعا دیتا۔ بہرحال اب میں تیری باتیں سُن کر خوش ہوا جو تجھے خواہش ہو وہ مجھ سے مانگ" بکرم نے کہا کہ "حضور کی عنایت سے مجھے خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے کسی چیز کی کمی نہیں۔ لیکن ایک چیز مانگنے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اگر آپ عنایت فرمائیں تو میں عرض کروں" جوگی نے کہا کہ "جو تم مانگو گے میں ضرور دوں گا" بکرم نے عرض کیا کہ آپ یہ محل مجھے دیدیجئے۔ جوگی نے فوراً وہ سونے کا محل بکرم کو دے دیا۔ اور خود تیرتھ جاترا کو روانہ ہوگیا بکرم محل پاتے ہی مسند پر راجہ بن کر بیٹھا اور ان مہ جبینوں کا گانا سننے لگا اور دن رات عیش و آرام کے ساتھ اس محل میں بسر کرنے لگا۔ ادھر وہ جوگی مقدس اور پاک جگہوں کی زیارت کرتا پھرتا تھا اور جب کوئی دوسرا جوگی ملتا تھا تو اس سے اپنی سرگذشت بیان کرتا تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک تیرتھ میں گیا جہاں اس کی ملاقات ایک جوگی سے ہوئی۔ اس سے بھی فقیر نے اپنی تمام سرگذشت بیان کی۔ اس جوگی نے مشورہ دیا کہ تم بھیس بدل کر بکرماجیت کے پاس جاؤ اور سوال کرو وہ بڑا سخی داتا ہے۔ اگر تم وہ محل اس سے طلب کرو گے تو فوراً دیدے گا۔ غرض فقیر نے اس جوگی کی صلاح منظور کی اور بھیس بدل کر بکرماجیت کے پاس پہنچا دروازے پر آواز دی۔ راجہ فوراً باہر نکل آیا اور اس سے کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے میں ضرور تیری آرزو پوری کروں گا۔ فقیر نے عرض کیا کہ "مہاراج! میں دنیا بھر میں پھر آیا کوئی مکان اپنی مرضی کے موافق نہ پایا جس میں بیٹھ کر

خدا کی یاد کروں" بکرم نے کہا کہ "اگر یہ محل آپ کو پسند ہو تو حاضر ہے۔ راجہ نے وہ سونے کا محل فقیر کو دیدیا اور دعا لے کر اپنے محل کو واپس آیا۔

اتنا قصہ کہہ کر پتلی نے راجہ بھوج سے کہا کہ آپ بکرماجیت کے سنگھاسن پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہیں۔ آپ یہ خیال فوراً اپنے دل سے نکال دیجئے۔ جو بکرماجیت کے مانند ہو وہی اس سنگھاسن پر قدم رکھ سکتا ہے۔ اس دن بھی ساعت ٹل گئی۔ دوسرے روز جب راجہ بھوج دربار میں آیا اور تخت پر بیٹھنے لگا تو "روپ وتی" تیسویں پتلی نے ٹوکا۔

---

۳۰ - روپ وتی

"مہاراج! آپ نے ایسے کیا بڑے کام انجام دیئے ہیں جو اس سنگھاسن پر بیٹھنے کا حوصلہ کیا ہے۔ میری ایک داستان سنئے پھر کچھ اور ارادہ کیجئے! ایک دن راجہ بیر بکرماجیت شاہی محل میں سو رہا تھا کہ دفعتاً آنکھ کھل گئی۔ نہ معلوم دل میں کیا خیال آیا کہ لنگوٹ باندھ، شمشیر و سپر سے آراستہ ہو شہر میں کو چہ بازار کی سیر کرنے لگا۔ کچھ دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ چار چور ایک جگہ کھڑے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ ایک چور نے کہا کہ اچھی ساعت میں چوری کرنے چلو تو کچھ مال ہاتھ آئے ورنہ خراب ساعت میں نکلنے کا نتیجہ خراب نکلے گا۔ ان چوروں کی باتیں راجہ نے بھی سنیں۔ اور انھوں نے بھی راجہ کو دیکھا۔ ایک چور نے راجہ سے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ راجہ نے جواب دیا کہ جو تم ہو وہی میں ہوں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے راجہ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اور سب مل کر چوری کرنے چلے۔ ایک مقام پر پہونچ کر ٹھہرے اور آپس میں ایک دوسرے کا ہنر دریافت کیا۔ ایک چور نے کہا کہ میں نیک و بد وقت پہچانتا ہوں اور ایسا اچھا وقت بتا سکتا ہوں کہ اس وقت اگر کوئی شخص سفر کو نکلے تو کبھی خالی ہاتھ نہ آئے۔ دوسرا بولا کہ میں سب

جانوروں کی بولیاں سمجھ سکتا ہوں۔ تیسرے نے کہا کہ میں جس مکان میں چاہے گھس جاؤں مگر مجھے کوئی نہ دیکھ سکے گا اور میں اپنا کام کر آؤں گا۔ چوتھے نے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی چیز ہے کہ مجھے خواہ کتنا ہی مارے مگر میں ہلاک نہ ہوں گا۔ چاروں چوروں نے اپنے اپنے گن بیان کرکے راجہ سے دریافت کیا کہ تو کیا ہنر جانتا ہے تو راجہ نے جواب دیا کہ میں یہ ہنر جانتا ہوں کہ جس جگہ دولت گڑی ہو وہ جگہ بتا دیتا ہوں۔ چاروں چوروں نے راجہ سے کہا کہ اچھا آج تو اپنا ہنر دکھا ہم تیرے ساتھ چلتے ہیں۔ جہاں کہیں دولت گڑی ہو وہ جگہ ہمیں بتا دے۔ غرض پانچوں آدمی چلے اور راجہ ان کو لے کر شاہی محل کے نیچے باغ میں لایا۔ اور اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں اس کی دولت گڑی ہوئی تھی۔ چوروں نے جو وہاں زمین کھودی تو ایک تہ خانہ نمودار ہوا۔ اس کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے تو وہاں کروڑوں روپے کے جواہر، اشرفیاں اور سونے چاندی کی اینٹیں بھری ہوئی پائیں۔ سب نے گٹھریاں باندھ لیں اور سروں پر رکھ کر چلے۔ اسی اثنا میں ایک گیدڑ کی آواز آئی۔ وہ چور جو جانوروں کی بولیاں سمجھتا تھا بولا کہ بھائی یہ گیدڑ کہتا ہے کہ اس دولت کے چرانے میں خیر و عافیت نہیں۔ ہم ضرور گرفتار ہو جائیں گے۔ دوسرے نے کہا کہ آپ اپنا شگون رہنے دیں۔ ہاتھ میں آئی لچھمی کو کوئی چھوڑ سکتا ہے۔ یہ بات ہمارے قاعدے کے خلاف ہے۔ دوسرے چور نے کہا کہ بھائی دولت تو ہمیں ضرور مل گئی مگر کپڑے کہیں نہ ملے۔ اس لئے بہتر ہو گا کہ کہیں ایسی جگہ

چوری کی جائے جہاں سے کپڑے بھی ہاتھ آئیں۔ تیسرے چور نے کہا کہ راجہ کا دھوبی قریب ہی رہتا ہے چلو اس کے گھر میں نقب لگائیں تو طرح طرح کا کپڑا ہاتھ لگے گا۔ الغرض یہ منصوبہ گانٹھ کر کے دھوبی کے مکان کے پیچھے زر و جواہر کی گٹھریاں رکھ اس کے گھر میں نقب لگائی۔ اتفاق سے دھوبی کا گدھا بولنے لگا اور دھوبی جاگ پڑا اور اس نے خفا ہو کر گدھے کو پیٹنا شروع کیا اور کہنے لگا کہ اس گدھے کی وجہ سے میری جان عذاب میں آگئی ہے دن بھر گھاٹ پر محنت کرتا ہوں۔ گھر آکر سوتا ہوں تو یہ مردود ستاتا ہے۔ اس مار پیٹ کے بعد دھوبی پھر جا کر سو رہا۔ وہ گدھا چوروں کو دیکھ کر پھر بولا۔ آخر دھوبی نے چار پانچ مرتبہ اس کی خوب کندی کی اور رسی کھولکر گھر سے نکال دیا اور آپ سو رہا۔ اور چور چوری کرنے لگے۔ اس وقت راجہ نے سوچا کہ پہلا مال تو اپنا تھا وہ جو جاتا سو گیا مگر اب ان چوروں کے ساتھ رہ کر چوری کرنا پڑے گا۔ اس لئے یہاں سے چل دینا ہی مناسب ہے۔ راجہ وہاں سے اپنے محل میں چلا آیا اور چور گٹھریاں باندھ کر اپنے گھروں کو لے گئے۔ صبح کو جب معلوم ہوا کہ شاہی محل میں چوری ہو گئی ہے تو کوتوال آیا اور ہر طرف اپنے جاسوس اور سراغرساں روانہ کئے۔ چاروں طرف ناکہ بندی کر دی گئی۔ آخر چوروں کا پتہ لگ گیا اور وہ گرفتار کر لئے گئے۔ جب مقدمہ کی کارروائی پوری ہو گئی تو ان کو راجہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ راجہ کو دیکھ کر وہ چور دل میں سوچنے لگے کہ ہمارے ساتھ جو چوتھا چور تھا وہ بالکل راجہ کی صورت کا تھا جو دھوبی کے گھر چوری کرتے وقت غائب ہو گیا تھا۔ اور اپنا حصہ تک نہیں لے گیا تھا۔ چوروں کی حیرت

دیکھ کر راجہ نے دریافت کیا کہ تم میری صورت کیا تکتے ہو۔ تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ جہاں وہ مال رکھا ہے وہ جگہ بتادو۔ چوروں نے راجہ سے تمام قصہ بیان کرکے کہا کہ ہمارے ساتھ ایک چور اور بھی تھا جو دھوبی کے گھر سے بھاگ گیا تھا۔ راجہ نے فرمایا اچھا اس چور کو بھی بتاؤ۔ یہ سن کر ایک چور جو کسی قدر دلیر تھا گویا ہوا کہ مہاراج خواہ آپ ہم کو قتل کر ڈالیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تو آپ راجہ ہیں مگر کل رات ہمارے ساتھ چوری کر رہے تھے۔ ہم نے بہتوں کے ساتھ چوری کی مگر ایسا کسی کو نہیں دیکھا جو اپنا حصہ چھوڑ دے۔ اس لئے ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ پانچویں چور آپ ہی تھے۔ یہ سن کر راجہ ہنس پڑا اور اس شرط پران کی جان بخشی کر دی کہ وہ آئندہ چوری نہ کریں۔ جب چوروں نے اس بات کا حلف اٹھایا تو راجہ نے ان کو بہت سی دولت دے کر رخصت کیا۔

اس قدر قصہ بیان کرکے پتلی بولی کہ مہاراج جو شخص اس قدر بلند حوصلہ ہوگا وہی اس سنگھاسن پر بیٹھ سکے گا۔ اس تخت پر بیٹھنے کا خیال آپ اپنے دل سے نکال دیجئے۔ اس دن بھی وقت گذر گیا۔ راجہ بھوج پیچ و تاب کھاتا ہوا دربار سے اٹھا اور دل میں کہنے لگا کہ دنیا بھر میں اس بات کی شہرت ہو گئی ہے کہ راجہ بھوج بکرماجیت کے سنگھاسن پر بیٹھنا چاہتا ہے مگر پتلیاں بیٹھنے نہیں دیتیں۔ اب میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ میرے اور میرے باپ دادا کے نام کو بٹہ لگ گیا۔

دوسرے دن جب راجہ دربار میں آیا تو سنگھاسن کے پاس کھڑا ہو کر دل میں سوچنے لگا کہ ایک ماں وہ تھی کہ جس کے پیٹ سے راجہ بیر بکرما جیت پیدا ہوا۔ اور ایک ماں میری تھی کہ میرا کوئی بھی ارادہ پورا نہ ہوا کبھی راجہ کو غیرت آتی تھی اور کبھی غصہ۔ دفعتاً جوش میں آکر سنگھاسن پر قدم رکھنا چاہا کہ فوراً "کوشلیا" اکتیسویں(۳۱) پتلی گویا ہوئی:۔
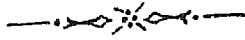
۳۱ - کوشلیا

"اے راجہ بھوج! سچ تو یہ ہے کہ تو سخت جاہل اور بیوقوف شخص ہے۔ جو کسی کی نصیحت قبول نہیں کرتا۔ تو عالی ہمتی اور سخاوت کو کوئی معمولی بات سمجھتا ہے۔ تیرا اور راجہ بیرِ بکرماجیت کا کیا مقابلہ۔ پیتل کہیں سونے کی برابری کر سکتا ہے؟ یا سنگریزہ ہیرے کے پاسنگ ہو سکتا ہے؟ نیم کی لکڑی کہیں خوشبودار صندل کو پہونچ سکتی ہے۔ تو ہزار اپنے کو بڑا سمجھے مگر بکرماجیت کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ پھر کیا وجہ کہ تجھے اس کے سنگھاسن پر بیٹھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ پتلی نے جو اس قدر ڈانٹا تو راجہ بھوج اپنے دل میں بیحد شرمندہ ہوا۔ اور دل میں کہنے لگا کہ ایسے جینے اور ایسی سلطنت پر لعنت ہے۔ اس کے بعد پتلی بولی کہ جب راجہ بکرماجیت کے مرنے کا زمانہ قریب آیا تو اس کو معلوم ہو گیا۔ دریا کے کنارے ایک محل تعمیر کرایا اور اس میں جا کر رہنے لگا۔ تمام ملک میں منادی کرا دی کہ جو شخص خیرات لینا چاہے وہ فوراً شہر میں آ کر لے جائے۔ لاکھوں فقیر، برہمن اور پنڈت اور بھاٹ مالا مال ہو گئے اور سب نے منہ مانگی دولت پائی۔ یہ اطلاع دیوتاؤں کو پہونچی تو وہ بھی بھیس بدل کر بکرماجیت کی

سخاوت کا تماشہ دیکھنے آئے۔ اور جو جو چیز جس نے مانگی وہی پائی خیرات اور انعام واکرام لینے کے بعد سب نے بکرم کو دعائیں دیں اور تعریف کرتے ہوئے کہنے لگے کہ شاباش ہے راجہ بکرم تجھے اور تیرے ماں باپ کو کہ تو نے دنیا میں سخاوت کی وہ گنگا جمنا بہائی کہ حاتم کو مات کر دیا۔ اور ایسا زبردست ساکھا باندھا کہ تینوں لوک میں تیرا نام رہے گا۔ ست جگ میں جیسا صادق اور حق پرست راجہ ہریشچندر گذرا، تریتا میں جیسا راجہ بل ہوا، دواپرا میں جیسا راجہ جدھشٹر ہوا، ویسا ہی کلجگ میں اے راجہ بیر بکرماجیت تو ہے۔ بلکہ چاروں جگوں میں تیرا ہمسر کوئی نہ ہوا ہوگا۔ یہ کہہ کر دیوتا لوگ تو رخصت ہوئے اور راجہ اپنے محل میں رہنے لگا۔ ایک روز راجہ بکرماجیت محل کے جھروکے میں بیٹھا تھا کہ ایک سونے کا ہرن چوکڑی بھرتا ہوا سامنے آیا۔ یہ کوئی راجہ تھا جو کسی جوگی کی بددعا سے سونے کا ہرن بن گیا تھا راجہ بکرم نے ہرن کو دیکھتے ہی تیر و کمان اُٹھا کر نشانہ لگانا چاہا کہ وہ ہرن گویا ہوا کہ مہاراج میں پچھلے جنم میں برہمن تھا۔ اب فاقہ کا مارا اِدھر اُدھر پھرتا ہوں، ایک فقیر سے میں نے کہا تھا کہ وہ میری موت کیلئے دعا کرے۔ اس نے مجھے ہرن بنا دیا۔ میں نے اس فقیر سے کہا کہ آپ نے مجھے ہرن تو بنا دیا لیکن آئندہ میری نجات کیونکر ہوگی۔ اس نے جواب دیا کہ کلجگ میں راجہ بیر بکرماجیت ایک بڑا سخی اور بہادر راجہ ہوگا۔ جب تو جا کر اس کا درشن کرے گا تو تیری نجات ہوگی۔ اس لئے میں آج آپ کے درشن کو حاضر ہوا ہوں۔ بکرم اس کی بات سُن کر ہنس پڑا۔ اس ہرن نے

اسی وقت جانور کا جسم چھوڑ دیا اور اسے جلا کر گنگا میں بہا دیا۔ اور بہت کچھ خیر خیرات کی۔

اس قدر قصہ بیان کر کے پتلی نے کہا کہ کوئی راجہ بیر بکرماجیت کی ہمسری کیونکر کر سکتا ہے۔ اب تو اپنے دل سے اس سنگھاسن پر بیٹھنے کا ارادہ نکال ڈال اور جہاں دفن تھا وہیں پہونچا دے۔ یہ باتیں سنکر راجہ بھوج سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ رنجیدہ ہوکر محل کو واپس گیا۔ دوسرے دن پھر جب سنگھاسن پر قدم رکھنے کا ارادہ کیا تو "بھامتی" بتیسویں پتلی بولی۔

۳۲- بھامتی

"مہاراج! جب راجہ بیر بکرماجیت کا آخری وقت آیا۔ تو وہ ایک ہوائی جہاز (اڑن کھٹولہ) پر بیٹھ کر اندرلوک چلا گیا۔ تینوں لوک میں ہنگامہ برپا ہو گیا کہ راجہ بکرماجیت کا انتقال ہو گیا۔ دونوں بیر یعنی اگیا اور کو تاہ بھی راجہ کے ساتھ ہی غائب ہو گئے۔ نہ آقا رہا نہ غلام۔ تمام رعایا آٹھ آٹھ آنسو روتی تھی کہ اب ہمارا پرورش کرنے والا دنیا سے اٹھ گیا۔ تمام رانیاں راجہ کے ساتھ ستی ہو گئیں۔

راجہ بیر بکرماجیت کے بعد وزیر اعظم نے راجہ کے بڑے بیٹے شہزادہ جیت پال کو تخت نشین کیا اور تمام سلطنت میں اس کے نام اور تخت پر بیٹھنے کا اعلان کر دیا گیا۔ ایک دن راجہ جیت پال اس سنگھاسن پر بیٹھنے لگا تو اسے چکر آیا اور وہ بیہوش ہو کر گرا۔ اسی روز رات کو اس نے ایک خواب دیکھا کہ راجہ بیر بکرماجیت اسے سنگھاسن پر بیٹھنے سے منع کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ پہلے میرے ایسا گن پیدا کر تب بیٹھنا۔ راجہ جیت پال نے جاگ کر وزیر اعظم سے اپنے خواب کا حال بیان کیا اس نے بھی کہا کہ مہاراج اس سنگھاسن پہ آپ کا بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے

کہ آپ پاک صاف زمین میں بستر لگا کر راجہ بکرماجیت کا دھیان دل میں جما کر رات کو سو لیے۔ جب راجہ خواب میں آئے تو اس سے ہدایتیں طلب کریں۔ جو وہ حکم دے اس پر عمل کیجئے۔ راجہ جیت پال نے وزیر کے کہنے پر عمل کیا۔ رات کو بیر بکرماجیت نے خواب میں آ کر نصیحت کی کہ شہر اجین اور دھارا نگری کو چھوڑ کر شہر امباوتی میں سلطنت کرے اور اس سنگھاسن کو کسی مقام پر زمین میں دفن کر دے۔ صبح کو راجہ جیت پال نے وہ سنگھاسن دفن کرا دیا اور خود امباوتی میں راج کرنے لگا۔ اجین اور دھارا نگری اجڑ گئے اور امباوتی کو عروج ہو گیا۔ پتلی کا قصہ سن کر راجہ بھوج سخت مایوس ہوا۔ اور وزیر کو بلا کر حکم دیا کہ جس مقام سے یہ تخت نکلا تھا اُسے وہیں دفن کرا دیا جائے۔ اس کے بعد راجہ بھوج نے راج پاٹ چھوڑ دیا اور باقی عمر خدا کی یاد میں گذار دی اور سلطنت وزیر کو سپرد کر دی۔ لازم ہے کہ انسان اگر کسی کام کے قابل نہ ہو تو اس میں ہرگز ہاتھ نہ ڈالے۔

فرہنگ

آغاز داستان

نورتن - نوجواہرات یعنی وہ نو آدمی اس قدر صاحب کمال تھے کہ اپنے فن میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے -

چاتر - عقلمند - ہوشیار -

لچھمی - دولت - یہاں مطلب دفینہ سے ہے - لچھمی ہندی میں مال و دولت کی دیوی کو کہتے ہیں -

لچھن - کام - فعل - عمل -

جے جے کار - فتح کے نعرے - جے بمعنی فتح -

بھینٹ - قربانی -

سریامتی - ایک بڑے خدا رسیدہ ہندو بزرگ کا نام ہے -

جیوت - زندگی

سکھ - عیش و آرام -

کاتک - ہندی سال کا آٹھواں مہینہ جس سے جاڑوں کی ابتدا ہوتی ہے -

شبھ لگن - مبارک گھڑی -

پدمنی - ہندوؤں نے عورتوں کی چار قسمیں رکھی ہیں (۱) پدمنی - (۲) چترنی - (۳) ہستنی (۴) ڈنکنی - ان چاروں میں پدمنی بہترین قسم ہے -

۱- رتن منجری

سنگھاسن - مرکب ہے سنگھ اور آسن سے - سنگھ بمعنی شیر اور آسن بمعنی تخت - اس تخت کا نام سنگھ آسن اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس کے پایوں کی جگہ شیر بنائے گئے تھے -

جوگی - وہ شخص جو جوگ کا ماہر ہو اور جوگ وہ علم اور فن ہے جس کے کرنے سے انسان اپنے حواس اور نفس پر قابو پا جاتا ہے -

ستی - وہ عورت جو اپنے مردہ شوہر کی لاش کے ساتھ زندہ جل جائے - اب یہ رسم اٹھا دی گئی ہے -

چار ورن - ہندوؤں میں انسان کو چار ورنا یعنی چار ذاتوں میں تقسیم کیا گیا ہے - (۱) برہمن جو برہما کے سر یا منہ سے پیدا ہوئے - ان کا کام تعلیم کا حاصل کرنا اور وید شاستر مذہبی کتب کا پڑھنا اور علمی و مذہبی مسائل کا حل کرنا تھا - ان لوگوں کی پرورش دوسری ذاتیں کرتی تھیں - (۲) کشتری یا چھتری - یہ ذات جنگجو یعنی فوجی تھی - راجہ اور فوج کے سپاہی اسی ذات کے لوگ ہوا کرتے تھے - یہ ذات برہما کے بازو سے پیدا ہوئی تھی - (۳) ویش (بنئے) یہ ذات پیشہ ور تھی - تجارت، زراعت و فلاحت اور دوسرے پیشوں میں مصروف رہتی تھی - یہ ذات برہما کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی - (۴) شودر یہ ادنیٰ قوم تھی اس کا کام دوسری جماعتوں کی خدمت کرنا تھا - اور یہ برہما کے پاؤں سے پیدا ہوئی تھی -

بید - طبیب حکیم جی -

روپ - بھیس -

راج تلک - تلک بمعنی قشقہ - جب کوئی نیا راجہ تخت پر بیٹھتا تھا تو جب تک اس کی پیشانی پر مہاراجہ یعنی اس سے بڑا راجہ قشقہ نہ لگاتا تھا اس وقت تک اس راجہ کی سلطنت باقاعدہ تسلیم نہ کی جاتی تھی - اسی کو اصطلاح میں "راج تلک" کہتے تھے -

پُران - وہ اٹھارہ کتابیں جن میں گویا چاروں ویدوں کی تشریح یا تفسیر کی گئی ہے -

۲ - چھتر ریکھا

جوگ ودّیا - ودیا بمعنی علم - جوگ کے متعلق پہلی کہانی کے نوٹ دیکھئے -

کیلاش - اس پہاڑ کا نام ہے جہاں مہادیو جی رہتے ہیں

بھبھوت - راکھ -

سنیاسی - تارک الدنیا - فقیر -

جوگ سادھنا - جوگ کی مشق کرنا -

اکاس بانی - اکاس بمعنی آسمان - بانی
بمعنی آواز - یعنی آواز غیبی۔
غیبا - صدائے سروش -
امرت - آب حیات -
امر پھل - وہ پھل جس کے کھانے
سے موت نہ آئے -
پرجا - رعایا -
مایا - لفظی معنی دھوکا - دنیا کو مایا کہتے
ہیں - اس کے معنی دولت بھی ہیں - خواہشوں
کو بھی مایا کہتے ہیں -
سنیاس - ترک دنیا - فقیری -
چیلا - شاگرد -
گرو - اُستاد -
جگیہ - اس کے لئے نویں کہانی میں
لفظ "ہون" دیکھئے -
بیر بکرما جیت - بکرما جیت مرکب ہے
بکرم اور اجیت سے یعنی وہ بکرم جس کو
کوئی مغلوب نہ کر سکے - بیر کے معنی بہادر و
شجاع کے ہیں اور موکل کو بھی کہتے ہیں۔
بکرما جیت کے قبضے میں دو موکل تھے -

۴ - چندر کلا

تلا لگن - وہ وقت جبکہ آفتاب برج میزان
میں تھا۔ تلا بمعنی برج میزان -
لکشمی - دولت و مال لکشمی نام ہے
دولت کی دیوی کا -
ساکا بند - جو نیا سمبت جاری کرے -
پشاچ - بھوت - چھلاوہ -
گندھرب بواہ - اس کے لئے دسویں
کہانی دیکھئے -
تین لوک - اس کیلئے دیکھئے دسویں کہانی۔

۶ - کام کندلا

درشن - زیارت - دیدار -
کنڈل - حلقہ -

۷ - کاموومی

ست جگ، کلجگ وغیرہ - ہندوؤں نے

زمانے کی پیمائش کلپوں اور جگوں میں کی ہے۔ ایک کلپ میں چار جگ ہوتے ہیں۔ (۱) ست جگ (۲) تریتا (۳) دواپر (۴) کلجگ۔ یہ چاروں جگ ملکر برہما کا ایک دن اور ایک رات سمجھتے ہیں اور جب ایسے ہی دن اور رات کے سو برس گذرتے ہیں تو قیامت آجاتی ہے۔

بسوکرمان - دیوتاؤں کا کاریگر۔

ڈائن - بھتنی، چڑیل، مردار خوار عورت۔

ان پورنا - وہ دیوی جو انسان کو کھانے پینے کا سامان دیتی ہے۔ یہاں مطلب اس تھیلی سے ہے جو طلسمی صورت پر مانگنے پر کھانا مہیا کرتی تھی۔

دچھنا - ہندوؤں کے وہاں خیراتی طور پر برہمنوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے تو بطور نذرانہ کچھ نقد بھی دیا جاتا ہے۔ اسی نقد کو دکشنا یا دچھنا کہتے ہیں۔

اشنان - غسل - نہانا۔

۸ - پکشپاوتی

چنچل - چلبلا۔

تپسّی - وہ زاہد یا عبادت گذار جو اپنی تمام خواہشوں کو مار کر اپنے نفس پر قابو پا جائے۔

پرشاد - تبرک۔ مندروں میں دیوتاؤں کو جو چیز چڑھائی جاتی ہے اسے بھی پرشاد کہتے ہیں۔

بیر - موکل - بھوت - جن۔

۹ - مدھماوتی

ہَون - ہندوؤں میں عبادت کرتے وقت آگ جلاتے ہیں۔ وید کے منتروں کا پاٹھ کرتے جاتے ہیں اور ہر منتر کے ختم ہونے پر اس آگ میں گھی اور خوشبودار چیزیں جلائے جاتے ہیں اسی کو "ہون" کہتے ہیں جب پنڈتوں کی ایک بڑی جماعت حلقہ بناکر بیٹھتی ہے تو درمیان میں ایک بڑا سا گڈھا کھود کر اس میں آگ جلائی جاتی ہے اس گڈھے کو "ہون کنڈ" اور اس تقریب کو جس کے ساتھ خیرات بھی ہوتی ہے۔

اور ایک قسم کا جشن بھی منایا جاتا ہے۔ "جگ" یا "یگیہ" کہتے ہیں۔

گیانی ۔ حکیم، فلسفی، عارف۔

بھاٹ ۔ ہندوؤں میں شاعروں کی وہ ایک جماعت ہے جس کا ذریعۂ معاش امیروں کی مدح خوانی اور خوشامد ہوتی ہے۔

پاٹھ ۔ پڑھنا، تلاوت کرنا۔

منتر ۔ ویدوں کی ایک "آیۃ" لیکن محاورہ میں جادو کے بول کو کہتے ہیں۔

ڈنڈوت ۔ ادب کے ساتھ نہایت جھک کر بندگی کرنا۔ سجدہ۔

۱۰۔ مدھو مالتی

رُت ۔ موسم۔

ٹیسو ۔ پلاس۔ ڈھاک۔

مَور ۔ آم کے پھول کو مور یا بور کہتے ہیں۔

ہنڈول ۔ ہندوستان کے لوگوں نے راگ مختلف قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) سری راگ (۲) بھیروں (۳) ہنڈول (۴) مالکوس (۵) دیپک (۶) میگھ راگ۔

تین لوک ۔ ہندوؤں کے نزدیک تین عالم یا دنیائیں ہیں۔ لوک دنیا کو کہتے ہیں۔ وہ تین لوک حسب ذیل ہیں۔

(۱) سورگ لوک اسی کو دیولوک اور اندر لوک بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس دنیا میں دیوتا رہتے ہیں اور یہاں کا فرمانروا راجہ اندر ہے۔ (۲) مِرت لوک اسی دنیا کا نام ہے جہاں ہم رہتے ہیں۔ کیونکہ یہاں جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ فنا ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اس کا نام "مرت" رکھا گیا (۳) پاتال لوک یہ مُردوں یا ارواح کی دنیا ہے۔ سورگ لوک دنیائے ارضی کے اوپر اور پاتال لوک نیچے سمجھا جاتا ہے۔ انھیں عالمِ علوی، عالمِ فانی اور عالمِ سفلی سمجھنا چاہیے۔ راجہ اندر کے پایۂ تخت کو "اندرپوری" کہتے ہیں۔

دیس ۔ ملک۔

موہنی ۔ محبت، عشق، عمل حب کر

"موہنی منتر" کہتے ہیں۔ جو عورت مرد کو فریفتہ کرلے اُس کو بھی موہنی کہتے ہیں۔ یہاں مطلب خوبصورت پری سے ہے۔

شب جی - ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق پرماتما یا خدا کی تین صفتیں ہیں۔ (۱) پیدا کرنا (۲) پرورش اور حفاظت کرنا (۳) فنا کرنا۔ جب وہ پیدا کرنے والے روپ میں ہوتا ہے تو اُسے برہما کہتے ہیں جب پرورش اور حفاظت کرنے والے روپ میں ہوتا ہے تو اُسے وشنو یا بشن کہتے ہیں۔ اور جب فنا کرنے والے روپ میں ہوتا ہے تو اسے شیو جی، شب جی، مہادیو، مہیش یا شنکر کہتے ہیں۔ اس طرح باری تعالیٰ کی تین عملی صفات گویا (۱) برہما (۲) بشن (۳) مہیش یا شب جی ہوئیں۔ ان میں ہر شخص کے ساتھ ایک قوت ہے جسے "شکتی" کہتے ہیں۔ ہر ایک کی شکتی کو اس کی بیوی کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ شب جی کی شکتی پاربتی ہے اور یہی ان کی بیوی ہے۔ شب جی کے رہنے کا مقام کوہ کیلاش ہے۔ اسی وجہ سے ان کو "کیلاش پتی" بھی کہا جاتا ہے۔

گندھرب بواہ - ہندوؤں میں آٹھ قسم کی شادیاں ہوتی ہیں۔ جن میں ایک "گندھرب بواہ" بھی ہے۔ اس میں ایک مرد اور عورت دونوں رضامند ہوجاتے ہیں تو بغیر کسی گواہ، رسم یا شہرت کے دونوں میاں بیوی بن جاتے ہیں۔ مگر شرفاء کے نزدیک اس قسم کی شادی کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔

کنیاں - دوشیزہ۔ ناکتخدا لڑکی۔ وہ لڑکی جس کی شادی نہ ہوئی ہو۔

۱۴ - کیسر دونی

کلجگ - دیکھو ساتویں کہانی سدرونش۔

پوجا پاٹھ - عبادت اور تلاوت۔

جوگنیاں - مردہ خوار روحیں چڑیلیں۔ اصل میں ان عورتوں کو کہتے ہیں جو کسی دیوی کی خدمت میں رہتی ہوں اور کلمہ تیرتھ

ہیں وہ روحیں جن کے قبضے میں خیر و شر ہو جب کہیں جنگ ہوتی ہے تو یہ روحیں لشکروں کے ساتھ رہتی ہیں -

۱۳ - ترلوچنی

بیتال - موکل، بھوت، جن -

موہنی تلک - پیشانی پر لگایا ہوا ایسا ٹیکا جسے دیکھ کر ہر شخص قابو میں ہو جائے۔ تلک یعنی قشقہ یعنی ٹیکا اور موہنی کے لیے دیکھئے دسویں کہانی -

سدھ - درست، قابو میں -

سری گنیش آئینمہ - جس طرح مسلمانوں میں ہر کام "بسم اللہ" سے شروع کیا جاتا ہے اسی طرح ہندوؤں میں ہر کام "سری گنیش آئینمہ" سے شروع کیا جاتا ہے گنیش مہادیو جی کا فیل سر بیٹا ہے - اسی کو گنپتی بھی کہتے ہیں -

۱۴ - بلوچنی

سات دیپ نو کھنڈ - دیپ کے معنی جزیرہ اور کھنڈ کے معنی ہیں ملک یا کسی براعظم کا ایک حصہ - مگر یہاں سات دیپ نو کھنڈ سے مراد ہفت اقلیم - تمام دنیا - ربع مسکوں ہے -

جگیہ - یگیہ - دیکھو نویں کہانی میں لفظ "ہوتی" کے ذیل میں یہ لفظ بھی سمجھایا گیا ہے -

روپ - بھیس -

۱۵ - انوپ وتی

اشلوک - شعر - دو بڑے اور ہم قافیہ مصرعوں کا ایک اشلوک ہوتا ہے - درحقیقت قطعہ بند یا ترجیع بند کے ایک بند کو اشلوک کہتے ہیں یہاں بمعنی نظم -

گیانی - صاحب عقل و حکمت - عارف - حکیم - دانشمند -

جوتش - ستاروں کا علم جس کے ذریعہ سے غیب کی باتیں معلوم کی جاسکیں -

اَمرت - آب حیات -

بس - زہر -

گرو - استاد - پیر مرشد -

چیلی ۔ شاگرد ۔ مرید ۔
راجکمار ۔ شہزادہ ۔ راجہ کا بیٹا ۔
سور بیر ۔ بہت بڑا بہادر ۔
سرسوتی ۔ علم کی دیوی ۔ یہاں علم و حکمت سے مطلب ہے ۔

۱۶ ۔ سندروتی

پتر ۔ شوہر ۔
پرماتما ۔ خدائے تعالیٰ ۔
سنجوگ ۔ جوڑ ۔
پروہت ۔ پجاری عبادت کرنیوالا برہمن ۔

۱۷ ۔ ستیہ وتی

بھاؤ بتانا ۔ ناچنا ۔
چونسٹھ تیرتھ ۔ تیرتھ مقامیں یا متبرک مقام کو کہتے ہیں ۔ ہندوؤں کے نزدیک چونسٹھ مقامات اس قدر متبرک ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کی زیارت کرے اور وہاں اشنان کرے تو اس کے زندگی بھر کے گناہ دُھل جاتے ہیں ۔ یہ مقامات دریاؤں کے کنارے یا کسی بڑے تالاب کے کنارے واقع ہوئے ہیں ۔ اور یہ مقامات ہمالیہ سے لیکر رامیسورم تک تمام ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں ۔

درشن ۔ زیارت ۔ دیدار ۔ دیکھنا ۔
اچھرا یا اپسرا ۔ پری یا حور ۔ سورگ لوک میں جو ارباب نشاط ہیں ان میں مردوں کو "گندھرب" اور عورتوں کو "اچھرا" کہتے ہیں ۔ دراصل یہ راجہ اندر کے اکھاڑے یا سبھا کی حسین و جمیل طوائفیں ہیں ۔
اندراسن ۔ راجہ اندر کا تخت ۔ آسن کے معنی وہ چیز جس پر بیٹھتے ہیں ۔ بوریا ۔ چٹائی ۔ نمدہ ۔ غالیچہ ۔ شطرنجی وغیرہ سب آسن ہو سکتے ہیں ۔

۱۸ ۔ روپ ریکھا

گیان ۔ عقل و حکمت ۔
آتما ۔ نفس ۔ روح ۔

مایا۔ فریب خیال۔ فریب ہستی۔ دولت۔
موہ۔ محبت۔
پاپ۔ گناہ۔ برائی۔
پُن۔ خیرات۔ نیکی۔
من۔ دل۔ قلب۔
کایا۔ جسم۔ تن۔
امر۔ جسے موت نہ آئے۔
رنواس۔ مرکب ہے رانی اور واس یا باس سے جس کے معنی ہوئے وہ مقام جہاں رانیاں رہتی ہوں یعنی محلسرائے سلطانی۔

۱۹۔ تارا

اوردھ ریکھا اور کنول کا چنھ۔ ریکھا کے معنی ہیں لکیر یا خط اور چنھ کے معنی ہیں نشان یا علامت اور دھ ریکھا پاؤں کے انگوٹھے اور انگلیوں کے نیچے گول حلقہ دار نشان ہوتا ہے۔ اور کنول چنھ پاؤں کے تلوے میں کنول کے پھول سے مشابہ نشان ہوتا ہے۔ سمدرک یا ہاتھ پاؤں کی لکیر کے علم کے مطابق جس شخص کے پاؤں میں یہ علامتیں ہوتی ہیں وہ راجہ ہوتا ہے۔
بھگوان۔ خدا۔
تیرتھ جاترا۔ متبرک مقامات کی زیارت۔

۲۰۔ چندرجوتی

راسدھاری۔ وہ لوگ ہوتے ہیں جو کسی بزرگ کی سوانح حیات کا کوئی واقعہ عملاً دکھاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ گانا بجانا بھی ہوتا جاتا ہے۔ عموماً سری کرشن جی مہاراج کی زندگی کا کوئی واقعہ لیا جاتا ہے۔ یہ گویا ایک قسم کی مذہبی ناٹک ہوتی ہے جسے اصطلاح میں "راس لیلا" کہتے ہیں۔
چندرمان۔ چاند کا موکل یا دیوتا۔
چندرلوک۔ کرۂ قمر۔ چاند کی دنیا۔
جم دوت۔ موت کے فرشتے۔ جم کے ایجنٹ۔ پاتال لوک کے راجہ کو جم یا جمراج کہتے ہیں اور اس کے ایجنٹوں کو جم دوت۔
راج پروہت۔ راجہ کا پجاری۔

۲۱- انرودھ وتی

اروسی - راجہ اندر کے اکھاڑے کی اپسرا جو نہایت حسین وجمیل اور فن موسیقی میں ماہر کامل تھی - کالیداس کے ڈرامہ "بکرم اروسی" کی یہی ہیروئن ہے -

بیسوا - رنڈی - طوائف - بازاری عورت -
جگ ہنسائی - دنیا میں ذلت ورسوائی -
ان دکھی - بھوکا - فاقہ مست -
بستر دکھی - ننگا جس کے پاس کپڑا نہ ہو -
کاہم دکھی - جس کے پاس زمین نہ ہو -
برہ دکھی - عاشق زار -
درب دکھی - جس کے پاس زر ومال نہ ہو -
تن من دھن - جسم - جان - مال سب کچھ -
وئید یا بید - طبیب - حکیم جی -
چتا - لکڑیوں کا وہ ڈھیر جس میں کسی مُردے کو جلایا جائے -

۲۲- انوپ ریکھا

بدیا - علم -

بات کی پیچ - بات کی لاج - ضد - ہٹ -

۲۳- کرناوتی

جٹادھاری - جوگیوں کی وہ قسم جو سر کے بال بڑھا لیتے ہیں -

۲۴- چترکلا

تریا چرتر - عورتوں کا مکر وفریب -
بَن - جنگل

۲۶- بدیاوتی

ایور بل - آیو بمعنی عمر - بل بمعنی طاقت یہاں یہ مطلب ہے کہ جس قدر تیری عمر ہے وہ پوری کرنا پڑے گی -
کیلاش - وہ پہاڑ ہے جہاں مہادیو اور پاربتی رہتے ہیں -

۲۷- جگجوتی

دیولوک - عالم بالا - وہ دنیا جہاں

دیوتا رہتے ہیں۔ اسی کو سورگ لوک اور
اندرلوک بھی کہتے ہیں۔

اندرپوری۔ راجہ اندر کا پایہ تخت

دیوتا۔ وہ لافانی اور لطیف الجسم
مخلوق جو انسان سے اعلیٰ و بالا ہے۔
ملائکہ۔ فرشتے۔

۳۰۔ روپ وتی

لچھمی۔ دولت۔ زرومال۔ لچھمی یا

لکشمی در حقیقت دولت کی دیوی کو
کہتے ہیں۔

۳۱۔ کوشلیا

ساکھا باندھنا۔ سن و سال جاری
کرنا۔ بکرماجیت کا جاری کردہ سمبت
یعنی سال اب تک جاری ہے۔